سفرنامہ روم و مصر و شام

جسکو

مولانا شبلی نعمانی پروفیسر عربی لٹریچر مدرسۃ العلوم
علی گڈھ نے روم مصر و شام کے سفر سے واپس
آکر ترکوں کی تمدنی حالت اور حسن معاشرت سے
عوام الناس کو آگاہ کرنے کیلئے مرتب کیا

حسب فرمایش سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں
مہتاب پریس دہلی میں طبع ہو کر شائع کیا ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء

تعداد طبع ۵۰۰

قیمت [illegible]

مخدرات تیموریہ

یہ سب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عظمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور کی تاریخ کی جان ہیں اور اس سرزمین کے سب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایک دفعہ تو کو لاچکی ہے شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا ایک عظیم الشان خاندا داستان و شوکت کی تعجب ناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی قیمت کاغذ سفید ۱۲؍ مجلد ۱؍

فہرست بیگمات

امۃ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم ۔ بیگم امیر تیمور ۔ فخر النساء بیگم ۔ بیگم امیر تیمور ۔ عظمت النساء بیگم امیر تیمور ۔ آسائش بانو بیگم ۔ محمد مراد بخش ۔ رابا بیگی ۔ دختر میران شاہ ۔ آرزم بانو بیگم ۔ دختر سعادت خان صفوی ۔ آرام جان بیگم ۔ بیگم جہانگیر ۔ ممتاز محل شاہجہاں ۔ امۃ الحبیب بیگم محمد معظم شاہ ۔ قدسیہ بیگم ۔ بیگم محمد شاہ ۔ اعزاز النساء بیگم ۔ بیگم شاہجہاں ۔ اورنگ آبادی بیگم اورنگ زیب ۔ دلپذیر بانو بیگم ۔ دختر شاہ شجاع ۔ بی بی دودو ۔ بیگم لودہاقی خاں ۔ دلرس بانو بیگم ۔ دختر شاہ نواز خاں روشن آرا بیگم ۔ دختر شاہجہاں ۔ روپ متی ۔ مالوہ کی رئیس زادی ۔ رحمت بانو ۔ بیگم محمد معظم شاہ ۔ رقیۃ النساء بیگم ۔ شاہزادہ محمد اکبر ۔ تلسی بائی ۔ رئیس سیٹھ ۔ بی بی بائی ۔ بیگم سلیم شاہ ۔ زینت النساء بیگم ۔ دختر اورنگ زیب ۔ لاڈ ملک ۔ بیگم رضیہ سلطانہ ۔ دختر شمس الدین التمش ۔ بدر النساء بیگم ۔ دختر اورنگ زیب ۔ جانان بیگم ۔ دختر جان جانان ۔ جانی بیگم محمد اعظم شاہ ۔ رانی جودھ بائی ۔ دختر راجہ اودے سنگھ ۔ حمیدہ بانو بیگم ۔ بیگم ہمایوں بادشاہ ۔ حاجی بیگم ۔ بیگم ہمایوں خانزادہ بیگم ۔ ہمشیرہ محمد بابر بادشاہ ۔ شہزادہ خانم ۔ دختر محمد اکبر ۔ نواب قدسیہ بیگم ۔ دختر شاہجہاں ۔ ثریا بانو بیگم ۔ دختر جہاں آرا بیگم ۔ دختر شاہجہاں ۔ رانی پاربتی ۔ رانی راجہ جھجار سنگھ والی ۔ رانی تارا بائی ۔ رانی راجہ ۔ دختر اورنگ زیب ۔ زبدۃ النساء بیگم ۔ دختر اورنگ زیب ۔ بادشاہ بیگم ۔ دختر اورنگ زیب ۔ سلطان بیگم ۔ ہمشیرہ الماس والی ایران ۔ سلیمہ سلطان بیگم ۔ بھانجی محمد ہمایوں ۔ سلیمہ بانو بیگم ۔ دختر سلیمان شکوہ ۔ جمیلہ خاتون ۔ بیگم محمد موتی بیگم ۔ بیگم محمد اکبر ۔ اشرف النساء بیگم ۔ بیگم بہادر شاہ اول ۔ آغا بیگم ۔ ہمشیرہ نجابت خان ۔ بخت النساء بیگم ہمایوں بادشاہ ۔ بہار بانو بیگم ۔ دختر جہانگیر ۔ بائی اودے پوری ۔ دختر راجہ اودے پور ۔ بائی کہوت ۔ راجہ بھیمی بیگم ۔ دختر شاہزادہ بلند اختر ۔ بیگم سلطانہ ۔ دختر ابراہیم عادل شاہ ۔

ہمایوں نامہ (از) گلبدن بیگم اس سے بہتر تاریخ ہمایوں کی نہیں لکھی گئی اس کتاب کا ترجمہ کا ... اور بابر اکبر ... کا فضل ... تیار ہو رہی ہے قیمت مجلد ... حیات بابر ... اول ایک مقدمہ ۔ پھر اصل کتاب جس میں ۱۶ فوٹو ہیں اور نقشے ... بہتر بابر کی ... اب تک تیار نہیں ہوئی اور نہ آپکی نظر سے گذری ہوگی قیمت ۲؍

سفرنامہ روم و مصر و شام

جس میں علاوہ اُن جزئی دلچسپ واقعات کے جو سلسلہ بیان میں آگئے ہیں قسطنطنیہ بیروت۔ بیت المقدس۔ قاہرہ وغیرہ کے متعلق واقعات ذیل یعنی شہر کی عام اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات مشہور عمارات۔ سررشتہ تعلیم دار العلوم اور مدارس۔ بورڈنگ۔ اور طلبا کی تربیت تعلیم نسواں مصنفین اور تصنیفات۔ کتب خانے اخبارات اور رسالے مشہور پاشاؤں اور ارباب کمال کی ملاقات ترکوں اور عربوں کے اخلاق عادات کو تفصیل کیساتھ لکھا ہے آخر میں اُن الفاظ مولدہ کی مختصر سی فرہنگ ہے جو آجکل مصر و شام میں مستعمل ہو گئے ہیں اور جنکے نہ جاننے کی وجہ سے عربی اخبارات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے

مرتبہ
شبلی نعمانی

حسب اجازت مصنف باہتمام سید ظہور الحسن قنوجی دہلی

قیمت فی جلد عہ

(حضرت نال مہتاب پریس دہلی میں چھپا)

فہرست مضامین

سفرنامہ روم و مصر و شام

جس میں علاوہ اُن جزئی دلچسپ واقعات کے جو سلسلۂ بیان میں آ گئے ہیں قسطنطنیہ بیروت۔ بیت المقدس۔ قاہرہ۔ وغیرہ کے واقعات ذیل یعنے شہر کی عام اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات مشہور عمارات سررشتۂ تعلیم دارالعلوم اور مدارس بورڈنگ اور طلبا کی تربیت۔ تعلیم نسوان مصنفین اور تصنیفات کتب خانے۔ اخبارات۔ اور رسالے مشہور پاشاؤں اور ارباب کمال کی ملاقات ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اخیر میں اُن الفاظ مولدہ کی مختصر سی فرہنگ جو آجکل مصر و شام میں مستعمل ہو گئے ہیں اور جن کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

مرتبہ

شبلی نعمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

در موسم گل گر بگلستان نرسیدیم
از دست ندادیم تماشائے خزاں را

رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۹ھ میں میں نے قسطنطنیہ وغیرہ کا جو سفر کیا وہ محض ایک طالب علمانہ سفر تھا۔ اور چونکہ نہ یہ کوئی غیر معمولی امر تھا نہ واقعات سفر میں چنداں ندرت تھی سفرنامہ لکھنے کا میرا ارادہ نہ تھا لیکن وہاں سے واپس آکر جن بزرگوں اور دوستوں سے ملنے کا اتفاق ہوا سب سفرنامہ کے متقاضی تھے۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ ایک مدت سے ہماری جماعت میں سیر و سیاحت کا طریقہ مٹ گیا ہے۔ اور اس وجہ سے اسلامی ممالک کے صحیح حالات سے بالکل اطلاع حاصل نہیں ہوتی لوگوں کا یہ تقاضا کچھ بیجا نہیں۔ مجھکو خود اپنی حالت یاد آئی کہ سفر سے پہلے قسطنطنیہ وغیرہ کا کوئی سیاح مل جاتا تو میں گھنٹوں وہاں کے حالات پوچھا کرتا۔

یہ اسباب تھے جنہوں نے مجھکو ان اوراق پریشان کی ترتیب پر آمادہ کیا ورنہ ایسے عاجلانہ اور معمولی سفر کے حالات قلمبند کرنے اور اُن کو سفرنامہ یا کتاب الرحلۃ کا لقب دینا تنگ ظرفی سے خالی نہ تھا سفرنامہ میں جس قسم کی اطلاعیں لازمی اور ضروری ہیں یعنی ملک کی حالت۔ انتظام کا طریقہ۔ عدالت کے اصول تجارت کی کیفیت۔ عمارتوں کے نقشے۔ ان میں سے ایک بھی چیز اس سفرنامہ میں نہیں۔ البتہ معاشرت اور علمی حالت سے متعلق متعدد واقعات ہیں۔ اگرچہ وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں جس قدر ہونے چاہئیں غرض جو شخص سفرنامہ کو سفرنامہ کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کتاب سے پورا لطف نہیں اٹھا سکتا البتہ جن لوگوں کو اسلامی ممالک کے معمولی واقعات میں بھی مزہ آتا ہے اُن کی دعوت میں ماحضر پیش کیا جا سکتا ہے کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔

میں نے اگرچہ اس کتاب میں ترکوں کی تمدنی یا ملکی حالت سے کچھ بحث نہیں کی ہے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب و حالت کے لحاظ سے مناسب تھی تاہم اس کتاب کو پڑھ کر ناظرین کے دل میں ترکوں کی تہذیب و شائستگی کا جو درجہ قائم ہوگا وہ اُس سے مختلف ہوگا جو یورپ کے عام لٹریچر سے ظاہر ہوتا ہے یورپ نے کسی زمانہ میں مسلمانوں کے خلاف جو خیالات قائم کر لئے تھے ایک مدت تک وہ علانیہ اس طریقہ سے ظاہر کئے جاتے تھے کہ مذہبی تعصب کا رنگ صاف نظر آتا تھا اور اُس وقت قبول عام کا ہی

بڑا عمدہ ذریعہ تھا لیکن جب یورپ میں مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی ترانے بالکل بے اثر ہو گئے تو اس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چنداں مفید نہیں سمجھا جاتا کہ مسلمانوں کی نسبت صاف صاف متعصبانہ الفاظ لکھے جائیں۔ بلکہ بجائے اس کے یہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومتوں اسلامی تمدن اسلامی معاشرت کے عیوب تاریخی پیرایہ میں ظاہر کئے جاتے ہیں اور عام تصنیفات قصوں ناولوں ضرب المثلوں کے ذریعے سے وہ لٹریچر میں اس طرح جذب ہو جاتے ہیں کہ تحلیل کیمیاوی بھی جدا نہیں ہو سکتے اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی قوموں سے برتا جاتا ہے لیکن اس وقت ہمیں خاص ترکوں کی بحث ہے یورپ میں لٹریچر پڑھکر ترکوں کی نسبت تحقیر کے خیالات نہ پیدا ہونے بعینہ ایسا ہے جیسا خواب آور دوا کھا کر نیند کا نہ آنا۔ یورپ میں مصنفین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور اس وجہ سے ان میں متعصب تنگ دل ظاہر بیں۔ دقیق النظر ہر درجہ اور ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ لیکن ترکوں کے ذکر میں وہ اختلاف مدارج بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ہر ساز سے وہی ایک آواز نکلتی ہے۔

مثلاً آج کل کے سچے سے سچے یورپین مصنف کی راست بیانی یہ ہے کہ وہ ترکی حکومت کے ذکر میں قرضہ کی گرانباری صنائع و فنون کا بقدر کافی موجود نہ ہونا۔ اضلاع میں تعلیم کی عدم وسعت آلات و اسلحہ میں یورپ کی احتیاج۔ ان تمام امور کو بالکل راست راست لکھتا ہے لیکن جو اصلاحیں حال میں ہوئی ہیں ان کے ذکر سے اس طرح سے دامن بچاتا ہے کہ گویا اصلاح کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ خزانہ کا انتظام تمام اضلاع میں تعلیمی مکتبوں کا قائم ہونا۔ اور مدارس رشدیہ کی تعداد کا ۹۷ سے ۵۰۴ تک ترقی کر جانا۔ ریل کے انجنوں کا جاری ہونا۔ ریلوے کی وسعت ادائے قرضہ کے انتظامات۔ فوجی قوت کی ترقی۔ ان واقعات[1] کو بھولکر بھی نہیں لکھتا۔

کسی قوم یا کسی شخص کے قابل مدح یا ذم ثابت کرنے کا یہ نہایت آسان طریقہ ہے کہ اسکے حالات اور واقعات کی یک رخی تصویر کھینچی جائے اور انصاف یہ ہے کہ یورپ نے اس فریب آمیز طریقہ کو دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ برتا ہے بیشبہ یورپ میں ایسے فیاض دل بھی ہیں جن کو تعصب سے کچھ واسطہ نہیں لیکن بچپن سے جس قسم کے خیالات میں انہوں نے پرورش پائی ہے ان کے گردو پیش معلومات کا جو سرمایہ ہے جو آوازیں ہر طرف سے ان کے کانوں میں آتی ہیں۔ ان چیزوں کے مقابلہ میں ان کی بے تعصبی بھی کام نہیں دیتی۔ ایک صاحب جو نہایت بے تعصب اور عام محقق ہیں اور مجھکو ان کی خدمت میں نیاز حاصل ہے قسطنطنیہ و مصر وغیرہ کا سفر کر کے واپس آئے تو میں نے ان سے بہ سبیل تذکرہ پوچھا کہ آپ نے

۱؎ سلطان حال کے عہد میں جو علمی اور عملی ترقیاں ہوئی ہیں اس کی تفصیل میں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے جو قسطنطنیہ میں شائع ہوئی ہے اور خاص تعلیمی ترقیوں کے ذکر میں ایک آفندی کا رسالہ حال میں شائع ہوا ہے جس کا نام دور ترقی ہے

قاہرہ میں جامع ازہر کی سیر بھی کی؟ لوسے ہم کو اُس کی سیر کا بہت شوق تھا لیکن میرے رہنما نے کہا کہ عیسائیوں
کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے اگرچہ یہ واقعہ محض غلط ہے میں خود جامع ازہر میں ایک مہینے سے زیادہ
مقیم رہا اور میرے عیسائی احباب بے تکلف مسجد ہی میں مجھ سے ملنے آتے تھے لیکن چونکہ یورپ میں مسلمانوں
کا تعصب اور تنگ خیالی علوم متعارفہ کے قریب ہے اُن صاحب کو اپنے رہنما کی بات کے یقین کرنے میں
کیونکر تامل ہو سکتا تھا ۔؟

طرہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عام شاہراہ سے الگ ہو کر کچھ کہا یا لکھا تو یورپ کے نقار خانے میں اُس کی آواز
طوطی کی آواز سمجھی جاتی ہے ایک انگلش شہزادی نے پندرہ سولہ برس قسطنطنیہ میں رہکر دوازدہ سالہ
حکومت عبدالحمید ثانی کے نام سے جو کتاب لکھی ہے۔ اگرچہ اُس کے اعتبار کے لیئے مصنفہ کی علمی لیاقت
پندرہ سولہ برس کا تجربہ دریافت حالات کے صحیح وسائل یہ تمام قرائن موجود تھے لیکن چونکہ ترکوں کی
عیب گوئی میں یورپ کی ہم زبان نہ تھی اُسکو استناد اور اعتماد کا درجہ نہ حاصل ہو سکا ہم نے تعلیم یافتہ
اشخاص کو اُس کی نسبت یہ کہتے سنا ہے کہ عجب نہیں یہ کتاب فرضی مصنف کے نام سے خود ترکوں نے لکھی
ہو یا اُس انگلش شہزادی کو سلطانی انعامات نے ایسی کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہو لیکن یہ کتاب اگر ترکوں
کے معائب میں ہوتی تو (ان اشخاص کے نزدیک) اُس کا ہر حرف قطعی و یقینی ہوتا پروفیسر ویمبری
نے اپنے محققانہ تجربہ سے ترکوں کی تہذیب و شائستگی پر جو مضامین لکھے وہ بھی اسی وجہ سے بے اثر
رہے کہ پروفیسر مذکور نے ترکوں کی موجودہ ترقی کا اعتراف کیا تھا ۔

ترکوں کی نسبت اگرچہ یورپ کے عام لٹریچر کی یہ حالت ہے لیکن ہمکو موقع کے لحاظ سے ترکی کے
سفرناموں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہیئے کیونکہ یورپ کی تاریخی تصنیفات کا سرمایہ بھی بہت کچھ انہیں سفرناموں
سے لیا گیا ہے سفرنامہ اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک نہایت دلچسپ حصہ ہے لیکن جسقدر دلچسپ ہے اسیقدر غلطیوں کے احتمالات سے معمور ہے
ایک بڑی غلطی جو عموماً سفرنامہ لکھنے والوں کو واقع ہوتی ہے جزئیات سے کلیات کا قائم کرنا ہے سفر میں
انسان کو جن اشخاص سے سابقہ پڑتا ہے وہ اُن کے اخلاق عادات خیالات سے تمام قوم کی نسبت عام رائے
قائم کر لیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ وہ امور انہیں چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہوں اسی طرح ہر واقعہ سے وہ ایک
عام نتیجہ نکالنا چاہتا ہے اور واقعہ کے خاص اسباب کی جستجو میں نہ وہ اپنا وقت صرف کرنا چاہتا ہے نہ اُسکو اسقدر فرصت ملتی ہے
غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو شخص کسی ملک کا سفر کرتا ہے اُس کی نسبت پہلے سے اُس کے خیالات
دوستانہ یا مخالفانہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچکر اول اول جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے وہ محض سرسری ہوتا ہے
اور چونکہ ایسی اجمالی واقفیت استنباط نتائج کے لیئے کافی نہیں ہوتی۔ اور وہ نتیجہ کے قائم کرنے میں جلدی کرتا

انتظار نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ ہر واقعہ کے ساتھ قیاسات کو دخل دیتا جاتا ہے اور ان قیاسات کو وقت وہ حسن ظن یا سوءِ ظن جو پہلے سے اُس کے دل میں موجود تھا ٹھیک ٹھیک اپنا کام کرتا ہے اور اسکو خبر تک نہیں ہوتی کہ اس قسم کی غلطی کا احتمال اگرچہ دنیا کی تمام قوموں سے تعلق ہے لیکن یورپ والوں کو اس میں خاص ترجیح حاصل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ استنباط نتائج میں یورپ والوں کو جو بے صبری ہے اور کسی قوم کو نہیں ہے اسی کا اثر ہے کہ یورپ کا ایک عام سیاح یا پولیٹیشن اتفاق سے ہندوستان میں آنکلتا ہے تو صرف ہفتے دو ہفتے کے تجربے کی بنا پر یورپ کے اخباروں اور میگزینوں میں اس دعوے کے ساتھ بڑے بڑے آرٹیکل شائع کرتا ہے کہ گویا ہندوستان کی معاشرت و تمدن کے تمام راز اُس پر کھل گئے ہیں۔

ایک اور بڑا سبب یہ ہے کہ سیاح کو چونکہ حالات کے دریافت کا نہایت شوق ہوتا ہے اسلئے وہ ہر شخص سے جو اس کو ملتا ہے کچھ نہ کچھ معلومات کا سرمایہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس تفہیم میں وہ ان تحقیقات کی کہ وہ شخص ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ روشن ضمیر ہے یا متعصب۔ دقیق النظر ہے یا ظاہر بین۔ کچھ پروا نہیں کرتا۔ اور کرنا بھی چاہے تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یورپ والے اس باب میں اور بھی بے احتیاط ہیں اکثر یورپین سیاح جو قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہیں معمولاً پیرا علی اور غلطہ کے ہوٹلوں میں انکو ٹھہرنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ وہ جہاں کہیں جانا چاہتے ہیں ایک گائڈ (رہنما) اُن کے ساتھ ہوتا ہے جو نہ صرف اُن کو عمارات اور مقامات کی سیر کراتا ہے بلکہ اُن کے تمام سوالات کا جو موقع بموقع وہ پوچھتے جاتے ہیں جواب دیتا جاتا ہے یہ گائڈ عموماً یونانی ہوتے ہیں اور روپیہ دو روپیہ روزانہ اُن کی اُجرت ہوتی ہے۔ ان گائڈوں کی معلومات جس قسم کی ہو سکتی ہے ہر شخص اُس کا اندازہ خود کر سکتا ہے۔

فاطمہ[1] خانم نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یورپ کی معزز خاتونیں جن سے مجھکو ملنے کا اتفاق ہوا۔ جب ترکی خاتونوں سے متعلق واقعات کے طور پر کچھ بیان کرتی تھیں تو مجھکو گمان ہوتا تھا کہ یہ کسی اور قوم کا تذکرہ ہے یا ناول کے قصے ہیں۔ فاطمہ خانم نے اسپر یہ نکتہ دی ہے کہ ان بیچاروں کا کچھ قصور نہیں۔ گائڈ جو کچھ سیاحوں سے کہدیتے ہیں یہ انکو یقین کر لیتے ہیں ہمارے دوست ہو جاتے ہیں اس لئے حرم کی سیر سے محروم رہ گئے تھے انکو بھی گائڈ نے جو کچھ کہدیا تھا۔

غرض یورپ کی تحریروں اور سفرناموں سے میرے سفرنامہ کا مختلف ہونا لازمی بات تھی اگرچہ میں

---

[1] یہ ایک نہایت معزز اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں عربی فارسی و ترکی کے علاوہ (جو ان کی مادری زبان ہے) فرنچ زبان نہایت عمدہ جانتی ہیں یورپ کو ترکی خاتونوں کی نسبت جس قسم کی غلط معلومات حاصل ہیں ان کی اصلاح کے لئے انہوں نے ناول کے طور پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام نساء المسلمین ہے۔ یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہو گئی ہے اور امریکہ کی نمائش میں پیش ہو کر مدال انعام سے انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا ہے۔ اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا۔ اور محمڈن ایجوکیشنل علی گڈہ میں چھپا ہے مصنف با تجبر۔

اختلاف کے اسباب کے بیان کرنے میں اسقدر طول دینا ہے کہ بجائے خود ایک مستقل مضمون بنجائے موزوں نتھا
ٹرکی کے سفر سے جو اثر میرے دل پر ہوا اُس کا بیان ظاہر کرنا چنداں ضرور نہیں، اس سفرنامہ کے پڑھنے سے خود بخود
پتہ لگ سکتا ہے۔ البتہ اسقدر کہنا ضرور ہے کہ سلطنت کی حیثیت سے اگر قطع نظر کیجائے تو مسلمانوں کی حالت وہاں
بھی کچھ زیادہ مسرت اور اطمینان کے قابل نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بہت سی باتوں میں ہندوستان کے مسلمانوں
کے قریب قریب ہے۔ صنعت سے اُنکو کچھ واسطہ نہیں، تجارت میں اُن کا بہت کم حصہ ہے، معمولی دکاندار تک یہودی
یا عیسائی ہیں، پرانی تعلیم نہایت ابتر ہے اور ہوتی جاتی ہے، نئی تعلیم کے متعلق جوش کا جو حال یہاں ہے وہاں بھی ہے
پرانی تہذیب اور نئی تہذیب میں ابھی تک رقابت ہے اور دونوں سے ملکر کوئی مرکب مزاج پیدا نہیں ہوا ہے
پرانے خیال والے ابھی تک زمانہ کی رفتار سے بیخبر ہیں، نئے مذاق کے لوگ جسقدر کہتے ہیں کرتے نہیں۔
ہمت، غیرت، جوش، عزم، استقلال کے بجائے کل قوم پر (من حیث الاغلب) افسردگی سی چھائی ہوئی ہے۔ جو
شخص جس حال میں ہے اُسی پر قانع ہے، موجودہ حالت تو یہ ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ۔

سفر کا ارادہ اور آغاز

سفر کے ارادہ کا سبب

جس زمانہ میں مجھکو ہیروز آف اسلام کا خیال پیدا ہوا اُسی وقت یہ خیال بھی آیا کہ ہمارے ملک میں
جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس مقصد کے لئے کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا یہی خیال تھا جس نے اول
اول اس سفر کی تحریک دل میں پیدا کی کیونکہ یہ یقین تھا کہ مصر و روم میں اسلامی تصنیفات کا جو بقیہ رہ گیا ہے
اُن سے ایک ایسا سلسلہ تالیف ضرور تیار ہو سکتا ہے۔

اگرچہ یہ عزم مستقل ہوچکا تھا لیکن چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی۔ یہانتک کہ رفتہ رفتہ اسباب نا امیدی
سی پیدا ہوگئی اور وہ عزم ایک ضعیف سا خیال رہ گیا۔ گذشتہ سال عجیب اتفاقی طور پر اس ارادہ کو تحریک اور
تحریک کے ساتھ تکمیل ہوئی۔ پچھلے سال میں اکثر بیمار رہا۔ یہانتک کہ علاج سے تنگ آکر تبدیل آب و ہوا کا
ارادہ کیا۔ چنانچہ مکان وغیرہ کے بندوبست کے لئے الموڑہ اور کشمیر میں دوستوں کو خط لکھے اسی اثنا میں
معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ جو مدرسۃ العلوم کے پروفیسر فلاسفی اور میرے استاد ہیں (میں نے اُن سے فرنچ زبان
سیکھی ہے) آج کل ولایت جانے والے ہیں۔ دفعۃً خیال آیا کہ مصر و روم کا سفر، آب و ہوا کی تبدیل، مسٹر آرنلڈ
کا ساتھ۔ اتفاق سے یہ سامان جمع ہو گئے ہیں، اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے چنانچہ اُسی وقت
صاحب موصوف کے پاس گیا کہ میں بھی آپکے ساتھ چلتا ہوں، انہوں نے نہایت خوشی ظاہر کی اور فرمایا
کہ جہاں تک ممکن ہے سفر کے ضروری کاموں میں ہم کو کافی مدد دونگا۔

اس وقت جہاز کی روانگی میں صرف تین چار روز باقی تھے احباب اور اعزہ نے سنا تو سخت متعجب ہوئے
اور اکثروں نے سمجھایا کہ اس جلدی اور بے سروسامانی کے ساتھ اتنا بڑا لمبا سفر کوئی دانشمندی کی بات
نہیں سچ کہا ہے ع ہرچہ بادا باد من کشتی در آب انداختم۔
کالج میں گرمیوں کی تعطیل معمولاً تین مہینے کی ہوا کرتی ہے۔ مدت ملازمت کے لحاظ سے مجھکو تین
مہینے کی پیپوریو رخصت کا حق تھا اس طرح دونوں کو ملا کر چھ مہینے کی رخصت مل گئی۔ اور ۲۶ اپریل ۱۸۹۲ء کو
میں علی گڈھ سے چل کھڑا ہوا مسٹر آرنلڈ اپنے ایک دوست سے ملنے کے لئے ایک دو دن پہلے جہانسی روانہ
ہوگئے تھے۔ جہانسی کے اسٹیشن سے اُن کا ساتھ ہوا اور تمام راہ بڑے لطف و مسرت سے کٹی۔ مسٹر آرنلڈ
نے حاجی رحمت اللہ ابن داؤد کو جو بمبئی کے ایک معزز اور روشن ضمیر تاجر ہیں خط کے ذریعہ سے اپنے آنے کی
اطلاع دیدی تھی جس میں میری معیت کا بھی ذکر تھا چونکہ اتفاقاً ہمارے پہلے انتظام میں کسیقدر تبدیلی ہوگئی
ہم لوگ تاریخ معینہ کے دو دن بعد بمبئی پہنچے مسٹر آرنلڈ میرا اور اپنا اسباب لیکر واٹسن ہوٹل کو گئے میں بازار
میں پھر رہا تھا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تم حاجی رحمت اللہ کو جانتے ہو۔ بولا کہ آپ
مولوی شبلی تو نہیں ہیں میں اُس کے اس تفرس پر جو کشف سے کم نہ تھا حیرت زدہ ہوگیا۔ اُس نے کہا ہم دو دن سے
آپکے لئے حیران ہو رہے ہیں چلئے حاجی صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے مسٹر آرنلڈ کو بھی
ہوٹل سے بلا لیا اور ہم دونوں اُن کے باغ میں ٹھہرے۔
جس روز ہم بمبئی پہونچے اُسکے دوسرے دن ہمارا جہاز روانہ ہونیوالا تھا۔ اس لئے ہم نے اپنا تمام وقت
سفر کے ضروری کاموں میں صرف کیا اور بمبئی میں جو اسلامی مدرسے اور انجمنیں ہیں اُن کی سیر نہ کرسکے کمپنی کی
معرفت جہاز کا ٹکٹ لیا جس جہاز پر ہم جانے والے تھے اُس کا کرایہ بمبئی سے پورٹ سعید تک سکنڈ کلاس کا
۲۱ پونڈ تھا۔ میں نے سخت غلطی کی کہ ریٹرن ٹکٹ نہیں لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واپسی کے وقت پورٹ سعید سے بمبئی
کے لئے ۱۵ پونڈ یعنی ساڑھے ۵ دینے پڑے۔ پہلی مئی کو صبح ۹ بجے ہم جہاز پر سوار ہوئے قریباً بارہ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا
اور ہم نے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا پڑھکر ہندوستان کو خدا حافظ کہا۔ سکنڈ کلاس میں قریباً پانچ مسافر تھے اور عجیب اتفاق
تھا کہ سب مختلف نسل سے تھے یعنی ایک مسلمان ایک انگریز ایک پارسی۔ ایک اٹلین ایک سیامی۔
جہاز کی حرکت اول اول تو چنداں ناگوار نہیں معلوم ہوئی لیکن شام کے قریب طبیعت متغیر ہونی شروع ہوئی
رات کا کھانا کھا کر سو رہے صبح کو آنکھ کھلی تو عجیب کیفیت تھی۔ دوران سر اور متلی کی ایسی سخت تکلیف تھی جو
کسی طرح بیان میں نہیں آسکتی۔ دو دن تک غشی کی سی حالت رہی۔ جہاز کا ملازم کبھی کبھی چار بسکٹ
نارنگیاں لاتا تھا کہ کچھ کھا لو لیکن ان چیزوں کے دیکھنے سے ابکائی آتی تھی مسٹر آرنلڈ چاے پی لیا کرتے تھے

سمندر کی ہوا

اگرچہ ہضم نہیں ہوتی تھی لیکن قے کرنے سے طبیعت ہلکی ہو جاتی تھی آخر اصرار سے میں نے بھی دو ایک بار چائے پی تھی کی اور فائدہ محسوس ہوا تیسرے دن ہم سب اچھے بھلے ہو گئے ہم سنا کرتے تھے کہ سمندر کی ہوا تندرستی کے لئے نہایت مفید ہے درحقیقت جہاز کا سفر سوداوی مزاج کا ایک علاج ہے میں سوار ہونے کے وقت تک ضعیف اور مضمحل تھا لیکن روز بروز چاق و چست ہوتا گیا طبیعت کو ہر وقت نشاط رہتا تھا اور بھوک خوب لگتی تھی ہم لوگوں کو پانچ وقت کھانا ملتا تھا یعنی صبح کو آٹھ بجے چائے، دودھ، بسکٹ۔ گیارہ بجے معمولی کھانا جس میں متعدد قسم کے سالن ہوتے تھے ایک بجے ٹفن، پانچ بجے ڈنر جس میں معمولی گوشت کے علاوہ مرغ، انڈے، کبوتر ہر قسم کی پڈنگ تر اور خشک میوے ہوتے تھے کبھی کبھی برف کی قلفیاں بھی ہوتی تھیں رات کو ۹ بجے چائے اور غرض ہر وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور سب ہضم ہو جاتا تھا۔

میں تمام دن دریا کے سیر و تماشے میں مشغول رہتا تھا مسٹر آرنلڈ نے عربی پڑھنی شروع کر دی تھی ہمارے ساتھ جو اسپین کا عیسائی تھا مسٹر آرنلڈ کے عربی پڑھنے سے جلتا تھا۔ اکثر انکے پاس آتا اور تحقیر سے عربی حرفوں کو نہایت برے لہجے سے ادا کرتا اور کہتا تھا کہ یہ زبان اونٹوں کی زبان ہے اگرچہ مجھکو اسکی ان حرکتوں سے رنج ہوتا تھا لیکن جو قوم ایک مدت تک ذلت کے ساتھ عرب کی زیر دست رہ چکی تھی عرب اور عربی زبان کے ساتھ اس کا یہ سلوک بیجا نہ تھا۔

پرند جانور ذبح نہیں کئے جاتے تھے

چونکہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جہاز پر پرند جانور ذبح نہیں کئے جاتے اور مولوی مسیح اللہ خانصاحب نے اپنے سفرنامے میں تجربہ سے اس کی تصدیق بھی کی ہے میں نے دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا۔ مسٹر آرنلڈ نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں خنقہ حرام ہے بولے کہ اس جہاز پر پرند جانور ذبح کئے جاتے ہیں گردن مروڑ کر مارے نہیں جاتے چونکہ شرعاً ان کی تنہا شہادت کافی نہ تھی میں خود گیا اور اس کی تحقیق کی۔ ذبح کرنے والا عیسائی تھا۔ وہ ذبح کرنے کے وقت کچھ پڑھتا نہ تھا صرف گردن پر چھری پھیر دیتا تھا۔ اگرچہ حنفیوں کے یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کے لئے میں شافعی بن گیا تھا جن کے یہاں ہر طرح کا ذبیحہ جائز ہے۔

جہاز پر مسٹر آرنلڈ میں وہ آرنلڈ نہیں رہے تھے جو علی گڑھ میں تھے۔ نہ وہ متانت تھی نہ وہ کم آمیزی کہ ہر ہنسی مذاق کیا کرتے کھیل کھیلتے اور جہاز کی چھت پر اچھلتے کودتے چلتے میں نے حالات سفر کے متعلق ایک قصیدہ لکھنا شروع کر دیا تھا اور درحقیقت سمندر کی فضا کچھ ایسی پر نشاط اور انگیز ہے کہ موزوں طبع آدمی جہاز کے سفر میں خواہ مخواہ گنگنا اٹھتا ہے

یہ جہاز مئی ۱۸۹۲ء کو عدن پہنچا اور کنارے سے کسی قدر فاصلہ پر لنگر انداز ہوا عدن میں بڑی دلچسپی یہ ہے کہ وہاں کی وحشی قوم کے بچے ڈونگیوں پر سوار جہاز کے قریب آتے ہیں اور جہاز والوں سے انعام لینے کے لئے عجیب عجیب کرتب

کرتے ہیں۔ کچھ ناچتے ہیں گاتے ہیں کچھ آپس میں ملکر چند بے معنی الفاظ کہتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں بڑا کمال یہ ہے کہ لوگ دونی چونی پیسے۔ جو کچھ ان کو انعام دینا چاہتے ہیں سمندر میں پھینکدیتے ہیں اور وہ غوطے مارکر نکال لاتے ہیں اکثر انگریز تماشے میں مشغول تھے اور برنارڈ کو بھی اس میں مزہ آتا تھا لیکن میری کچھ اور حالت تھی چونکہ غلطی سے میرا یہ خیال تھا کہ یہاں عموماً عرب آباد ہیں اسلئے طبعی بات تھی کہ میں ان کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا لیکن وہ انعام لینے کے لئے ایسی بیہودہ اور ناموزوں اور حقیر حرکات کرتے تھے کہ کسی طرح طبیعت کو گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ غیرت ہوتی تھی۔ عرب کی یہ حالت ہو کہ غیروں کے سامنے اس قسم کی حرکات سے انکو شرم نہیں آتی۔ ان خیالات سے بے اختیار میرا دل بھر آتا یہاں تک کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے اختیار زبان سے نکلا کہ قم یا عم آ زنان بر پاس رقت۔ میری تغیر حالت پر ان کو خیال ہوا۔ میں نے دل کی کیفیت اور اسکا سبب بیان کیا۔ ایک بار انگلستان نے میری طرف دیکھا اور چپ ہو رہے۔ شہر میں جاکر جب میں نے تحقیق کی اور تمام باتوں سے ثابت ہو گیا کہ شمالی قوم عرب نہیں ہے تو مجھکو کسی قدر تسکین ہوئی۔ یہی غصہ اور رنج تھا جس کی وجہ سے میں نے قصیدہ سفریہ میں اس قوم کی سخت ہجو کی ہے اور درحقیقت وہ اس کے مستحق ہیں۔

چونکہ وقت کم تھا اس لئے میں شہر کے اندرونی حصے کو نہ دیکھ سکا۔ ہندوستان کو خط روانہ کئے ایک خط کے سرنامہ پر یہ اشعار لکھے جو اسی وقت موزوں ہوئے تھے ؎

چوں سفر کردم بعزم ایں سفر از روئے عزم	دشمن و ہم دوست را در پیچ و تاب انداختیم
ہر کسی را لب بگفت آمد کہ حاصل چیست نیست	تا چہ خود را با ہمیں سال و رنج و تاب انداختیم
ہر یکے پندم ہمی داد و ہمی گفتے کہ من	زیں سخن از عارض معنی نقاب انداختیم
چوں بہ صحبت را زجا بیرون گفتم بس کشید	ہرچہ با او باد من کشتی در آب انداختیم

عدن کی زبان ~ عدن کی زبان عموماً عربی ہے اور پارسی۔ ہندو۔ بنگالی جو تجارت یا نوکری کے ذریعہ سے یہاں رہتے ہیں بے تکلف عربی بولتے ہیں۔ چونکہ میں نے کبھی کبھی ہندوؤں کی زبان سے اس مقدس زبان کے الفاظ نہیں سنے تھے بنیوں اور بقالوں کو اپنی طرح ناشی بولتے دیکھکر عجیب مزہ آتا تھا۔ یہاں کی زبان گو عربی ہے لیکن نہایت بیہودہ اور غیر فصیح ہے۔ اگرچہ آجکل تمام ان ملکوں میں جہاں عربی بولی جاتی ہے۔ قدیم عربی نہیں۔ لیکن عدن کی زبان سب سے نرالی ہے دو چار معمولی الفاظ کے سوا میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔ غالباً یہاں کی زبان ایک مدت سے انیسویں کے اختلاط سے خراب ہوتے ہوتے اس حالت کو پہنچی ہے۔ علامہ مقدسی جو عرب کا ایک نامور سیاح گذرا ہے اور جس نے چوتھی صدی کے آغاز

ہیں دنیا کا سفر کیا تھا اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے کہ عدن میں جو قومیں بستی ہیں اُن میں زیادہ اہل فارس ہیں"
علامہ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں عموماً جیم کے بجائے کاف بولتے ہیں اور جلابیہ کے بجائے رجلبیہ
وعلی ہذا ۔ جب علامہ موصوف کے عہد میں یہ حال تھا تو مرہٹوں اور گجراتیوں کے اختلاط کے بعد یہاں
کی زبان کی نسبت کیا شک کا بہت ہو سکتی ہے۔

عدن میں ایک جرمنی ہمارے جہاز پر سوار ہوا جو جرمن کے مشہور عجائب خانہ کا ملازم ہے اور مدت تک
ان اطراف میں رہکر یورپ کو واپس جا رہا ہے سیاحی و تجارت کی بدولت وہ متعدد زبانوں میں بے تکلف
بات چیت کر سکتا ہے جب وہ جہاز کے افسروں سے اٹالین میں آرنلڈ سے انگریزی میں مجھ سے عربی میں
گفتگو کرتا تھا تو مجھکو سخت تعجب اور رشک ہوتا تھا کھانے کی میز پر جب ہم سب جمع ہوتے تھے تو یہی ایک
شخص تھا جو سب کا ترجمان بنتا تھا۔ اس نے عرب و افریقہ کے جنگلوں سے بہت سے عجیب و غریب جانور
بہم پہنچائے ہیں ایک بڑے پنجرے میں افریقہ کے بندر رکھے تھے جنکی ہیئت معمولی بندروں سے کچھ الگ نہ تھی
ان میں زیادہ تر تعجب انگیز بات یہ تھی کہ جب وہ کسی کو اپنی طرف آتا دیکھکر غل مچاتے تھے تو ان کی آواز سے
بعض حروف مفہوم ہوتے تھے میں نے اول خیال کیا کہ ہم لوگ جس طرح مثلاً بلی کی آواز کو میاؤں سے تعبیر
کرتے ہیں یہ بھی اُسی قسم کے فرضی الفاظ ہیں لیکن چند بار میں نے غور سے سنا تو صاف ل اور یا کی آواز
محسوس ہوتی تھی۔ یہانتک کہ اگر کوئی شخص بے دیکھے سنتا تو ہرگز خیال نہ کر سکتا کہ یہ بندر کی آواز ہے میں نے
مسٹر آرنلڈ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی غالباً اسی قسم کی مثالوں سے یورپ میں بعض
لوگوں کا خیال پیدا ہوا ہے کہ بندر بھی بول سکتے ہیں چنانچہ مشہور ہے کہ ایک صاحب نے مدت کے تجربے
اور تحقیق کے بعد اس زبان کے چند حروف دریافت کئے ہیں۔

بندروں کی زبان

عدن سے چونکہ دلچسپی کے نئے سامان پیدا ہو گئے تھے اس لئے ہم بڑے لطف سے سفر کر رہے تھے
لیکن دوسرے ہی دن ایک پرخطر واقعہ پیش آیا جس نے تھوڑی دیر تک مجھکو سخت پریشان رکھا۔

۱۰ مئی کی صبح کو میں سوتے سے اُٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا میں نے دیکھا تو واقعی
کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھرتے ہیں اور اس کی درستی کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ انجن بالکل بیکار ہو گیا تھا
اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا میں گھبرایا اور نہایت ناگوار خیالات دل میں آنے
لگے۔ اس اضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا۔ وہ اُس وقت نہایت اطمینان سے
ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے۔ بولے ہاں انجن ٹوٹ گیا ہے میں نے
کہا کہ آپکو کچھ اضطراب نہیں؟ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا کیا موقع ہے؟ فرمایا کہ جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے

تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے اور ایسے قابل قدر وقت کو رائیگاں کرنا بالکل بے عقلی ہے ان کے استقلال اور جرأت سے مجھ کو بھی اطمینان ہوا آٹھ گھنٹے کے بعد انجن درست ہوا اور بدستور چلنے لگا۔

۱۳ مئی کو جہاز سویز پہنچا اور تین چار گھنٹے کے لئے ٹھہرا۔ مصری عرب انجیر۔ کھجور روٹیاں بیچنے کیلئے لائے ان میں سے ایک نے مجھے ہندوستانی خیال کر کے اردو میں باتیں کرنی شروع کیں۔ مجھکو تعجب ہوا اور جب دریافت سے معلوم ہوا کہ اس نے کبھی ہندوستان کی صورت نہیں دیکھی تو اردو کی عالمگیری پر مجھکو اور بھی تعجب ہوا ۱۴ مئی کو ہم پورٹ سعید پہونچے اور نہایت افسوس تھا کہ مجھ کو مسٹر آرنلڈ سے جدا ہونا پڑا بمبئی سے میں نے برنڈزی تک کا ٹکٹ لیا تھا۔ پورٹ سعید پہنچکر یہ خیال ہوا کہ برنڈزی تک آرنلڈ کا ساتھ ہے لیکن وہاں سے قسطنطنیہ تک ایک ہفتہ کا سفر ہے اتنی مدت تک محض اجنبیوں سے سابقہ اور زبان اور ملک کی اجنبیت کی وجہ سے ہر کام میں دقت ہوگی اس خیال کی بنا پر میں نے پہلی اسکیم بالکل بدل دی اور ارادہ کر لیا کہ شام کے راستہ سے قسطنطنیہ جاؤنگا۔

جہاز نے جس وقت لنگر کیا۔ کک کمپنی کا ایک ملازم اپنے مسافروں کی خبرگیری کیلئے جہاز پر آیا جہاز کنارے سے ذرا فاصلہ پر کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے مسافروں کے اتارنے کیلئے کک کمپنی کی طرف سے ایک چھوٹی سی کشتی ہمیشہ تیار رہتی ہے ان بندرگاہوں میں جہاز سے اترنے کے وقت ناتجربہ کار آدمی کو سخت مصیبت پیش آتی ہے۔ جہاز کے لنگر کرنے کے ساتھ قلی اور ملاح ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں اور مسافروں کو سخت پریشان کرتے ہیں۔ ان کے ہجوم شور و غل اور اسباب کی چھینا جھپٹی میں مسافر بالکل بدحواس ہو جاتا ہے ہزار دقت کنارے پر پہنچا تو گھنٹوں کرایہ کی بحث اور تکرار رہتی ہے ان بلاؤں سے محفوظ رہنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کک کمپنی کے ملازموں کے سوا اور کسی سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔

ہم کنارے پر پہونچے تو تھومس نے جو پہلے سے ہمارے انتظار میں کھڑا تھا ہم کو کشتی میں بٹھالیا یہ شخص قوم کا یہودی ہے اور کک کمپنی کی طرف سے مسافروں کی خبرگیری اور ہر قسم کی مدد دینے کیلئے متعین ہے وہ متعدد زبانیں جانتا ہے اور بالخصوص عربی، انگریزی، فرنچ نہایت بے تکلفی سے بول سکتا ہے لطف یہ ہے کہ اردو میں بھی نہایت آسانی سے بات چیت کر سکتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہ چکا ہے ہم اسکے ساتھ اسکے دفتر میں گئے دفتر کا مکان لمبا چوڑا ہے اور میز کرسی سے اچھی طرح آراستہ ہے میز پر ہمیشہ بہت سے اخبارات موجود رہتے ہیں جن میں زیادہ تر جہازوں کے متعلق خبریں اور اشتہارات ہوتے ہیں سب سے پہلے ہم نے اس سے ٹکٹ بدلوانے کی بابت گفتگو کی یعنی یہ کہ اگر ہم یہاں اتر جائیں اور قسطنطنیہ کا نیا ٹکٹ لیں تو جو زائد کرایہ برنڈزی تک کا دے چکے ہیں وہ

مجھ کو مل سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ وہ خود اس کا جواب نہیں دے سکتا تھا کمپنی کے بڑے دفتر میں گیا اور وہاں سے واپس آ کر کہا کہ تم اسی ٹکٹ سے قسطنطنیہ تک جا سکتے ہو صرف دو پونڈ یعنی ۳۲ روپیہ اور دینے ہونگے۔ میں بہت خوش ہوا اور اس کارگزاری کے صلہ میں آٹھ روپیہ اسکی نذر کئے۔ یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ قسطنطنیہ جانے والا جہاز اس وقت تیار تھا ورنہ پندرہ دن تک پورٹ سعید میں ٹھہرنا پڑتا۔

پورٹ سعید

پورٹ سعید ایک چھوٹا سا خوبصورت بندرگاہ ہے۔ آبادی کے دو حصے ہیں جو حصہ دریا سے متصل ہے اس میں عموماً یورپین سوداگر رہتے ہیں اور بہت بڑے بڑے ہوٹل قہوہ خانے اور تھیٹر وغیرہ ہیں۔ ایک قہوہ خانہ عین دریا کے کنارے پر ہے اور بہت ہی پرفضا ہے نہایت ترتیب کے ساتھ سنگ مرمر کے تختے کی چھوٹی چھوٹی میزیں اور ان کے گرد کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ قہوہ، چائے، توس، مکھن ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس حصے میں کثرت سے دکانیں ہیں اور نہایت شاندار اور آراستہ ہیں دوسرے حصہ میں زیادہ تر یہاں کے اصلی باشندے سکونت رکھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ تمام چیزیں نہایت پست حالت میں ہیں۔ ہوٹل کے بجائے بادہ فروشوں کی کثیف دکانیں ہیں۔ اول اول جب میں اس شہر کی سیر کو نکلا تو ہر چیز کو بڑے شوق اور استغراق کی نگاہ سے دیکھتا تھا کیونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے سلطنت اسلام کی آبادی دیکھی۔ حرمین شریفین کی زیارت سے گو اس سے پہلے مشرف ہو چکا تھا لیکن وہ خدا کا ملک ہے اور میں دنیوی سلطنت اور حکومت کا ذکر کر رہا ہوں جب کوئی بلند اور شاندار عمارت دیکھتا تو اس خیال سے خوش ہوتا کہ الحمد للہ ان ملکوں میں مسلمان خوشحال اور دولتمند ہیں لیکن دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوتا کہ کسی یورپین سوداگر کا مکان ہے سارے شہر میں ایک بھی عمدہ دکان یا بلند عمارت کسی مسلمان کی نہیں افسوس ع بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداست۔ البتہ یورپین آبادی کے خاتمہ پر ایک شاہی مسجد ہے اور وہ بہت پر رفعت اور شاندار ہے۔

تھوڑی دیر بازار میں پھر پھرا کر قسطنطنیہ جانے والے جہاز پر سوار ہوا ہمبولٹ اور مسٹر آرنلڈ ساتھ تھے چونکہ یہ بیت المقدس کے حج کا زمانہ تھا اس لئے فرسٹ اور سکنڈ دونوں درجے عیسائی حاجیوں سے بھرے ہوئے تھے مسٹر آرنلڈ نے کہا مجھکو ڈر ہے کہ تم کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ لوگ مذہب کے سخت پابند ہیں اور اس لئے ضرور ہے کہ ان میں تعصب ہو تم غیر مذہب غیر قوم ہو۔ تمہاری معیت انکو کیونکر گوارا ہوگی لیکن مجھکو تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ کا خیال صحیح نہ تھا وہ لوگ پابند مذہب تھے لیکن فرنچ اور اٹالین تھے انگریز نہ تھے اس لئے کم آمیزی اور رفاقت ممنوع کا اعتبار جو فاتح قوم کی مخصوص خصلتیں ہیں ان میں بالکل نہ تھیں مسٹر آرنلڈ تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہو گئے میں نے ان کو خدا حافظ کہا اور ساتھ ہی یہ

فکر پیدا ہوئی کہ دیکھئے تنہائی میں اب کیونکر گزرتی ہے۔

۵ / مئی کو جہاز یافہ پہونچا ہمارے اکثر یورپین ہمسفر یہاں اتر گئے بیت المقدس یہاں سے صرف رات بھر کا راستہ ہے چونکہ وقت کم تھا اس لئے یہاں اتر نہ سکا۔

۱۶ / مئی کو بیروت پہونچے۔ یہاں جہاز عموماً دوپہر سے کم نہیں ٹھہرتا چونکہ یہ ایک تاریخی مقام ہے اور نہایت قدیم شہر ہے اس لئے میں اس کے دیکھنے کا بہت شائق تھا کنارے پر پہنچکر بڑی دقت پیش آئی کہ وہاں تذکرہ یعنی پروانہ راہداری کے بغیر کسی کو اترنے نہیں دیتے تھے ہندوستان سے اس عجلت میں چلا تھا کہ پاسپورٹ لینے کا موقع نہیں مل سکا تھا پہلے تو میں بہت گھبرایا کہ افسوس یہ سیر مفت میں رہی جاتی ہے لیکن پھر خیال آیا۔ اور میں نے اُن لوگوں سے کہا کہ میں یہاں ٹھیرانا نہیں چاہتا صرف سیر کرنی مقصود ہے ان لوگوں میں سے ایک نے خدا جانے کیونکر سمجھا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں غریب الوطن سمجھکر مہربانی کی اور ایک آدمی ساتھ کردیا کہ یہ تم کو شہر کی سیر کرادیگا چونکہ پہلے سے ارادہ تھا کہ قسطنطنیہ سے واپس آتے ہوئے یہاں دو ایک روز قیام کرونگا۔ اس لئے اس وقت صرف سرسری طور پر بازار وغیرہ کی سیر کی۔ کتابوں کی دکانیں دیکھیں۔ گزرگاہ عام پر ایک قہوہ خانہ تھا تھوڑی دیر تک وہاں ٹھہرا اور راہ چلتوں کا تماشا دیکھتا رہا جب کوئی شخص شان و شوکت کے ساتھ گاڑی یا گھوڑے پر سوار سامنے گزرتا تو میں اپنے رہنما سے پوچھتا کہ کون ہے اور اکثر وہ یہ جواب دیتا کہ "عیسائی"

یہاں سب سے زیادہ مجھکو یہ بات پسند آئی کہ تمام دکاندار اور پیشے والے حتیٰ کہ قلی اور مزدور بھی نہایت باوضع اور پاکیزہ لباس تھے تین چار گھنٹے ادھر اُدھر پھر کر واپس آیا ایک اٹھنی رہنما صاحب کی نذر کی اور اُن سے رخصت ہو کر جہاز پہ پہونچا۔

پورٹ سعید سے سفر کی حالت میں جو تجدد ہوا وہ یہ تھا کہ بمبئی سے پورٹ سعید تک جہاز پر کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہاں پہنچکر دو ایک مسلمان نظر آئے اور بیروت میں تو سارا جہاز شامی عربوں سے بھر گیا بدقسمتی سے فرسٹ اور سکنڈ کلاس کو تو یہ عزت نصیب نہیں ہوئی لیکن تیسرے درجہ میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان تھے میں شروع سفر سے مسلمانوں کی صورت کو ترس گیا تھا یہ مجمع دیکھکر جیسے زیادہ خوشی ہوئی فرسٹ کلاس کی چھت نہایت صاف اور پرفضا جگہ تھی اور میں اکثر وہیں بیٹھکر دریا کی سیر کیا کرتا تھا لیکن جب یہ صحبت نصیب ہوئی تو میں نے بھول کر بھی اُدھر قدم نہیں رکھا۔

اوّل اوّل مجھکو اُن لوگوں سے میل جول پیدا کرنے میں سخت دقت پیش آئی یہ لوگ چھت پر جا بجا پھیلے ہوئے تھے اور دو دو چار چار آدمیوں کی الگ الگ جماعتیں تھیں میں بڑے شوق سے اُنکے

پاس گیا لیکن وہ مطلقاً متوجہ نہ ہوئے جس شخص کے پاس کھڑا ہوا - اُس نے ایک بار آنکھ اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور گردن نیچی کر لی - مجھکو اس بداخلاقی پر سخت تعجب ہوا دل میں کہتا تھا کہ عربوں کی مہمان نوازی کی یہ کچھ تعریفیں سُنی تھیں ! اُنکو تو بات چیت میں بھی مضائقہ ہے - ان میں مدرسہ حربیہ کے چند طلبا تھے جو رخصت لیکر وطن پر آئے تھے اور قسطنطنیہ جا رہے تھے وہ کبھی دل بہلانے کیلئے دیوان پڑھا کرتے تھے میں نے خیال کیا کہ ہم فنی کے ذریعہ سے تعارف پیدا کروں - چنانچہ اُن کے پاس گیا اور دخل در معقولات کے طور پر اپنی مولویت اور علمیت جتانی شروع کی وہ اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے میں اپنا سا منہ لیکر چلا آیا لیکن مجھکو یقین تھا کہ اس واقعہ کا ضرور کوئی خاص سبب ہے اتفاقاً ایک موقع پر ایک شخص نے میرا مذہب پوچھا میں نے کہا "اسلام" بولا - "لا واللہ ہذا طربوش اسلام یعنے ہرگز نہیں مسلمان بھی ایسی ٹوپی اوڑھتے ہیں" بدقسمتی سے میرے سر پر ایرانی ٹوپی تھی اور اس وجہ سے تمام عرب مجھکو شیعی سمجھتے تھے یہ معما جب حل ہوا تو میں نے اُن لوگوں کے دل سے اس بدگمانی کو رفع کر دیا اور پھر وہ ایسے شیر و شکر ہوئے کہ ایک دم کو مجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے - مدرسہ حربیہ کے طلبا سے زیادہ صحبت رہتی تھی قسطنطنیہ کے متعلق میں نے بہت سی ضروری باتیں اُن سے دریافت کیں درحقیقت ان معلومات سے مجھکو بہت فائدہ ہوا

اس بات کا اثر کہ اب ہم اسلامی دنیا میں ہیں جہاز پر بھی محسوس ہوتا تھا بمبئی سے سوئز تک تھرڈ کلاس کے مسافروں کے ساتھ قلیوں کی طرح برتاؤ کیا جاتا تھا لیکن ان ممالک میں یہ حالت بالکل بدل گئی - جہاز افسر اور ملازم جو عموماً یورپین ہیں ان مسافروں کو دل میں جو کچھ سمجھتے ہوں لیکن ظاہر میں اُن کے کوئی بُرا برتاؤ نہیں کر سکتے تھے - متعدد موقعے پیش آئے جن میں میں نے دیکھا کہ زیادتی مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوتی تھی لیکن افسران جہاز کو اغماض کرنا پڑتا تھا -

سائپرس

۱۷ مئی کو جہاز سائپرس[1] پہونچا یہ ایک مختصر سا جزیرہ ہے جو بحر روم میں واقع ہے اور جس کو عربی میں قبرس کہتے ہیں یہ جزیرہ اسلام کی قدیم فتوحات کی یادگار ہے حضرت عثمان رضی کے زمانے میں ۲۷ھ میں امیر معاویہ رضی نے اسپر حملہ کیا شہر والوں نے اس پر صلح کی کہ جس طرح ہم سلطنت روم کو خراج دیتے ہیں تمکو بھی سات ہزار دو سو دینار سالانہ دیا کرینگے - اور ہم میں اور رومیوں میں کبھی جنگ ہوگی تو ہمکو کسی سے واسطہ نہ ہوگا امیر معاویہ رضی نے یہ شرط قبول کر لی لیکن ۳۲ھ میں اُن لوگوں نے خلاف عہد مسلمانوں کے مقابلے میں رومیوں کو مدد دی امیر موصوف نے پانسو کشتیوں کے بیڑے کے ساتھ دوبارہ چڑھائی کی اور تمام

[1] جغرافیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس جزیرہ میں نو صوبے بارہ شہر آٹھ سو پانچ گاؤں اور دس لاکھ باشندے تھے ترکوں نے ۱۵۷۱ء میں اسپر قبضہ کیا اب باشندے ستر ہزار رہ گئے ہیں لنڈکہ کی شراب نہایت مشہور ہے اور حریر بھی عمدہ ہوتا ہے ۱۲

آسانی سے فتح کر لیا۔ تاہم تعداد خراج اور صلح کی شرطیں وہی رہنے دیں اُن کے حکم سے بارہ ہزار عرب
وہاں جا کر آباد ہوئے اور مکانات اور مسجدیں تعمیر کیں ایک مدت کے بعد یہ جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا
اور کئی بار فتح ہو ہو کر پھر نکل گیا۔ سب سے اخیر ترکوں نے سنہ ۱۵۷۱ء میں عیسائیوں سے واپس لیا اور اب تک
ان ہی کے قبضہ میں تھا۔ روم و روس کی اخیر جنگ میں انگریزوں نے اس شرط پر لیا کہ سالانہ خراج جو
سلطان کو ملتا تھا اب بھی ملتا رہے گا۔ چنانچہ اب وہاں انگریزی حکومت اور انگریزی انتظام ہے۔

اس جزیرہ میں لرنکہ اور لماسول دو بڑے بڑے شہر ہیں اور دونوں جگہ تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے
جہاز لنگر کرتا ہے۔ میں نے لماسول کی سیر کی۔ چونکہ یہاں انگریزی حکومت ہے اس لئے راہداری کے پروانہ
کی پرسش و چونہ تھی۔ میں شہر میں داخل ہوا تو میرے سر پر ایرانی ٹوپی اور بدن میں شیروانی چکن تھی۔ غالباً
وہاں کے لوگوں نے یہ وضع کبھی دیکھی نہ تھی۔ میں جدھر سے گزرتا لوگ تعجب سے دیکھتے اور کہیں کھڑا ہوتا تو
تماشائیوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ سب سے پہلے میں جامع مسجد میں گیا۔ مسجد کے متصل ایک مکتب ہے وہاں
ایک مولوی صاحب جو نہایت باوقار اور خوش لباس تھے ابتدائی صفوں کو درس دے رہے تھے میں نے
سلام علیک کی وہ کھڑے ہو گئے اور نہایت مہربانی سے سلام کا جواب دیکر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکے پاس ہی
بیٹھے ہوئے تھے میں بھی اُن کے برابر بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب کے اشارے سے ایک لڑکے نے قرآن مجید کی
چند آیتیں پڑھیں میرے دل پر عجیب اثر ہوا۔ خیال آتا تھا کہ کہاں وہ حجاز کا ریگستان! کہاں بحر روم کے
دور و دراز جزیرے! اس مقدس کلام و قرآن میں کیا تاثیر تھی کہ مشرق سے مغرب تک اُسکی قوت یکسر دوڑ گئی
اور اب تک باقی ہے وہ معصوم لڑکا خوش لحن بھی تھا اور اصول قرأت کے مطابق پڑھتا تھا۔ اتفاق سے آیتیں
بھی موثر تھیں۔ ان باتوں نے مجھکو بالکل مدہوش کر دیا اور دیر تک ایک عجیب حالت طاری رہی۔

اگرچہ بارہ سولہ برس سے انگریز یہاں حکومت کر رہے ہیں لیکن حکمت عملی کے لحاظ سے طرز انتظام میں
بہت سی قدیم باتیں قائم رکھی ہیں۔ محکمہ قضا بالکل الگ ہے اور شرعی مقدمات سے حکومت انگریزی کو کچھ
واسطہ نہیں۔ اتفاق سے مجکو قاضی صاحب سے بھی نیاز حاصل ہوا نہایت خلیق اور باوقار آدمی ہیں تعلیم کا طریقہ
بالکل ترکی انتظام کے موافق ہے۔ تمام مکتبوں اور مدرسوں میں ترکی سررشتہ تعلیم کی کتابیں پڑھائی جاتی
ہیں جس مکتب کا میں نے ابھی ذکر کیا اُس میں قرآن مجید فقہ کا ابتدائی رسالہ تاریخ جغرافیہ درس میں داخل
ہے اور تعلیم نہایت خوبی سے ہوتی ہے قسطنطنیہ سے واپسی کے وقت بھی میں اس مکتب میں گیا تھا۔
صبح کا وقت تھا اور مدرس صاحب اسوقت تک تشریف نہیں لا چکے تھے۔ دو تین لڑکے موجود تھے وہ نہایت
ادب اور خوش اخلاقی سے پیش آئے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ آپکا وطن کہاں ہے؟ میں نے کہا ہندوستان۔

بولا "ہندوستان ایک وسیع ملک ہے خاص شہر کا نام بتائیے" میں نے علی گڑھ کا نام لیا کہنے لگا میں نقشہ میں دیکھتا ہوں کہاں واقع ہے ہندوستان کا نقشہ سامنے آویزاں تھا۔ اس نے ایک سرسری نگاہ ڈالی اور فوراً علی گڑھ پر اُنگلی رکھکر کہا "یہاں ہے" اس کی عمر نو دس برس سے زیادہ نہ تھی اس لئے مجھکو اس کی اس تیزی اور یادداشت پر تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا تمہارا بادشاہ کون ہے کہا "افندم" آفندی ترکی زبان میں جناب و مخدوم کے ہم معنی ہیں اور جب میم متکلم کے ساتھ استعمال کیا جائے تو سمجھو گا اس سے سلطان مراد ہوتے ہیں میں نے کہا "یہاں تو انگریزی حکومت ہے" بولا کہ "ہاں مستاجری کے طور پر لیا اور سالانہ خراج ادا کرتے ہیں" انگریزوں کی حکمت عملی نہایت دانشمندانہ ہے کسی ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو اس تدریج اور آہستگی سے کہ ملک والوں کو انقلاب حکومت کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

یہاں کی زبان ترکی ہے اور یہاں سے قسطنطنیہ تک ہر شہر اور قصبہ کی یہی زبان ہے۔ اس سے ترکوں کی حکومت کی سطوت کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ممالک مفتوحہ کی زبان تک بدل دی۔ ایشیائے کوچک اتنا بڑا وسیع ملک ہے اور کثرت سے عیسائی آبادی ہے جن کی زبان کسی زمانہ میں یونانی یا لاطینی تھی لیکن اب تمام ملک میں ترکی بولی جاتی ہے سیپرس کے مولوی صاحب اور قاضی صاحب جنکا میں نے ذکر کیا اگرچہ عربی بخوبی جانتے تھے لیکن بول نہیں سکتے تھے۔ البتہ معمولی جملے سمجھ لیتے تھے اور اسی سہارے پر میں نے انسے بات چیت کی تھی مجھکو اس قدر قلیل زمانہ میں یہاں کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح اندازہ تو کیا ہو سکتا تھا لیکن ظاہر طور سے قیاس ہوتا تھا کہ اچھی نہیں جس قدر بلند عمارات یا عمدہ دکانیں نظر آئیں دریافت سے معلوم ہوا کہ کل عیسائیوں کی ہیں۔

۱۸ مئی کو جہاز روڈس پہنچا اور فقط چار گھنٹے ٹھیرا۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کی وسعت ہمارے قدیم مورخوں نے ساٹھ میل بیان کی ہے اور جغرافیہ مترجمہ سوسائٹی علی گڑھ میں طول چالیس میل اور عرض بیس میل لکھا ہے۔ یہ بھی قدیم فتوحات میں ہے امیر معاویہ کے عہد میں ۵۳ھ میں فتح ہوا اور اسی وقت بہت سے مسلمان وہاں جاکر آباد ہوئے۔ قدامت کے لحاظ سے میں اس کی سیر کا مشتاق تھا لیکن بدقسمتی سے رات کا وقت تھا اور جہاز والوں میں اور کسی نے میرا ساتھ نہ دیا زیادہ بدقسمتی یہ کہ واپسی کے وقت بھی اتفاق سے ایسے اسباب پیش آئے اور اس کی سیر سے بالکل محروم رہ گیا۔

۲۰ مئی صبح کے وقت ازمیر پہنچے چونکہ یہ ایک بہت بڑا بندرگاہ ہے جہاز دو روز تک یہاں مقیم رہا میں اپنے شامی دوستوں کے ساتھ جہاز سے اترا۔ کنارہ پر وہی تذکرہ راہداری کی بازپرس تھی لیکن ساتھیوں کی بدولت مجھکو چنداں زحمت نہیں ہوئی۔ یہ شہر جسکو انگریزی میں سمرنا کہتے ہیں ایشیائے کوچک کا

صدر مقام ہے۔ اور اس صوبے میں اس سے زیادہ وسیع اور آباد شہر نہیں ہے۔ قدامت اور تاریخی واقعات کے لحاظ سے بھی ایک یادگار مقام ہے۔ ہومر جو یونان کا مشہور شاعر گزرا ہے اور جسکی نسبت یورپ کا خیال ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا شاعر تھا اس کی قبر یہیں ہے۔ سات مقدس گرجے جنکا ذکر انجیل کے سفر رویا میں ہے اُن میں سے ایک اسی شہر میں تھا۔ زمانے کے انقلابات نے اس کو دس دفعہ تباہ و برباد کیا۔ تاہم اس کی موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زائد ہے۔ اطراف کی زمین نہایت سیر حاصل ہے۔ اور خود شہر تجارت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ ہمیشہ بیسیوں دخانی جہاز اور بادبانی بندرگاہ میں موجود رہتے ہیں ریل بھی یہاں جاری ہے اور دو وقت یہاں سے ٹرین بھی روانہ ہوتی ہے۔

اسلامی آثارات بکثرت ہیں۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ مسجدوں کی تعداد تین سو سے کم نہیں جن میں بعض بڑی شان و شوکت کی ہیں۔

جہاز سے ہم اترے تو نہایت بلند اور شاندار عمارتوں کا سلسلہ نظر آیا۔ جو دور تک بخط مستقیم دریا کے کنارے کنارے چلا گیا ہے۔ یہ عمارتیں ہوٹل۔ قہوہ خانے۔ تھیٹر ناچ گھر اور عیسائی تاجروں کی دکانیں ہیں۔ اور نہایت خوش منظر اور پر فضا ہیں۔ رات کے وقت ہمیشہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیاہ یا شادی کی تقریب ہے۔ قہوہ خانوں اور ناچ گھروں کے علاوہ سڑک پر کثرت سے مجمع رہتا ہے اور ہر جگہ نغمہ و سرود کی آواز آتی ہے اس سلسلہ عمارت کے عقب میں عیسائیوں کا محلہ ہے اور اس قدر بلند اور عالیشان عمارتیں ہیں کہ پیرس اور لندن میں بھی نہیں ہیں اس محلہ کے تمام گلی کوچے نہایت صاف اور ہموار ہیں۔

اس محلہ کی سیر سے فارغ ہو کر میں نے شہر کا رخ کیا۔ شہر اگرچہ نہایت پر رونق ہے اور آدمیوں کی کثرت سے ہر وقت ایک میلہ سا معلوم ہوتا ہے لیکن تمام سڑکیں ناہموار و ناصاف ہیں۔ اور گلی کوچوں میں تو تنگ راستہ اور کیچڑ کی وجہ سے راستہ چلنا مشکل ہے حقیقت یہ ہے کہ ان تمام ممالک میں میونسپلٹی کا انتظام نہایت خراب ہے اور حکومت ترکی کے لئے یہ ایک نہایت قابل لحاظ امر ہے چلتے چلتے ہمارے شامی دوستوں کو بھوک لگی اور ایک نان بائی کی دکان پر جا بیٹھے۔ مجھکو اگرچہ اشتہا نہ تھی لیکن ان کے اصرار سے شریک ہوا نان بائی کے لفظ سے ہمارے ناظرین کو ہندوستان کے نان بائیوں اور ان کی ذلیل دکانوں کا خیال آیا ہوگا لیکن یہ قیاس صحیح نہیں۔ یہاں معمولی سے معمولی دکان کی آراستگی کی یہ صورت ہے کہ متعدد چھوٹی چھوٹی میزیں اور ان کے گرد کرسیاں لگی ہیں۔ میزوں پر نہایت صاف چادر بچھی ہوئی ہے۔ دیوار کے ایک کونے میں گھڑی لگی ہے اور اس کے نیچے طشت اور دائیں طرف صابون اور تولیہ رکھا ہے یہ نہایت معمولی دکانوں کی کیفیت ہے۔ اور بڑی بڑی دکانیں جنکو ہوٹل کہا جا سکتا ہے نہایت پر تکلف اور پر شان ہیں لیکن

اس قسم کے جتنے ہوٹل ہیں عموماً عیسائیوں کے ہیں۔

میں نے مدرسوں کی سیر کرنی چاہی۔ لیکن چونکہ جمعہ کا دن تھا۔ تمام مدرسے بند تھے نماز جمعہ جامع حمیدیہ میں پڑھی۔ یہ مسجد پر تکلف اور آراستہ ہے۔ چھت پر طلائی نقش و نگار ہیں۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ صحن کے دونوں طرف دو بڑے بڑے گھنٹے لگے ہیں۔ جن سے اوقات نماز معلوم ہونے کے ساتھ مسجد کی زیبائش بھی ہے ہمارے ہندوستان میں اسکی تقلید کیجاتی تو اچھا ہوتا۔ خطبہ و نماز میں یہاں بعض جدتیں ہیں۔ مگر نہ شریعت میں ان کی کچھ اصل ہے نہ بجائے خود وہ موزوں ہیں خطیب جب خطبہ پڑھتا ہے تو بیچ بیچ میں رکتا جاتا ہے۔ اس وقت چند اشخاص آواز ملاکر کچھ پڑھتے ہیں۔ یہ چپ ہوتے ہیں تو خطیب پھر شروع کرتا ہے اور اس طرح کئی بار اتفاق ہوتا ہے۔ نماز میں عموماً چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں جو تین چار آیتوں سے زیادہ نہیں ہوتیں حالانکہ تمام دنیا میں جمعہ کی نماز میں بڑی سورتوں کے پڑھنے کا دستور ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں کتب خانہ میں گیا یہ کوئی بڑا کتب خانہ نہیں ہے مسجد کے کونے میں ایک چھوٹا سا حجرہ ہے اور کتابوں کی تین چار چھوٹی چھوٹی الماریاں ہیں۔ نماز کے بعد اکثر علماء اور ارباب تصانیف یہاں آکر بیٹھتے ہیں جس وقت میں پہنچا اصحاب ذیل تشریف فرما تھے۔ مولانا مصطفےٰ آفندی امام جامع مسجد و مدرس مدرسہ صبری آفندی مدرس مکتب اعدادی۔ مولانا سعید شکری بک حسنی آفندی سابق مہتمم تعلیمات سلام علیک اور مزاج پرسی کے بعد ایک صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے تھے اگر آپ پسند کریں۔ تو وہ مسئلہ پھر چھیڑا جائے۔ میں نے خوشی سے منظور کیا متعہ کے متعلق بحث تھی اور وہی مشہور شبہ پیش تھا کہ خود حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان حیات تک جاری تھا۔ میں نے کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی اور تمام حاضرین نے اس سے اتفاق کیا یہ لوگ عربی نہیں سمجھتے تھے اس لئے میں فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ان ملکوں میں بحث و مذاکرہ کا یہ طریقہ عموماً رائج ہے۔ اور نہایت شائستہ طریقہ پر ہے۔ اجنبی شخص کو علماء کے گروہ سے ملنے اور ان سے ربط و اختلاط پیدا کرنے کا اس سے زیادہ آسان اور مفید کوئی ذریعہ نہیں بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ مناظرہ نفسانیت اور ترفع کے لحاظ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اثنائے تقریر میں اگر ان کو انداز سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مخاطب اعتراض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تو قصداً دوسرا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں۔ اس قسم کی علمی مجلسیں اس سفر میں میری کامیابی کا بڑا ذریعہ تھیں اور بعض جگہ تو انہیں کی بدولت مجھکو ایسی دشواریوں سے نجات ملی جن سے رہائی کی اور کوئی تدبیر نہ تھی

۱۲ مئی کو شام کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا۔ یہاں سے قسطنطنیہ تک کوئی بڑا اسٹیشن نہیں ہے بعض بعض مقامات پر جہاز تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرا لیکن ہم اتر نہ سکے یہ مقامات زیادہ تر جنگ کی

ضرورتوں کے لئے ہیں اور ہر جگہ کثرت سے جنگی آلات فراہم ہیں چناق قلعہ ایک مقام ہے۔ جہاں نہایت مضبوط قلعہ ہے۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ محمد فاتح نے جب قسطنطنیہ کے فتح کرنیکا عزم کیا تو اسوقت توپیں اور گولے کا عام رواج نہ تھا۔ محمد نے خود توپیں ڈھالیں۔ اور مٹی کا گولا ہوتا یا جن میں سے چند یادگار کے طور پر اب بھی محفوظ ہیں۔ یہ گولے پختہ اور نہایت مضبوط ہیں۔ اور بیان کیا جاتا ہے۔ کہ لوہے کے گولوں سے کم نہیں از ہیر سے قسطنطنیہ تک دریا کے دونوں طرف ایسے محفوظ قلعے اور دمدمے تیار کئے ہیں اور اس کثرت سے سامان جنگ موجود ہے کہ قوی سے قوی سلطنت بھی اس راستے سے دارالسلطنت پر حملہ کرنے کا قصد نہیں کر سکتی یہ تمام قلعے اور دمدمے ہر فاتح کے عہد کے ہیں۔ یہ نامور شہنشاہ جب قسطنطنیہ کی تسخیر کے ارادے سے بڑھا تو راہ میں جابجا جنگی چھاؤنیاں بنوائیں اور قلعے اور دمدمے تیار کرائے لیکن یہ تمام تفصیل لوگوں کی زبانی روایت ہے جسکی تاریخ سے اسکی تصدیق نہیں کی ہے چناق قلعہ سے آگے بڑھکر ہمنے عجیب تماشہ دیکھا جہاز تیزی سے جا رہا تھا۔ کہ دور سے پانی میں ایک فوارہ سا چھوٹتا نظر آیا تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ سامنے سے چار پانچ مچھلیاں جہاز کی طرف دوڑی آرہی ہیں قریب آگئیں تو جہاز کے ساتھ ہولیں ان کا جسم پانی کی سطح سے صاف نظر آتا تھا۔ جہاز اگرچہ نہایت تیزی سے جا رہا تھا لیکن وہ برابر ساتھ ساتھ آتی تھیں کبھی کبھی جب سانس چڑھ جاتی تھی تو بڑے زور سے پھنکار مارتی تھیں اس وقت پانی میں فوارہ سا چھوٹتا نظر آتا تھا قریباً دو تین میل تک جہاز کے ساتھ ساتھ دوڑیں تمام لوگ حیرت سے تماشا دیکھتے تھے۔ بعضوں کو خیال ہوا کہ ان مچھلیوں نے کبھی جہاز کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ اس لئے اسکو کوئی جانور سمجھیں اور مقابلہ کے جوش میں چاہتی تھیں کہ جہاز ان سے بڑھنے نہ پائے واپسی کے وقت بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اور اس وقت دریافت سے معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک دفعہ اتفاق سے یہ مچھلیاں آگئی تھیں اور جہاز کے ملازموں نے ان کے لئے کھانے کی کوئی چیز دریا میں ڈالدی تھی۔ اسی کی طمع پر جب کوئی جہاز ادھر سے گزرتا ہے تو اکثر یہ مچھلیاں آجاتی ہیں اور دور تک جہاز کے ساتھ ساتھ دوڑتی ہیں۔

۲۳ مئی صبح کے وقت قسطنطنیہ پہونچے جہاز نے لنگر کیا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ مجھکو منزل مقصود پر پہنچنے کی نہایت خوشی ہونی چاہیئے تھی لیکن قلیوں اور ملاحوں کے ہنگامے اور شور و غل میں میرے حواس جاتے رہے۔ ملاحوں نے تمام جہاز گھیر لیا۔ ان کے شور و غل اور کشاکش سے ایک ہنگامہ برپا تھا۔ میں نے پہلے سے کچھ طے نہیں کیا تھا۔ اور نہ کر سکتا تھا کہ جہاز سے اتر کر کہاں جاؤں۔ ہوٹل میرے مناسب حال نہ تھا (اس کی وجہ آگے چل کر معلوم ہوگی) اور سراؤں پر ناواقفیت کی وجہ سے اطمینان نہیں ہو سکتا تھا بخت مصیبت یہ ہوئی کہ شامی احباب جن سے ہر قسم کی مدد کی توقع ہو سکتی تھی انکو کالج میں پہونچنے کی

جلدی تھی۔ اس لئے وہ میرا انتظار نہ کر سکے مجکو اکیلا پا کر ملاحوں اور قلیوں نے اور بھی دق کرنا شروع کیا۔ میرا اضطراب اس خیال سے اور بڑھتا جاتا تھا کہ جہاز پر اجنبیت کی وجہ سے یہ وقت ہے تو شہر میں کیا حال ہوگا؟ اس لیت و لعل میں زیادہ دیر ہوتی جاتی تھی۔ اکثر مسافر جہاز سے اتر گئے اور اترتے جاتے تھے۔ آخر خانساماں کو اسباب سپرد کیا اور اس سے کہا کہ میں شہر کی سیر کر کے واپس آتا ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ پہلے شہر میں جا کر قیام کا کچھ انتظام کر آؤں تب اسباب جہاز سے اتاروں۔ شام کے چند عربوں نے ایک کشتی کرایہ کی تھی میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ کنارہ پر تذکرہ کی پرسش و جوہ تھی۔ میں نے انگریزی چٹھیاں دکھائیں لیکن وہ پاسپورٹ مانگتے تھے۔ غرض بہزار دقت رہائی ہوئی۔ اب حیران تھا کہ کہاں جاؤں ایک شامی عیسائی جنکا نام عبدالفتاح تھا کشتی میں تعارف ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ آپ مجکو کوئی معقول طریقہ بتائیں انہوں نے کہا کہ میری حالت بھی تمہارے قریب قریب ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں ساتھ رہیں۔ یہ طریقہ اگرچہ احتیاط کے خلاف تھا لیکن ناواقفیت اور اجنبیت زبان کی وجہ سے مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔ اور سچ پوچھئے تو یہی اتفاق معیت میری تمام کامیابیوں کا دیباچہ تھی۔

یہاں مسافروں کے ٹھہرنے کے چند طریقے ہیں سب سے زیادہ اطمینان اور آرام تو ہوٹلوں میں ہے لیکن اول تو ان کا کرایہ ایک پونڈ یعنی ۱۵ روپے روزانہ سے کم نہیں۔ دوسرے اکثر بلکہ قریباً تمام عمدہ ہوٹل یورپین آبادی میں ہیں جو اسطنبول سے دور ہے اور جامع مسجدیں کتب خانہ مدرسے مکاتب جس قدر ہیں سب اسطنبول میں ہیں۔

ہوٹل کے بعد خانات یعنی سرائیں ہیں لیکن یہ سرائیں ہندوستان سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں یہاں بڑی بڑی سراؤں میں جس قدر کمرے ہوتے ہیں۔ عموماً وسیع اور پرفضا ہوتے ہیں اور ان میں ہر وقت لوازم کا پلنگ۔ تو شک۔ چادر۔ لحاف۔ اور اور ضروری چیزیں مہیا رہتی ہیں ایک ایک کمرے میں کئی کئی پلنگ ہوتے ہیں اور فی پلنگ آٹھ دس آنہ کرایہ ہوتا ہے۔

تیسرا طریقہ کرایہ کے مکانات ہیں یہ مکانات اکثر دو منزلہ سہ منزلہ ہوتے ہیں ہر درجہ میں متعدد کمرے اور ہر کمرے میں میز۔ کرسی۔ کوچ۔ لیمپ فرش پلنگ۔ تو شک۔ تکیہ۔ لحاف۔ مہیا رہتا ہے کرایہ فی کمرہ دس روپیہ ماہوار سے تیس تک ہوتا ہے ان مکانوں کے مالک یا اجارہ دار عموماً عیسائی ہیں۔ وہ خود بھی انہیں مکانوں میں رہتے ہیں اور انکی وجہ سے مسافروں کو بہت کچھ آرام ملتا ہے۔

اگرچہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا کرایہ کا مکان لینا زیادہ آرام دہ طریقہ تھا لیکن میں اور میرے شامی دوست دونوں اس طریقہ سے ناواقف تھے اسلئے ایک خان یعنی سرائے میں جا کر ٹھیرے کہ اصلی انتظام

کی طرف سے اطمینان ہوا تو جہاز پر جا کر اپنا اسباب اٹھوا لایا۔ چھ سات دن تک ہم اس ہوٹل میں رہے۔ پھر باب عالی کے پاس ایک عمدہ مکان کرایہ پر لے لیا۔

خوش قسمتی سے شیخ عبدالفتاح جن کے ساتھ میں نے زبردستی دوستی پیدا کی تھی بڑے معزز خاندان کے آدمی نکلے۔ دمشق میں حضرت خالد نقشبندی ایک بزرگ گزرے ہیں جنکے ساتھ یہاں کے لوگوں کو اس قدر ارادت ہے کہ ان کا نام نہیں لیتے بلکہ حضرت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بزرگ ہمارے خاک ہندوستان کے تربیت یافتہ یعنی حضرت مرزا جان جاناں دہلوی کے مرید تھے۔ شیخ عبدالفتاح انہیں کے پوتے ہیں اور اسی تعلق سے لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ میں شامیوں کا ایک بڑا گروہ ہے۔ دو ہی چار روز میں شیخ عبدالفتاح کی اکثر لوگوں سے شناسائی ہو گئی اور ان کے ذریعے سے مجکو بھی ان لوگوں سے تعارف ہوتا گیا۔

ایک دن شیخ علی ظبیان جن کے والد ایک مشہور صوفی ہیں۔ شیخ عبدالفتاح سے ملنے آئے میں بھی اس وقت موجود تھا۔ اور اتفاق سے رسالہ اسکات المعتدی جو میری قدیم تصنیف ہے اور عربی زبان میں ہے سامنے رکھا ہوا تھا انہوں نے اٹھا کر دیکھا اور کہا آہا یہ رسالہ مدت ہوئی میں نے دمشق میں اپنے شیخ کے پاس دیکھا تھا۔ اور انہوں نے اس کے مصنف کی نسبت کہا تھا شکر اللہ مساعیہ۔ شیخ علی ظبیان کو جب معلوم ہوا کہ وہ رسالہ میری ہی تصنیف ہے تو اٹھکر بڑی گرمجوشی سے ملے اور نہایت لطف و مہربانی سے پیش آئے مجکو اس بات سے کہ میری تصنیف یہاں تک پہنچی اور لوگوں نے اسکو نگاہ قبول سے دیکھا نہایت مسرت ہوئی اور سفر کی کس مپرسی میں اتنا ذریعہ تعارف بہت غنیمت معلوم ہوا شیخ علی ظبیان نوجوان آدمی ہیں فقہ کی تحصیل شیخ عبدالغنی سے کی ہے جو مصنف رد المحتار (مشہور بہ شامی) کے نواسے اور شاگرد تھے اگرچہ ان کو اکثر علوم متداولہ میں دخل ہے۔ لیکن ادب میں زیادہ مہارت ہے ایک غیر منقوطہ قصیدہ سلطان کی مدح میں پیش کیا تھا جس پر ان کو صلہ و انعام بھی عطا ہوا۔ مدت سے درویش پاشا کے مہمان ہیں اور پاشائے موصوف ان کے ساتھ عزیزانہ برتاؤ رکھتے ہیں جہت سے ان کا تعلق روز بروز بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ باوجود بعد مسافت قریباً ہر روز میرے مکان پر تشریف لاتے اور کبھی کبھی تمام دن میرے پاس رہتے۔ شیخ عبدالفتاح چند روز کے بعد دمشق چلے گئے اسوقت تنہائی میں شاید مجکو تکلیف پہنچتی لیکن شیخ علی ظبیان کی غمگساری نے تمام ترددات دل سے دور کر دیے۔ مکان جو میں نے کرایہ پر لیا تھا اگرچہ نہایت خوش فضا اور موزون تھا لیکن چونکہ مکان کا مالک (عارضی) نہایت بدمعاملہ اور آوارہ مزاج تھا چند روز کے بعد میں نے دوسرا مکان کرایہ پر لیا اور تا آخیر وہیں رہا۔ یہاں مکان کی خوبی کے ساتھ بڑا آرام یہ تھا کہ مالک مکان ایک نیک مزاج عورت تھی اگرچہ اس کا مذہب عیسائی

اور قوم کی اٹالین تھی تاہم بقدر ضرورت عربی بول لیتی تھی اور مسلمانوں سے ایک خاص انس رکھتی تھی کھانے پینے کے انتظام کی ہم کو کچھ ضرورت نہ تھی ہوٹل اور دکانیں کثرت سے ہیں اور نہایت مرتب اور پر تکلف ہیں بازار میں کھانا یہاں مطلق عیب نہیں ہیں نے اکثر معزز عہدہ داروں کو ہوٹلوں میں کھاتے دیکھا۔ یہ ہوٹل عموماً عیسائیوں کے ہیں۔ مسلمانوں کی دکانیں بجز اسکے کہ میز کرسی وہاں بھی ہوتی ہے باقی اور باتوں میں ہندوستان کی دکانوں سے مشابہ ہیں۔

جہاز میں جو میں نے قصیدہ لکھنا شروع کیا تھا قسطنطنیہ پہنچکر تمام ہوا۔ اس میں سفر کے حالات کا اجمالی خاکہ ہے۔ اور چونکہ ناظرین تمام حالات کی تفصیل سے واقف ہوکر قصیدہ کے قصہ طلب حوالے بخوبی سمجھ لینگے اور انکو زیادہ لطف و مزہ آئیگا میں اس قصیدہ کو بتمامہ یہاں نقل کرتا ہوں۔

قصیدہ

بہر تکمیل فن و ہم پئے تحصیل عبر
روزگاریست کہ میداشتم آہنگ سفر

فارغ از حج و زیارت چو مرا کرد خدا
خواستم بسوے روم شوم راہ سپر

گرچہ من گرم طلب بودم و بس مستعجل
لیک تاخیر ہمی رفت بفرمان قدر

دیر آں مایہ شد آخر کہ حسوداں گفتند
کہ فلاں جز ہوس خام ندارد در سر

روم گوئی دو سہ گامست کہ ایں خام طمع
بے تکلف بسفر حیست بنبست است کمر

رہ چنیں دور و داز سفر ایں مایہ خطیر
چون میسر شود آں را کہ زورست و نہ زر

من دریں غصہ و غم خون جگر مے خوردم
ناگہاں شاہد مقصود درآمد از در ۶

اتفاقے عجبے گشت مرا عقدہ کشائے
کہ از وہم و گماں نیز نمے داشت خبر

یک دو مہ پیشترک زانکہ زنم کوس رحیل
بودم از زحمت تپ خستہ دل و تفتہ جگر

چون ستوہ آمدم از تپ بدل آمد کہ مرا
چارۂ جز نقل مکاں ہیچ نباشد ایدر

عزم دیرینہ بیاد آمد و گفتم چہ خوش است
کہ بیک حیلہ دو تا کار بر آرد داور

آرنلڈ آنکہ رفیق است و ہم استاد مرا
ہم دریں عرصہ بانگلند ہمی خواست سفر

گفتم ایں حجت و ایں واقعہ نادر افتد
پس بعزم سفر از جائے بجستم مضطر

چون ازیں داعیہ مردم ہمہ آگاہ گشتند
ہم بیاراں و عزیزاں وطن رفت خبر

ہمہ را حیرت بجنبید و بدرو آمد و دل
جملہ گفتند کہ ازیں زحمت بے صرفہ مبر

دل بحیراں منہ و رسم وفنا را مگذار   ورنہ خواہی کہ کشتی پاے ازیں راہ گذر
روزکے چند ہیا ساے و سپش سبازبد   ساز و برگ سفر آں گونہ کہ باشد درخور
با خود از نقد و ہم از امتعہ آں مایہ بگیر   کہ اگر دیر بمانی نبود ہیچ خطر
مصلحت نیست کہ ایں راہ تو تنہا سپری   لاجرم خادمکے نیز بہمراہ ببر
گفتم ایں جملہ کہ گفتید بود عین صلاح   لیک طالب نبود در گرد نفع و ضرر
مرد ایں مرحلہ گامے کہ فرا پیش نہاد   باز پس مے نہ کشد گر ہمہ مرگ آرد بر
الغرض از رمضاں بست و ششم بود کہ من   گرم برخاستم از جائے و شدم راہ سپر
اوفتادم برہ کوہ و بیاباں یک چند   پس بکشتی بنشستم من و یاران دگر
زحمتے صعب کشیدیم بکشتی دو سہ روز   بسکہ از موج بہر لحظہ شدی زیر و زبر
کس نیارست سرش باز گرفت از بالیں   کس نیارست جدا کرد تنش از بستر
نبود مایہ آزار بہ کشتی چیزے   غیر ازیں محنت سہ روزہ کز و نیست مفر
نان خورش بود ز ہر گونہ مہیا را   از کباب برہ و مرغ و مے و نقل شکر
گرچہ من زاں مے پالودہ نیالودم لب   دیگراں لیک علی الزعم زدندے ساغر
ہفتم ماہ مئی چوں برسیدیم عدن   کشتی آسود و بینداخت زمانے لنگر
من فرود آمدم و روے بشہر آوردم   تا خبر جوییم ازیں مملکت از بد و حضر
کوہسار یست کہ ہر چند بلند ست فراخ   لیک از سبزہ و گل نیست در و ہیچ اثر
ہر کجا میگزری ریگ روانست و خزف   ہر طرف مے نگری خارہ سیاہ ست و حجر
گبر و ترسا کہ نزیل اند دریں بقعہ ہمہ   بزبان عربی حرف زنندی یکسر
مردم شہر کہ خود را بہ سمالی نامند   حیوان اند نہ بل از حیوان ہم بدتر
خوار و بدبخت و تبہ کار و سیہ چہرہ و زشت   سفلہ و ممتہن و کج روش و بد گوہر
خویشتن را بہ عرب بستہ و حاشا کہ عرب   ایں چنین خوار و زبوں شان بہ پسندد داور
چوں زباں ہمہ تازی بود و ہمچو عرب   نام شان بستہ بود با لقب جد و پدر
عامیاں در غلط افتند و گماں باز برند   کہ مگر در نسب و نسل ز معد اند و مضر
تخم و ہم ریشہ ایں نخل ز خاک حبش است   نہ دریں جائے ببار آمدہ افشاند ثمر
شاگلہ کشتی ما باز برفتار آمد   تا بیکے ہفتہ گذر کرد بحر الاحمر

به سوی شهر آمد و استاد و چنان زود گذشت
این همان شهر عجیبست که زنیسان کاری
بست فرسنگ و درازست و به پهنا چندان
مردی از اهل فرنسا که سپس نام است
آن خردور بود در آغاز بدعوی برخاست
مردمان مسخره گرفتندش و گفتند که این
از سخنهای بسیار و هم بود که در پورت سعید
درمیان من و آن طرف بیضا و فراق
پهنا جائیست که تا چشم و نگه کار کند
حسد و بینی که برافراشته اینجا رایت
شناگه کشتی ما باز روان گشت و گذشت
من بساحل شدم و مردی از اینها بطلب
شهر ببین جائیست که ناخواسته در بازدوها
موضعی شهر و سپیدی خوش و جای دلکش
گبر و مسلم همه خوش جامه و موزون اندام
جامها شان همه مانند و در زی و لباس
چون برون رفتم ازین جای و ازان چاره نبود
از مینی شناختم ز هم بود که گشتیم روان
این همان جای قدیمیست که در عهد امیر
عالیاد و لت انگلیسیه گرفتش از ترک
مسجد جامع و ایو نگه قبرس دیدم
رودس و سکوبره آید زان پس از میر
من سوی شهر روان گشتم و یک بیکدیدم
فرض آدینه ادا کردم و از بعد نماز
مجلسی از فقها بود در آن جا و بهم

که زگینیت و حالش نشدم هیچ خبر
جز در افسانه پاریس نشنیدیم دگر
که دو والپور توانستند از دگر گذر
زده این نقش و در افسانه جهان گشت شمر
کر تو آن آمدن از عهده این کار بدر
همه ره هست که قرار ندارد باور
ببریدیم و نشستیم به والپور دگر
زانکه راه من و او گشت جدا زین ستبر
زورق و کشتی و والپور بود سرتاسر
هست بینی که در اندافشته آنجا لنگر
از ره یافه ولیکن گرد بسیم و سفر
شهر هم گشت و بهر ناحیه اعم شد رهبر
هر که سوری بدلش دارد درو در ربی بجگر
راه هموار و زمین پاکیه و مکان خوش منظر
خاص و عامی همه گلگون تن زیبا پیکر
هیچ فرقی ز مسلمان نبود تا کافر
پیش میرفتم و بازم بتماشا بود نظر
پس به قبرس برسیدیم بهنگام سحر
سپه رفت بتسخیرش و زد فال ظفر
لیک با صلح شد از یاوری تیغ و تبر
سیر این بقعه مرا این عجب افزود بهر
کشتی استاده به از سیر و شبه بر دل بسر
مسجد و مکتب و بازار و ره کوچه و در
در کتب خانه سلطانیم افتاد گذر
بحثی از متعه بحیره شد و هم از قول بگیر

زاں یکے رو بمن آورد کہ چونی چہ کسے
گفتم از ہندم و از خوان ادب ریزہ ربائے
گفت حالا سخن از سنتہ ہمہ رفت و توہم
من بتاریخ درستئ روم و ستنبان
پیش ازیں از مہر رواں گشتم و در عرض دو سہ روز
مختصر گفتہ ام ایں حرف و توہم میدانی

تا چرا بر زدہ دامن ہمت بکمر
طرفے بہرم از ہر جہت و ہر کشور
گر توانی سخنے گوئے و مقالے آور
لب بہ تحسین بکشاد و پس از بحث و نظر
طے شد ایں راہ و بپایاں برسید ایں سفر
کہ دریں بادیہ بس تنگ بود راہ گذر

ہر کہ جویا بود از حال من و رحلۂ من
بایدش گفت کہ ایں نظم بخواند یکسر

قسطنطنیہ کی اجمالی تاریخ اور مختصر حالات

قبل اس کے کہ میں یہاں کے تفصیلی حالات جدا عنوان سے بیان کروں ضرور ہے کہ نہایت مختصر طور پر اس کی قدیم تاریخ اور اس کے ساتھ اس کی عام موجودہ حالت اجمال کے ساتھ بیان کروں اس شہر کی ابتدائی تاریخ (یعنی جب وہ بزنطائن کے نام سے پکارا جاتا تھا) نہایت قدیم ہے لیکن جس زمانہ سے اس کا نام قسطنطنیہ ہے اسکو بھی کچھ کم عرصہ نہیں گزرا ۳۲۴ء میں قسطنطین اعظم نے اس کی بنیاد ڈالی اور اس وقت سے محمد فاتح کے زمانہ تک وہ قیصران روم کا پایہ تخت رہا انگریزی و حال کے اسلامی جغرافیوں میں بھی اس کا ذکر ہے لیکن ابن بطوطہ کے سوا کوئی اسلامی مصنف معلوم نہیں جس نے اس زمانہ کے واقعات چشم دید لکھے ہوں ابن بطوطہ نے ۷۲۵ھ میں اس شہر کو دیکھا۔ اسوقت یہاں عیسائی حکومت تھی وہ لکھتا ہے کہ یہ نہایت عظیم الشان شہر ہے اور ایک نہر کو حائل ہونے کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا ہے ایک حصہ جو نہر کے مشرقی کنارے پر ہے استنبول کہلاتا ہے اور قیصر روم اور ارکان دولت و امراء اسی حصہ میں رہتے ہیں دوسرا حصہ غلطہ کے نام سے موسوم ہے اس میں عموماً یورپ کے بڑے بڑے تاجر رہتے ہیں جنکو قیصر بزور اپنی اطاعت میں رکھتا ہے ابن بطوطہ نے ان سوداگروں کی وسعت تجارت کی تعریف اور ان کے چھچھلے پن کی ہجو کی ہے وہ لکھتا ہے کہ جب میں اس شہر میں داخل ہوا تو چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے علاوہ قریباً سو بڑے بڑے جہاز موجود تھے لیکن تمام بازار نہایت نجس اور گندے ہیں اور گرجے تک اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں[1] مسلمانوں نے قرن اول ہی میں اسکو حسرت کی نگاہ سے دیکھا تھا چنانچہ سب سے اول جس نے اسکی شہر پناہ کے

۱؎ حاشیہ بصفحہ ۲۶

آہنی دروازے پر تلوار ماری وہ عبداللہ بن عبدالمطلب خلیفہ ولید بن عبدالملک کا سپہ سالار تھا اس کے بعد اور خلفا و سلاطین نے بھی اسپر حملے کئے لیکن قیصران روم کا خاتمہ محمد فاتح کے ہاتھ سے ہونیوالا تھا جس نے ۸۵۷ھ میں اس عظیم الشان دارالسلطنت پر صلیب کے بجائے علم اسلام بلند کیا۔ اس حیرت انگیز معرکہ کی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ عیسائیوں نے بندرگاہ کا راستہ دریا کی طرف سے روک رکھا تھا ترکوں نے باسفورس اور گولڈن ہارن کے درمیان جو سنگلاخ زمین ہے اسپر پانچ کوس تک لکڑی کے تختے بچھا دیئے اور جہازوں کو جن میں پہئے لگا دیئے تھے اسپر چلا کر تمام فوجیں گولڈن ہارن میں اتار دیں اسوقت اس نامور فاتح کی عمر کل ۲۳ برس کی تھی۔ اس فتح کا مادہ تاریخ بلدۂ طیبہ[1] ہے۔

موجودہ حالت

موجودہ حالت یہ ہے کہ بنا نے باسفورس کی شاخ جو دور تک چلی گئی ہے شہر اسکے دونوں جانب کناروں پر آباد ہے اور اس وجہ سے اسکے دو حصے بن گئے ہیں ایک حصہ استنبول کہلاتا ہے اور تمام بڑی بڑی مسجدیں کتب خانے سلاطین کے مقبرے اسی حصہ میں ہیں مسلمانوں کی آبادی بھی کثرت سے یہیں ہے۔ دوسرا حصہ پیرہ سے شروع ہوتا ہے اور اسکے انتہائی جانب پر بشکطاس وغیرہ واقع ہیں جہاں سلطان کا ایوان شاہی اور قصر عدالت ہے پیرہ کے دوسری طرف غلطہ ہے اور چونکہ تمام بڑے بڑے یورپین سوداگر اور سفراے سلطنت یہیں سکونت رکھتے ہیں اسکو یورپین آبادی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

موقع اور منظر کی خوشنمائی

کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی شہر قسطنطنیہ کی برابر خوش منظر نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ منظر کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوشنما ہونا خیال میں بھی نہیں آتا۔ اسی لحاظ سے اسکی بندرگاہ کو انگریزی میں گولڈن ہارن یعنی شاخ زریں کہتے ہیں۔ کہیں کہیں عین دریا کے کنارے سے عمارتوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے عمارتوں کے آگے جو زمین ہے وہ نہایت ہموار اور صاف ہے اسکی سطح سمندر کی سطح کے بالکل برابر ہے اور وہاں عجیب خوشنما منظر پیدا ہو گیا ہے۔

وسعت اور تمدن

شہر کی وسعت اور تمدن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خاص استنبول میں ۵۰۰ جامع مسجدیں ۱۷۱ حمام ۴۳۴ سرائیں ۱۶۴ مدارس قدیم ۵۰۰ مدارس جدید ۱۲ کالج ۵۵ کتب خانے ۳۰۵ خانقاہیں ۴۸ قہوہ خانے ہیں۔ بازار اور رہگذر میں آمد و رفت کی یہ کیفیت ہے کہ ہر قدم پر گھوڑے گاڑیاں بار و دخانی جہاز زیر زمین اندر کی ریل معمولی ریلیں ادھر ادھر دس دس منٹ کے بعد چھوٹتی ہیں ہر وقت چلتی رہتی ہیں اور باوجود اس کے سڑکوں پر پیادہ چلنے والوں کا اسقدر ہجوم رہتا ہے کہ ہر وقت میلہ سا معلوم ہوتا ہے غلطہ اور استنبول کے درمیان جو پل ہے اسپر سے گذرنے کا محصول فی شخص ایک پیسہ ہے اسکی روزانہ

[1] ابن بطوطہ کے بیان کو ہم نے اس لحاظ سے نقل کیا ہے کہ موجودہ حالت سے موازنہ کر سکیں۔

آمدنی پانچ چھ ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے۔

قہوہ خانے — قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہیں میرے تخمینہ میں چار پانچ ہزار سے کم نہ ہونگے بعض بعض نہایت عظیم الشان ہیں جنکی عمارتیں شاہی محل معلوم ہوتی ہیں قہوہ خانوں میں ہمیشہ ہر قسم کے شربت اور چاء اور قہوہ وغیرہ تیار رہتا ہے اکثر قہوہ خانے دریا کے ساحل پر اور بعض عین دریا میں ہیں جن کے لئے لکڑی کا پل بنا ہوا ہے۔ قہوہ خانوں میں روزانہ اخبارات بھی موجود رہتے ہیں۔ لوگ قہوہ پینے جاتے ہیں اور اخبارات دیکھتے جاتے ہیں۔ قسطنطنیہ بلکہ ان تمام ممالک میں قہوہ خانے ضروریات زندگی میں محسوب ہیں میرے عرب احباب جب مجھ سے سنتے تھے کہ ہندوستان میں اس کا رواج نہیں تو تعجب سے کہتے تھے بالتش تسیاون یعنی وہاں لوگ جی کیونکر بہلاتے ہیں۔ ان ملکوں میں دوستوں کے ملنے جلنے اور گرمی صحبت کے موقعے یہی قہوہ خانے ہیں۔

افسوس ہے کہ ہندوستانیوں کو ان باتوں کا ذوق نہیں وہ جانتے ہی نہیں کہ اس قسم کی عام صحبتیں زندگی کی دلچسپی کے لئے کسقدر ضروری ہیں۔ اور طبیعت کی شگفتگی پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے۔ دوستانہ مجلسیں ہمارے ہاں بھی ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی دوست کے مکان پر دو چار احباب کبھی کبھی مل بیٹھتے ہیں لیکن اس طریقے میں دو بڑے نقص ہیں۔ اولاً تو تفریح کے جلسے پر فضا مقامات میں ہونے چاہئیں کہ تازہ اور لطیف ہوا کی وجہ سے صحت بدنی کو فائدہ پہونچے۔ دوسرے سخت خرابی یہ ہے کہ چونکہ یہ جلسے پرائیوٹ جلسے ہوتے ہیں اس لئے ان میں غیبت شکایت اور اس قسم کی لغویات کے سوا اور کوئی تذکرہ نہیں ہوتا بخلاف قہوہ خانوں کے جہاں مجمع عام کی وجہ سے اس قسم کی باتوں کا موقع نہیں مل سکتا قسطنطنیہ اور مصر میں ہمیشہ شام کے وقت دوستوں کے ساتھ قہوہ خانوں میں بیٹھا کرتا تھا لیکن میں نے کبھی اس قسم کے تذکرے نہیں سنے تفریح اور بذلہ سنجی کے سوا وہاں کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔

قسطنطنیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اگر کسی کو یورپین اور ایشیائی تمدن کی تصویر ایک مرقع میں دیکھنی ہو تو یہاں دیکھ سکتا ہے کتب فروشوں کی دوکانوں کی سیر کرو تو ایک طرف ایک وسیع دکان ہے سنگ رخام کا فرش ہے شیشہ کی نہایت خوبصورت الماریاں ہیں کتابیں جو سب مجلد ہیں۔ اور جلدیں بھی معمولی نہیں بلکہ سنہری اور مطلا ہیں مالک دوکان میز کرسی لگائے بیٹھا ہے دو تین کمسن خوش لباس لڑکے ادھر ادھر کام میں لگے ہیں تم نے دوکان میں قدم رکھا ایک لڑکے نے کرسی لا کر سامنے رکھ دی اور کتابوں کی فہرست حوالہ کی قیمت فہرست میں لکھی ہوئی ہے اور جلد بھی چھپی ہوئی کا اہتمام ہے دوسری طرف سڑک کے کنارے چبوترہ پر کتابوں کا ڈھیر لگا ہے زمین کا فرش اور دوکاندار

اسقدر مختصر کہ تین چار آدمی سے زیادہ کی گنجائش نہیں قیمت چکانے میں گھنٹوں کا عرصہ درکار ہے
اسی طرح ہر پیشہ و صنعت کی دکانیں دونوں نمونہ کی موجود ہیں۔ عام صفائی اور زیب و زینت کا بھی یہی حال ہے غلطہ کو دیکھو یورپ کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ دکانیں بلند اور آراستہ سڑکیں صاف اور ہموار کیچڑ اور نجاست کا کہیں نام نہیں۔ بخلاف اس کے استنبول میں جہاں زیادہ تر مسلمانوں کی آبادی ہے اکثر سڑکیں ناصاف اور بعض بعض جگہ اس قدر ناہموار کہ چلنا مشکل۔

اس شہر میں آکر ایک سیاح کے دل میں جو غالباً خیال سب سے پہلے آتا ہوگا وہ یہ ہوگا کہ اس عظیم الشان دار السلطنت کے دو حصوں میں اسقدر اختلاف حالت کیوں ہے چنانچہ میرے دل میں سب سے پہلے یہی خیال آیا میں نے اس کے متعلق بہت کچھ بحث و تفتیش کی۔ باشندوں کے اختلاف حالت کا سبب تو بہت آسانی سے معلوم کر لیا یعنی مسلمانوں کا افلاس اور دوسری قوموں کا تمول لیکن سڑکوں اور گذرگاہوں کی ناہمواری و غلاظت کا بظاہر یہ سبب قرار نہیں پا سکتا تھا اس لئے میں نے ایک معزز ترکی افسر حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ ہماری میونسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہیں۔ بہت سی چیزیں محصول سے معاف ہیں لیکن غلطہ میں یورپین سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں اس لئے میونسپلٹی ان رقموں کو فیاضی سے صرف کر سکتی ہے مجھے خیال ہوا کہ یہی غلطہ ہے جس کی نسبت ابن بطوطہ نے نجاست اور میلے پن کی سخت شکایت کی ہے۔ یا اب انکو صفائی اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے کہ اس کے لئے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ صفائی اور خوش سلیقگی آج کل یورپ کا خمیر بن گیا ہے۔

عمارتوں کی وضع

یہاں کی عمارتیں ہندوستان کی عمارتوں سے بالکل جدا وضع کی ہیں۔ مکانات عموماً سہ منزلہ چہار منزلہ ہیں صحن مطلق نہیں ہوتا عمارتیں تمام لکڑی کی ہیں بڑے بڑے امراء اور پاشاؤں کے محل بھی لکڑی ہی کے ہیں اور یہی سبب ہے کہ یہاں اکثر آگ لگتی ہے کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ خالی نہیں جاتا کہ دو چار گھر آگ سے جلکر تباہ نہ ہوں اور کبھی کبھی تو محلے کے محلے جلکر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں اگرچہ بجھانے کیلئے سلطنت کی طرف سے نہایت اہتمام ہے کئی سو آدمی خاص اس کام پر مقرر ہیں ایک نہایت بلند منارہ بنا ہوا ہے جس پر چند ملازم ہر وقت موجود رہتے ہیں کہ جس وقت کہیں آگ لگتی دیکھیں فوراً خبر کریں۔ اس قسم کے اور بھی چھوٹے چھوٹے منارے جابجا بنے ہوئے ہیں جس وقت کہیں آگ لگتی ہے فوراً توپیں سر ہوتی ہیں۔ اور شہر کے ہر حصے سے آگ بجھانے والے مع تمام آلات کے ساتھ موقع پر پہنچ جاتے ہیں انکو حکم ہے کہ بے تحاشا دوڑتے جائیں یہاں تک کہ اگر کوئی راہ چلتا ان کی جھپٹ میں آکر پس جائے تو کچھ الزام نہیں بعض لوگوں

دریافت کیا کہ پتھر کی عمارتیں کیوں نہیں بنتیں۔ معلوم ہوا کہ سردی کے موسم میں سخت تکلیف ہوتی ہے اور شدت سردی کو نقصان پہنچاتی ہے
آب و ہوا یہاں کی نہایت عمدہ ہے جاڑوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور کبھی کبھی برف بھی گرتی ہے گرمیوں
کا موسم جس کا مجکو خود تجربہ ہوا اس قدر خوشگوار ہے کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ تعجب ہے کہ ہمارے یہاں کے امراء
شملہ اور نینی تال کے بجائے قسطنطنیہ کا سفر کیوں نہیں کرتے۔ پانی پہاڑ سے آتا ہے اور نہایت ہاضم اور خوشگوار ہے

میوہ جات — ہر قسم کے میوے کثرت سے ہیں اور خصوصاً انگور اور خربوزے بے مثل ہوتا ہے لکھنؤ کے خربوزے سے لطافت میں
تو شاید بڑھکر ہوں لیکن شیرینی میں یہاں کے خربوزوں کی برابری نہیں کرسکتے۔ امرود جسکو اہل عرب انجاص
کہتے ہیں عجیب مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ رنگ میں تو نہیں لیکن صورت میں گاجر و مولی کے مشابہ مگر نہایت
شیریں اور لذیذ۔ سیب کابل کے سیب جیسے اور زیادہ شیریں ایک میوہ یہاں ہوتا ہے جسکو شمش کہتے
ہیں۔ وہ ہمارے یہاں کی جامن سے کچھ مشابہ ہے۔ ہر قسم کے میوے نہایت ارزاں ہیں۔ انگور ۲ سیر بکتے
ہیں سیب عمدہ سے عمدہ ۲ پیسے کے دو۔ وعلیٰ ہذا۔

لباس اور وضع — لباس اور وضع بالکل یورپین ہے ظاہری ہیئت سے کسی شخص کا مسلمان یا عیسائی ہونا معلوم نہیں
ہوسکتا۔ لال ٹوپی جو ترکوں کا امتیازی لباس ہوسکتا تھا عیسائی اور یہودی سب ہی استعمال کرتے ہیں اور
اس وجہ سے دونوں قوموں میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں یہ طریقہ ایک اعتبار سے تو اچھا ہے کیونکہ مختلف قوموں
میں اختلاف کے آثار جسقدر مٹتے جائیں تمدن کے لیے مفید ہے لیکن سوشیل ضرورتوں میں اس سے سخت دقت
ہوتی ہے مجکو اس کی وجہ سے اکثر دشواریاں پیش آئیں۔ اور ہمیشہ خیال آتا تھا کہ حضرت عمر رضؓ نے اگر
عیسائیوں کو قومی لباس کی پابندی کا حکم دیا تو بہت بجا کیا۔ تعجب یہ ہے کہ یہاں مذہبی گروہ یعنی علما اور
مدرسین بھی یورپ کے اثر سے نہ بچ سکے ان کے پاجاموں میں پتلون کی طرح بٹن ہوتے ہیں صرف یہ فرق ہے
کہ اوپر گھیر ہوتا ہے اور خوبصورتی کے ساتھ چنٹیں ہوتی ہیں کُرتہ یا اچکن کی بجائے صرف واسکوٹ ہوتی
ہے واسکوٹ کے اوپر جبہ پہنتے ہیں۔ اور یہی امتیازی علامت ہے جو ان کو اور گروہ کے آدمیوں سے
الگ کرتی ہے۔ اسمیں بھی یورپ کا یہ اثر ہے کہ عبا کے گلے نہیں لگاتے اور سامنے سے واسکوٹ کھلا
رہتا ہے ترکی ٹوپی عموماً یہ لوگ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن اسپر سپید کپڑے کی ایک پٹی لپٹی ہوتی ہے
جس کو عربی میں لفہ کہتے ہیں اور وہ اہل علم کی خاص علامت خیال کیجاتی ہے عورتوں کے لباس کی
تفصیل میں عورتوں کی تہذیب و معاشرت کے ذکر میں لکھونگا۔

جامع اور شاہی ایوانات — یہاں کی عمدہ عمارتیں اور یادگاریں جامع مسجدیں اور شاہی ایوانات ہیں جامع مسجدوں کا
ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ جداگانہ عنوان سے آئیگا شاہی ایوانات کو یہاں سرائے کہتے ہیں انکی تعداد بہت

پائگیں ہیں اور سب دور دور فاصلے پر واقع ہیں یہ عمارتیں مختلف سلاطین کے عہد کی ہیں اور نہایت ہی عظمت وشان کی عمارتیں ہیں۔ ایک ایوان بہت لمبا چوڑا ہے جو سرتاپا سنگ رخام کا ہے اور نہایت وسیع بلند اور خوشنما ہے۔ حال میں شہنشاہ ایران سلطان کا جانا ہوا تھا تو اسی ایوان میں ٹھہرا تھا۔

کوئی ٹاؤن ہال نہیں

یہ بات نہایت تعجب کی ہے کہ تمام شہر میں کوئی ٹاؤن ہال نہیں پبلک گارڈن یعنی باغ عامہ بھی ایسا مختصر ہے کہ اس عظیم الشان دار السلطنت کے لیے کسی طرح موزوں نہیں۔

عدالتیں

عدالتیں (ججز وغیرہ کی) سب یکجا واقع ہیں اور اس مجموعی عمارت کو پایہ عالی کہتے ہیں یعنی وزیر اعظم کا محکمہ بھی یہیں ہے۔ یہ عمارتیں چنداں شاندار نہیں ہیں۔ ہائیکورٹ جسکو یہاں محکمہ التمیز کہتے ہیں پایہ عالی سے فاصلہ پر ہے میں اس کے اندر تو نہیں گیا۔ لیکن باہر سے بڑی شاندار عمارت معلوم ہوتی ہے۔

پولیس کمشنری عدالت غلطہ میں ہے میں نے اس کی اچھی طرح سیر کی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں ہے لیکن نہایت مرتب اور آراستہ ہے۔ اجلاس کے کمرہ میں بیش قیمت ترکی قالین بچھا ہوا ہے کرسیاں بھی نہایت خوبصورت اور موزوں ہیں۔ معارف یعنی سررشتہ تعلیم کا محکمہ بھی یہیں ہے وہ بہت معمولی عمارت ہے لیکن صفائی اور خوش سلیقگی کی وجہ سے خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

ترقی تعلیم کالج اور اسکول

ترقی تعلیم

اس دور دراز سفر سے کتب خانوں کی سیر کے علاوہ اگر میرا کچھ اور مقصد ہو سکتا تھا تو یہاں کی طرز تعلیم اور ترقی تعلیم کا اندازہ کرنا تھا چنانچہ میں نے اس پر بہ نسبت اور تمام باتوں کے زیادہ توجہ کی اور جہاں تک ہو سکا کوشش اور محنت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا لیکن ناظرین کو یہ امید نہ کرنی چاہیئے کہ میں اپنے مقاصد میں پورا کامیاب بھی ہوا اور یہ کہ میری تعلیمی رپورٹ کوئی مکمل رپورٹ ہوگی۔

تحقیقات کے لیے میں جو کوشش کر سکتا تھا وہ یہ تھیں کہ چند بار سررشتہ تعلیم کے دفتر میں گیا افسران تعلیم سے تحقیق طلب باتیں دریافت کیں بڑے بڑے کالج اور اسکول خود جا کر دیکھے [illegible] پروفیسروں [illegible] کالجوں کی سالانہ رپورٹیں حاصل کیں لیکن یہاں تمام کوششوں میں بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ترکوں میں عجیب بات ہے کہ وہ ہر ایک بات کو پالیٹکس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس قسم کے کسی معاملہ کا مشتہر عام ہونا پسند نہیں کرتے سررشتہ تعلیم کی رپورٹ جیسا انگلستان کے سالانہ شائع ہوتی ہے۔ نہایت مختصر اور مجمل ہوتی ہے یہاں تک کہ معارف تعلیم پر پروفیسروں اور [illegible] تک کا ذکر نہیں ہوتا۔ بعض بعض کالجوں میں مثلاً [illegible] سلطانی کی [illegible]

لیکن ان میں نتائج امتحان اور نصاب تعلیم کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

اول اول مجھکو خیال ہوا کہ چونکہ میری رسائی کے وسیلے کم تھے اس لئے یہ حالات کم معلوم ہو سکے لیکن جب میں نے خیر الدین پاشا وزیر ٹونس کی کتاب پڑھی تو تسکین ہو گئی۔ انہوں نے جہاں ترکی کا ذکر کیا ہے اور اسکی تمدنی و تعلیمی ترقیوں کا حال لکھا ہے۔ نہایت اجمال سے کام لیا ہے اور یہ معذرت کی ہے کہ میں نے ترکی کے جو حالات لکھے وہ انگریزی کتابوں کے ذریعہ سے لکھے ہیں اور اس وجہ سے مفصل نہ لکھ سکا لیکن مسلمانوں کی تحریرات میں اسقدر بھی نہیں ملسکتا"۔ اس تمہید اور معذرت کے بعد میں اصل مطلب شروع کرتا ہوں۔

تعلیم کے جدید و قدیم طریقے

تعلیم قدیم

قسطنطنیہ بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں تعلیم کے دو طریقے ہیں قدیم و جدید۔ قدیم تعلیم ترکی حکومت کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی چنانچہ اورخان المتوفی سنہ ۷۶۱ھ نے جو اس سلسلہ کا دوسرا بادشاہ تھا ازنیق میں ایک مدرسہ قائم کیا اور یہ پہلا مدرسہ تھا جو ممالک عثمانیہ میں قائم ہوا۔ اورخان کے بعد اور سلاطین نے بھی شاہانہ تعلیم پر توجہ کی اور سینکڑوں دار العلوم اور مدرسے قائم کئے چنانچہ ہمارے رسالہ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم میں اسکی پوری تفصیل موجود ہے۔ نئی تعلیم کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب ترکی حکومت ایشیائی قالب چھوڑ کر یورپین قالب میں آئی۔ اس انقلاب کا بانی سلطان محمود ثانی تھا جس نے اول اول یورپین وضع اختیار کی اور فوج کو یورپ کے طرز پر آراستہ کیا۔ اسی محمود نے سنہ ۱۲۵۰ھ میں مکتب حربیہ کی بنیاد ڈالی جو تعلیم جدید کا پہلا کالج تھا۔ یہ کالج اب بھی موجود ہے اور تمام حربی مدارس کا سرگروہ ہے۔ سلطان محمود کے بعد سلطان عبد المجید نے سنہ ۱۲۶۳ھ میں جدید تعلیم کو زیادہ وسعت دی اور مکاتب رشدیہ قائم کئے۔ اس عہد سے آج تک یہ تعلیم نہایت وسعت کے ساتھ جاری ہے اور روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ تعلیم جدید کے چار درجے قرار دیئے گئے ہیں۔

ابتدائیہ۔ اس کی مدت تعلیم زیادہ سے زیادہ پانچ برس ہے لیکن ذہین اور ہوشیار طالب علم دو تین برس بلکہ ایک برس میں بھی اس کو ختم کر کے اوپر ترقی کر سکتا ہے اس میں قرآن مجید، ترکی زبان، عربی کلام، خط، حساب تقسیم تک سکھایا جاتا ہے۔

رشدیہ

رشدیہ۔ مدت تعلیم تین برس۔ اس میں ترکی املا، مفردات زبان ترکی، نحو ترکی، عقائد اسلام، تاریخ ترکی، حساب چاروں حصے، فرنچ زبان، عربی، جغرافیہ، اقلیدس، کاغذات تجارت کے اصول، نقشہ کشی کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہ درجہ تقریباً ہمارے یہاں کے مڈل کے برابر ہے یا اس سے کچھ بڑھکر ہے۔

اعدادیہ اور رشدیہ کے طلبا کی تعداد

رشدیہ کے بعد اعدادیہ ہے جس کو انٹرنس کہا جا سکتا ہے۔ اس کلاس کے طالبعلموں کی مجموعی تعداد سنہ ۱۸۹۲ع میں ۵۲۱۵ تھی۔ اس میں تمام اضلاع اور خود پایہ تخت کے مدارس شامل ہیں۔

اعدادیہ کے بعد خاص خاص کالج ہیں۔ مثلاً مکتب ملکیہ، مکتب الحقوق وغیرہ جن کا مفصل بیان آگے

آجکل ہر قسم کے عام و خاص مدرسے جو قسطنطنیہ میں ہیں ان کی تعداد پانسو ہے جن میں تیرہ بڑے بڑے کالج
ہیں یہ امر عموماً تسلیم کیا جاتا ہے کہ سلطان حال کے عہد میں تعلیم نے نہایت ترقی کی ہے اور روز بروز
کیجاتی ہے سلطان کی تخت نشینی کے وقت مدارس رشدیہ کی تعداد ۲۷۰ تھی لیکن اب ۵۰۴ ہیں ہر قسم کے
نئے مدارس جو سلطان کی شانزدہ سالہ حکومت میں قائم ہوئے اُن کی تعداد دو ہزار ہے اسکے ساتھ اسکولوں
اور کالجوں میں طالبعلموں کی تعداد اس کثرت سے بڑھتی جاتی ہے کہ ترقی تعلیم کی سال ماقبل کی رپورٹ سال
مابعد سے کچھ نسبت نہیں رکھتی پروفیسر بجری نے آپکے چند برس پہلے ترکوں کی عام ترقی پر لکچر دیا اس میں
مکتب الحقوق (فقہ) کالج کے طالبعلموں کی تعداد تین سو بیان کی ہے لیکن ہم جب قسطنطنیہ میں تھے تو
اس کالج میں بارہ سو طالبعلم موجود تھے ہمیں زمانہ قیام مصر میں قاہرہ کے مشہور اخبار المؤید میں پڑھا تھا
کہ سلطان حال نے جب عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو مصارف تعلیم تین لاکھ پونڈ سالانہ تھے لیکن اب
آٹھ لاکھ پونڈ سالانہ ہیں یہ رقم ہمارے یہاں کے ایک کروڑ بیس لاکھ کے مساوی ہے حقیقت میں سلطان
کو تعلیم کے ساتھ عجیب دلچسپی ہے مکتب ملکیہ اور مکتب الحقوق جو قسطنطنیہ کے نامور کالج ہیں خاص سلطان
کے قائم کردہ ہیں حضرت ممدوح کو ان کالجوں کی طرف یہ التفات ہے کہ چند بار بنفس نفیس انکے معائنہ کو تشریف لا چکے ہیں

سلطان حال کے زمانہ میں تعلیم کی ترقی

تعلیم کے سالانہ مصارف

جس زمانہ میں میں قسطنطنیہ میں تھا۔ حضرت ممدوح نے بڑے بڑے کالجوں کے طالبعلموں کی شاہانہ
دعوت کی قسطنطنیہ میں کاغذخانہ ایک مشہور سیرگاہ ہے جہاں ہفتہ میں ایک بار تماشائیوں کا مجمع ہوتا ہے
یہ مقام دعوت کیلئے تجویز کیا گیا اور حکم ہوا کہ ہر کالج کے لڑکے باری باری وہاں بلائے جائیں سب سے پہلے
مکتب حربیہ پھر مکتب ملکی (سول سروس کالج) اور دوسرے کالجوں کے طلبا بار بار مدعو ہوئے طالبعلم کالج
سے چلتے تھے تو سلطان کے حکم کے موافق شاہی بینڈ ان کے آگے بجتا جاتا تھا چونکہ مصالح ملکی کی وجہ سے
سلطان خود ان جلسوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے ہمیشہ ان کی طرف سے ایک وزیر شریک دعوت ہوتا
تھا اور طالبعلموں کو سلطان کا سلام پہنچاتا تھا اس وقت تمام طالبعلم بڑے جوش اور اخلاص سے
پادشاہم چوق یشا کا نعرہ بلند کرتے تھے (یعنی ہمارا پادشاہ بہت زندہ رہے)۔

مکتب اشراف عشائر

تعلیم کے صیغہ میں ایک نہایت مفید ایجاد جو حال میں سلطان کی خاص تجویز سے ہوئی وہ مکتب العشائر
کا قائم ہونا ہے۔ اگرچہ اس وقت تمام ممالک عثمانیہ میں تعلیم کو ترقی ہے لیکن اب تک عرب کے قبائل اس
فیض سے قریباً بالکل محروم تھے جس کی وجہ خود اُن کی بے پروائی اور بدویت تھی اس ضرورت سے
سلطان نے خاص قبائل عرب کی تعلیم کے لئے ایک کالج اور اس کے ساتھ ایک مسجد اور ایک بورڈنگ
قائم کرنے کا حکم دیا ہمارے زمانہ قیام ہی میں حکام اور عمال کے نام فرامین صادر ہوئے تھے کہ [illegible]

دیار بکر۔ بصرہ۔ بغداد۔ طرابلس۔ الغربیہ۔ حلب۔ موصل۔ شام میں عرب کے جو معزز قبائل ہیں اُن کے لڑکے انتخاب کر کے بھیجے جائیں۔ سلطان نے اُن کے ہر قسم کے مصارف حکومت کی طرف سے دینے منظور کئے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو یہ کالج بڑی شوکت و شان کے ساتھ کھولا گیا۔ اور افتتاحی رسمیں ادا کی گئیں عربوں کی تہذیب و ترتیب کے لئے ایسی عمدہ کوشش کی نظیر تمام اسلامی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

اس سے بھی زیادہ شاہانہ فیاضی کا ثبوت دار الشفقہ سے ملتا ہے جو خاص یتیموں کیلئے قائم ہوا ہے اس مدرسے میں ایک ہزار یتیم تعلیم پاتے ہیں اور سب کے سب بورڈر ہیں اس گروہ کثیر کی خوراک، لباس اور تمام دوسرے ضروری مصارف کا بار سررشتہ تعلیم پر نہیں بلکہ سلطان المعظم کی ذات خاص پر ہے۔

کالجوں اور اسکولوں میں سے جو زیادہ تر قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں

مکتب حربیہ شاہانہ مکتب سلطانیہ مکتب ملکیہ	چونکہ میں نے ان کالجوں کو خود دیکھا ہے اور اُن کے طریقہ تعلیم وغیرہ کے متعلق تفصیلی بیان خود دریافت کئے ہیں اس لئے آگے چل کر ان کو جداگانہ عنوان سے لکھوں گا۔
مکتب الحقوق یعنی قانونی کالج	اس کالج میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ رومن لا۔ قانون تجارت۔ اصول محاکمہ۔ تعزیرات۔ قانون بحری۔ پولیٹکل اکانومی یعنی سیاست مدن۔ قوانین سلطنتہائے یورپ۔ مختصر طور پر قانون کی ایجاد کی تاریخ اور اس کی عہد بعہد کی ترقیاں۔ طالب علموں کی تعداد بارہ سو ہے جن میں پانچ سو بورڈر ہیں۔ یہاں کے تعلیم یافتہ منصف اور صدر صدور وغیرہ ہو سکتے ہیں مدت تعلیم چار برس ہے۔
مکتب الہندسہ	مدت تعلیم چھ برس۔ یہ رڑکی کالج کے مشابہ ہے۔
مکتب الالسان	اس میں جرمن، فرنچ، یونانی، عربی، لاطینی، اٹالین، روسی زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔
مکتب الصنائع یعنی ٹیکنیکل اسکول	اس کا سالانہ خرچ ۸۱۶۰ پونڈ یعنی ۱۲۲۴۰۰ روپیہ ہیں طالب علموں کی تعداد ۲۲۰ ہے اور یہ کل یتیم لڑکے ہیں اُن کے مصارف خود مدرسے کے فنڈ سے ادا ہوتے ہیں۔

	اس میں ابتک حدادی ۔ نجاری وغیرہ سکھائی جاتی تھی لیکن سال گذشتہ میں مہتمم مدرسہ توفیق بک آفندی نے درخواست کی کہ کلوں کا کام سکھایا جاوے ۔
مکتب نواب	یہ کالج نہایت عمدہ اصول پر قائم کیا گیا ہے زمانہ ماقبل میں قاضی ومفتی جو مقرر ہوا کرتے تھے اُن کے لئے کسی قسم کی خاص تعلیم میں امتحان دینا مشروط نہ تھا ۔ اب یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص اس کالج کا تعلیم یافتہ نہ ہو وہ شرعی مناصب پر مقرر نہیں ہو سکتا اس طریقے نے سعی سفارشوں کی تقرریوں کا راستہ بالکل مسدود کر دیا ہے ۔ اس کالج میں فقہ کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی ہے تعلیم جدید کی بعض چیزیں بھی اضافہ کی گئی ہیں تاکہ موجودہ زمانہ کی ضروریات پر واقفیت ہو ۔
مکتب بحریہ	اس میں فن جہاز رانی کی تعلیم ہوتی ہے ۔
مکتب الزراعۃ	اس میں فن زراعت سکھایا جاتا ہے ۔

طریقۂ تعلیم کے متعلق چند باتیں زیادہ قابل لحاظ ہیں

طریقۂ تعلیم کے متعلق قابل لحاظ امور

(۱) یہ کہ قریبًا تمام کالجوں اور اسکولوں میں فرنچ زبان لازمی ہے جسکا نتیجہ یہ کہ تعلیم جدید کا معمولی تعلیم یافتہ بھی فرنچ زبان سے ناآشنا نہیں مل سکتا ۔

فرنچ زبان کا لازمی ہونا

(۲) تمام بڑے بڑے کالجوں میں فزکس ۔ کمسٹری ۔ بیالوجی وغیرہ کی تعلیم لازمی ہے اور ان علوم کی عملی مشق کرائی جاتی ہے اس غرض سے ہر کالج میں کثرت سے ان فنون کے آلات مہیا رہتے ہیں ۔

سائنس و فنون کی تعلیم

تاریخ کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم

(۳) تاریخ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے ۔ مکتب ملکیہ کا کورس میں نے دیکھا تھا چنانچہ ضخیم جلدوں میں ہے جس میں علاوہ اور ملکوں کے یورپ کی مفصل تاریخ ہے ۔ اس کے ساتھ بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق یورپ کے اکثر مصنفین نے جو غلطیاں کی ہیں اُنسے بحث اور اسپر ردو قدح ہوتی ہے ۔

علوم جدیدہ کی تعلیم ترکی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے

(۴) بجز مکتب سلطانیہ کے جس میں عیسائی طالب علم کثرت سے ہیں ۔ باقی اور تمام مدارس میں ہر قسم کے علوم و فنون ملکی زبان یعنی ترکی میں پڑھائے جاتے ہیں ۔ تمام علوم جدیدہ کا ترکی زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے اور وقتًا فوقتًا ہوتا رہتا ہے ۔ اگرچہ یہ امر بحث طلب ہے کہ ترجمہ تعلیم کا عمدہ ذریعہ ہے یا نہیں اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامور ارباب الرائے نے اس بحث میں نفی کا پہلو اختیار کیا ہے لیکن تجالیکا وہ بحث ہندوستان کے

ساتھ مخصوص ہے جہاں کی ملکی زبان گورنمنٹ کی زبان نہیں ہے ترکی زبان سلطنت کی زبان ہے اور اسکی مثال تمام دنیا میں نہیں ملسکتی کہ کسی سلطنت نے غیر قوم کی زبان میں علوم و فنون حاصل کرکے ترقی کی ہو۔ انگلستان کی نشو ونما اسوقت شروع ہوئی جب علوم و فنون لٹین سے انگریزی زبان میں منتقل ہوکر آئے اور کچھ شبہ نہیں کہ ترکی کی ترقی بھی اگر ہوسکتی ہے تو ملکی ہی زبان کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے۔

(۵) تعلیم و تربیت کے معاملے میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل عزت ہے وہ بورڈنگ سسٹم ہے حقیقت یہ ہے کہ ٹرکی نہایت فخر سے اس بات کا دعوی کرسکتی ہے کہ اُس نے بورڈنگ کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ تمام بڑے بڑے کالجوں کے ساتھ بورڈنگ ہیں اور ان میں نہایت کثرت طالبعلم رہتے ہیں لیکن یہ التزام ہے کہ خوراک۔ لباس۔ وضع۔ مکان۔ فرنیچر تمام چیزیں ایک سی ہوں اور طالبعلموں کی حالتوں میں فرق مراتب کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ بورڈنگ کا کرایہ اور خوراک کی جو فیس لیجاتی ہے اُس کے ساتھ کپڑوں کے دام بھی لئے جاتے ہیں اور طالبعلموں کے کپڑے خود کالج کے اہتمام سے تیار ہوتے ہیں تمام لڑکے میز اور کرسیوں پر کھاتے ہیں اور ہر چیز میں تکلف اور صفائی خوش سلیقگی کا نہایت اہتمام کیا جاتا ہے۔ فیس کی تعداد کسی کالج میں ۵ پونڈ سالانہ سے کم نہیں اور مکتب سلطانیہ میں ۱۲ پونڈ یعنے چھہ سو روپیہ سالانہ ہے۔ ترکوں کی یہ عجیب قابل قدر فیاضی ہے کہ باوجود زیادتی فیس کے غربا ان کالجوں کے فیض سے محروم نہیں ہیں ہر کالج میں غریب طالب علموں کی معتد بہ تعداد ہے اور دولتمند ترکوں کی طرف سے انکو اسقدر امداد دی جاتی ہے کہ وہ کالج کے تمام مصارف ادا کرسکتے ہیں مکتب سلطانی جس کی فیس ۴۰ پونڈ سالانہ ہے اُس میں ۲۰۰ طالب علم غریب اور کم مقدور ہیں ان میں سے ڈیڑھ سو طالب علموں کی فیس امرا اور ارکین حکومت ادا کرتے ہیں اور پچاس کی سلطان خاص اپنی جیب سے عطا فرماتے ہیں اسکا یہ اثر ہے کہ کالج کے احاطہ میں جاکر کوئی شخص کسی طرح تمیز نہیں کرسکتا کہ فلاں طالب علم غریب و کم مقدور ہے طالبعلموں کی یکساں حالت ان میں اتحاد اور قومیت کا نہایت قوی خیال پیدا کرتی ہے اور غربا کو اعلی درجہ کی معاشرت کا حاصل ہونا۔ ان میں حوصلہ مندی اور بلند نظری کا مادہ پیدا کرتا ہے یورپ کے بڑے بڑے کالجوں میں یہ بڑی کمی ہے کہ کم مقدور لوگوں کو اُن کی فیاضی سے چنداں فائدہ نہیں پہنچتا ترکوں نے اسی نقصان کا تدارک کیا ہے اور نہایت خوبی سے کیا ہے۔

بورڈنگ کا یہ طریقہ دیکھکر مجکو مدرستہ العلوم یاد آتا تھا۔ اور میں اُس کے بورڈنگ کے اختلاف مراتب پر افسوس کرتا تھا لیکن میرا افسوس درحقیقت مدرستہ العلوم کی حالت پر نہ تھا بلکہ قوم کے اُن بزرگوں پر تھا جن کو خدا نے دولت اور مقدور دیا ہے لیکن یہ توفیق نہیں دی کہ اپنی فیاضی سے اس بات کی کوشش

کریں کہ ہماری تعلیم گاہ میں ہر بات اعلیٰ مقصد سے ایک ہی بلند سطح پر نظر آئیں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ہمارے قومی کالج میں جو چیز سب سے زیادہ ضروری اور نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تمام طالبعلموں کا لباس وضع قطع یکساں ۔ فرنیچر سامان ایک کر دیا جائے اور جو مختلف سطحیں آج کالج میں قائم ہیں بالکل مٹا دی جائیں۔ اگر یہ نہیں تو کالج میں قومیت کی روح نہیں۔

طالبعلموں کا لباس

یہاں کالجوں اور اسکولوں میں ایک اور چیز ہے اور نہایت مفید اور کارآمد ہے وہ یہ کہ ہر طالبعلم کی کوٹ کے کالر پر یہاں پیتل کی کلا بتوں میں اس کالج یا اسکول کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے کہیں وہ تعلیم پاتا ہے کلابتوں کے حروف آنکھ سے ہوتے اور اکثر کے خط نسخ کے مطابق ہوتے ہیں چار بجے کے قریب کالجوں اور اسکولوں کی گذر گاہوں پر جا تو عجیب دلفریب نظر آتی ہے سکولوں لڑکے مدرسوں سے نکلکر متعدد صفوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس ترتیب اور نظام سے چلتے ہیں کہ گویا باقاعدہ فوج جا رہی ہے لڑکوں کا سفید وسرخ رنگ اس پر سیاہ کوٹ اور کوٹوں کے گریبانوں پر کالجوں کا زریں طغرہ اس قدر خوشنما معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

اس طریقے سے علاوہ زیب و زینت اور شان و شوکت کے بڑا فائدہ یہ ہے کہ طالبعلم بیرونی طاقتوں سے بازاروں میں نکلتے ہیں تو کوئی ناجائز حرکت نہیں کر سکتے۔ کالج کا لباس جس کا ہر وقت پہننا لازمی ہے ان کو یاد دلاتا ہے کہ وہ طالبعلم ہیں۔ اس لئے خواہ مخواہ ان کو کالج کے ناموس کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اس پر بھی کوئی لڑکا کسی ناجائز حرکت میں شریک پایا گیا یا کسی بیہودگی کا مرتکب ہوا تو پولیس فوراً پکڑ کر اسکو کالج یا اسکول میں پہنچا آئیگا۔ جہاں وہ تعلیم پاتا ہے۔

الگ الگ کمروں میں رہنے سے طالبعلموں کا رہنا

یہاں کے بورڈنگ سسٹم میں بظاہر ایک نقصان معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ الگ الگ کمرے نہیں ہوتے بلکہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لڑکوں کے لئے ایک بڑا ہال ہوتا ہے جس میں ان کی تعداد کے موافق پلنگ بچھے ہوتے ہیں ہر پلنگ کے سرہانے ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہے جس میں معمولی کپڑے اور کتابیں آجاتی ہیں میں نے اول اول یہاں کے بورڈنگ دیکھے تو مجھ کو ان کی حقارت کا خیال پیدا ہوا خصوصاً اس لئے کہ مدرستہ العلوم کے پر تکلف اور آراستہ کمرے میری آنکھوں کے سامنے تھے لیکن زیادہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ فائدے سے خالی نہیں۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ اس کمی کی اصلی وجہ کثرت آبادی اور کافی زمین کا میسر نہ آنا ہے لیکن ان فوائد کے لحاظ سے جو بغیر اس خاص طریقے کے حاصل نہیں ہو سکتے اگر یہ دعوی کیا جائے کہ قصداً ایسا کیا گیا ہے اور ایسا ہی مناسب تھا تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

اس طریقے سے جو نہایت مفید کام لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام بورڈروں کی معاشرت زندگی یکساں اصول پر

تمام لڑکوں کی یکساں معاشرت

قائم کی گئی ہے۔ مثلاً صبح ہوئی اور چوکیداروں نے جو تمام رات سونے کے کمرے میں ٹہلا کرتے تمام لڑکوں کو جگا دیا۔ دیواروں میں لڑکوں کی تعداد کے موافق ٹونٹیاں لگی ہیں اور ان کے نیچے پکی نالی بنی ہے تمام لڑکے وہاں جا کر ایک ساتھ بیٹھ گئے۔ لڑکوں کے ایک ساتھ آنے جانے کا اسقدر التزام ہے کہ بعض بعض کالجوں میں ایک کل ہے جس کے پھرانے سے تمام ٹونٹیوں کا منہ ایک ساتھ کھل جاتا ہے جب تمام لڑکے آجاتے ہیں۔ تو نوکر اس کل کو پھراتا ہے اور وقت مقررہ کے گزرنے پر بند کر دیتا ہے اگر کوئی لڑکا دیر کر کے آئے تو اسکو واپس جانا ہوگا کیونکہ صرف ایک شخص کے لئے بہت سا پانی رائگاں نہیں کیا جا سکتا۔ ہاتھ منہ دھو کر تمام لڑکے ریڈنگ روم میں (جو کتب بینی کے لئے مخصوص ہے اور جہاں ایک نگران معلم موجود رہتا ہے) جا کر بنچوں پر بیٹھ گئے اور سبق کے یاد کرنے یا مطالعہ کے دیکھنے میں مصروف ہوئے۔ تمام طالب علم اٹھ کر کھانے کے کمرے میں گئے کھانے کے بعد کالج کی گھنٹی ہوئی۔ اور سب کالج کے کمروں میں جا بیٹھے۔ رات کو بھی تمام طالب علم ایک ہی کمرے (ریڈنگ روم) میں پڑھتے ہیں اور جب سونے کا وقت آتا ہے تو سب اٹھ کر سونے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ غرض سو کر اٹھنا۔ ہاتھ منہ دھونا۔ سبق مطالعہ کرنا۔ کھانا کھانا۔ کھیلنا۔ نماز کا پڑھنا اور رات کے دس بجے اپنے اپنے پلنگ پر جا کر پڑ رہنا یہ سارے کام طالب علموں کو ایک ساتھ کرنے پڑتے ہیں۔ اس طریقے سے منتظم اوقات کی عادت ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس طریقے کے لئے ضرور ہے کہ ایک ایک کمرے میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ طالب علم کے رہنے کا انتظام کیا جائے ورنہ الگ الگ کمروں میں تمام کاموں کے ایک ساتھ انجام کا کسی طرح انتظام نہیں ہو سکتا۔ ہمارے کالج میں ظہور حسین وارڈ جو ابھی قائم ہوا ہے اسی اصول پر قائم ہوا ہے۔

تعلیم کی وسعت اور ترقی کے متعلق اگرچہ بہت کچھ اہتمام ہے تاہم چونکہ نئے طریقہ تعلیم نے حال میں رواج پایا ہے اس لئے ابھی بہت سی باتوں کی کمی ہے جن کی نسبت امید ہے کہ رفتہ رفتہ پوری ہو جائیگی ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کالج بلکہ تمام شہر میں کوئی ڈیبیٹنگ کلب اور علمی انجمن نہیں ہے اس لئے طالب علموں کو تقریر کرنے کا ملکہ بہم پہنچانے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کالجوں کے ڈگری یافتہ مجمع عام میں کسی مضمون پر لکچر یا اسپیچ نہیں دے سکتے۔ اسی کا یہ بھی اثر ہے کہ تعلیم یافتہ گروہ میں ابھی تک وہ زندہ دلی آزاد خیالی۔ حوصلہ مندی۔ بلند نظری نہیں پیدا ہوئی ہے جو نئی تعلیم کا لازمہ ہے۔

ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ کالجوں اور بڑے بڑے اسکولوں کا وجود جو دار الخلافہ کی شہر پناہ تک محدود ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں اگرچہ کثرت سے مدرسے قائم ہو گئے ہیں لیکن وہ عموماً ابتدائیہ اور رشدیہ یعنی اوسط درجے کے مدارس ہیں جہاں تک میری واقفیت ہے بیروت۔ دمشق۔ حلب

بیت المقدس میں ایک بھی ایسا علمی مدرسہ نہیں جس پر کالج کا لفظ صادق آسکے۔

اس سے بڑھ کر یہ افسوس ہے کہ قسطنطنیہ کے تمام کالج اور دارالعلوم جن کا میں نے ذکر کیا حکومت کی طرف سے ہیں۔ قوم نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی ہے یعنے اتنے بڑے دارالسلطنت میں ایک بھی قومی کالج نہیں۔ کوئی گورنمنٹ گو کتنی ہی مقتدر اور دولتمند ہو لیکن تمام ملک کی علمی ضرورتوں کی کفیل نہیں ہوسکتی۔ اگر ہو بھی تو چنداں مفید نہیں جس قوم کی تمام ضرورتیں گورنمنٹ انجام دیا کرتی ہے اس کی دماغی اور روحانی قوتیں مردہ اور بیکار ہو جاتی ہیں۔ یورپ میں جو عظیم الشان علمی کارخانے پھیلے ہوئے ہیں ان میں زیادہ تر قوم کا حصہ ہے انگلستان کی مشہور یونیورسٹیاں کیمبرج۔ اور آکسفورڈ۔ قومی ہی کوششوں سے قائم ہوئی ہیں اور اسوقت تک انہوں نے گورنمنٹ کا زیر بار احسان ہونا منظور نہیں کیا ہے

اس اجمالی رپورٹ کے بعد ہم بعض بعض کالجوں کا تفصیلی حال لکھتے ہیں

مکتب حربیہ

یہ بہت بڑا کالج بلکہ بہت بڑی یونیورسٹی ہے جس پر ترکوں کو فخر ہے اور در حقیقت وہ اس فخر کا مستحق ہے۔ اگرچہ حربی تعلیم اصطلاحی تعلیم کے مفہوم سے کسیقدر الگ ہے اور اس لحاظ سے ترقی تعلیم کے ذیل میں مکتب حربیہ کا ذکر کرنا بظاہر موزوں نہ تھا لیکن اس کالج میں حربی علوم کے علاوہ طبیعات۔ کیمیا۔ ریاضی۔ اور بالخصوص طب کی تمام شاخوں کی تعلیم اس حد تک ہوتی ہے کہ ہم اسکو اصطلاحی تعلیم کے دائرہ سے باہر نہیں کہہ سکتے۔ یہ کالج سنہ ۱۲۵۰ھ میں سلطان محمود نے قائم کیا تھا۔ اس زمانہ کی بہ نسبت عمارت میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اور نصاب تعلیم تو اسقدر وسیع اور اعلیٰ ہو گیا ہے کہ گویا وہ کالج ہی نہیں رہا۔ اس کالج کے ماتحت جس قدر حربی مدارس ہیں ان کی تعداد (۴۷) ہے جن میں (۱۸) اعدادیہ ہیں اور (۲۷) رشدیہ ہیں جن میں ۹۷۲۴ طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔

تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی

	مدارس پایہ تخت		مدارس اضلاع	
قسم مدرسہ	بورڈ	غیر بورڈ	بورڈ	غیر بورڈ
اعدادی	۱۹۶	۰	۷۴۵	۰
رشدیہ	۱۵۵	۲۴۲۵	۱۲۸	۲۲۲۵

یہ کالج (مکتب حربیہ) بڑی عظمت و شان کا کالج ہے۔ اگرچہ قسطنطنیہ میں عام دستور ہے کہ سکرٹری مدرسہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کبھی مدرسہ کے احاطہ میں داخل نہیں ہوسکتا لیکن اس کالج میں اور

بھی زیادہ اہتمام اور روک ٹوک ہے میں نے جب اس کی سیر کا قصد کیا تو لوگوں نے کہا اس کے لئے ارادہ سنہ
یعنی سلطان کی اجازت درکار ہے ۔ اگرچہ ممکن تھا کہ عثمان پاشا جن سے اس زمانے میں مجکو شرف ملازمت
حاصل ہو چکا تھا مجکو بآسانی اجازت دلاتے ۔ لیکن میں نے اس کام کیلئے اُن کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا
حسین حسیب آفندی پولس کمشنر سے بے تکلفانہ ملاقات تھی اُن سے تذکرہ کیا بولے کہ " درحربیہ ما ذون
نیستیم" ، مجبوراً مجکو ذاتی کوشش پر بھروسا کرنا پڑا ۔ اتنا معلوم ہو چکا تھا کہ مکتب حربیہ کے سکرٹری ذکی پاشا
ہیں جو نہایت لائق اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں میں نے خیال کیا کہ بغیر کسی واسطے کے خود ان سے ملنا
چاہیئے شیخ علی ظلبیان نے بھی یہی رائے دی ۔ چنانچہ ہم دونوں پاشائے موصوف کے مکان پر گئے
اتفاق سے وہ باہر جا چکے تھے ۔ آدمی نے کہا ذرا ٹھہر جایئے شاید جلد ہی آجائیں اسی اثناء میں وہ
آپہنچے ۔ گاڑی سے اترنے کے ساتھ انھوں نے ہماری طرف رُخ کیا شیخ علی ظلبیان اور میں دونوں عربی
لباس میں تھے ۔ اگرچہ میرے سر پر ریشمی عمامہ اور کمر میں سنہری پٹی تھی لیکن قفطان اور عبا کی وجہ سے
مجموعی صورت سے عرب معلوم ہوتا تھا ۔ پاشائے موصوف کو اس وقت نہایت جلدی تھی سلام علیک کے
ساتھ ہی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ مجیدیاں (ترکی سکہ) نکالا پہلے تو مجکو سخت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ نعوذ باللہ
انھوں نے ہمکو عام عربوں کی طرح گدا گر سمجھا ۔ اس خیال کے ساتھ مجھ کو نہایت رنج اور رنج کے ساتھ غصہ
آیا ۔ میں نے چلا کر کہا ۔ شو ہذا ما جئنا لہذا لسنا من الفقراء یعنی یہ کیا ہے ہم اس لئے نہیں آئے ۔
ہم محتاج نہیں ہیں ۔ پاشا موصوف اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے لیکن چہرہ کی ہیئت اور لہجہ کلام سے سمجھے
کہ یہ امر اس کو ناگوار گذرا ۔ شیخ علی ظلبیان کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ غیظ میں کیوں ہیں ؟ اور چاہتے
کیا ہیں ؟ شیخ علی ظلبیان ٹوٹی پھوٹی ترکی بول لیتے تھے میرے آنے کی غرض و غایت بیان کی ۔
پاشائے موصوف نہایت شرمندہ ہوئے ۔ معذرت کے ساتھ کہا کہ آپ بالاخانے پر چلیئے میں تھوڑی دیر
میں آتا ہوں بالاخانے پر چند معزز عہدہ دار جمع تھے جنہوں نے نہایت احترام کے ساتھ ہمارا
استقبال کیا معمول کے موافق قہوہ آیا ایک ایک سے مزاج پرسی ہوئی ان لوگوں کو جب معلوم ہوا
کہ میں ہندوستان کا باشندہ ہوں اور تحقیقات علمی کی غرض سے یہاں آیا ہوں تو اسقدر
گرویدہ ہوئے کہ ہر لفظ اور ہر ادا سے شوق اور محبت کا اظہار ہوتا تھا ۔ نہایت افسوس تھا کہ میں ترکی
سمجھتا تھا نہ فرنچ اور وہ ان زبانوں کے سوا اور کسی زبان میں گفتگو نہ کرسکتے تھے ۔ اُٹھ اُٹھ کر میرے پاس
آبیٹھتے تھے اور اظہار محبت کے ساتھ افسوس ظاہر کرتے تھے کہ ہم آپ کی زبان نہیں سمجھتے ۔ تھوڑی دیر کے
بعد ذکی پاشا نے معذرت کے ساتھ کہلا بھیجا کہ مجھکو ضروری کام درپیش ہے اسلئے میں خود نہیں آسکتا

مکتب حربیہ کی سیر کیلئے ذکی پاشا کی ملاقات

لیکن میں نے ایک افسر کو حکم دیدیا ہے وہ آپ کو اچھی طرح کالج کی سیر کرا دیگا۔ ان صاحب کا نام رضا بیگ تھا اور امیر الائی کا رتبہ رکھتے تھے۔ پاشائے موصوف کی معذرت اگرچہ بہانے پر محمول نہیں ہو سکتی تھی۔ واقعی ان کو بہت سے محکمے سپرد ہیں اور تمام تمام دن انکو دورے میں گزر جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انکو اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی تھی اور یہی اُن کے نہ آنے کا ایک سبب تھا۔

مجکو اس بات کے معلوم ہونے سے کہ یہاں علما اور متصوفین جب کسی امیر یا عہدہ دار سے ملتے ہیں تو اسی غرض سے ملتے ہیں کہ بعض نورانی ہاتھ آئے۔ ذکی پاشا کی بدگمانی کا رنج تو جاتا رہا لیکن اس فرقہ کے حال پر نہایت افسوس ہوا۔ نذر دینا کے طریقہ کو میں ہندوستان کیساتھ مخصوص سمجھتا تھا لیکن افسوس یہاں بھی اس سے نجات نہیں پائی۔

لڑکوں کا کھانیکے کمرہ کو دیکھنا

قصہ مختصر رضا بیگ کے ساتھ ہم مکتب حربیہ کو گئے۔ دروازہ پر پہرہ تھا۔ سپاہیوں نے فوجی قاعدے سے سلام کیا۔ اندر داخل ہوئے تو کالج کیا ایک مستقل آبادی تھی رضا بیگ پہلے اپنے خاص کمرے میں لیگئے وہاں ان کے اور چند عہدہ دار موجود تھے اُن سے تعارف ہوا معمول کے موافق قہوہ آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رضا بیگ نے کہا کہ کھانے کی گھنٹی ہو چکی ہے۔ آئیے سب سے پہلے آپکو کھانے کے کمرے کی سیر کرائیں چونکہ اس وقت ڈرائننگ روم (کھانے کا کمرہ) اور اس کے متعلق جو عمارتیں ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر ہو رہی تھیں۔ اس لیے کالج کے سلسلہ عمارت سے کسی قدر فاصلہ پر ایک مکان عارضی طور پر بنایا گیا تھا اور کالج سے عمارت تک صاف اور ہموار سڑک تیار کیگئی تھی لڑکے اپنے اپنے کمروں سے نکلکر ڈرائننگ ہال چلے تو عجیب پُر اثر سماں نظر آیا۔ پانچ پانچ چھ چھ لڑکوں کی تیس چالیس صفیں تھیں اور اس ترتیب و انتظام کے ساتھ جا رہی تھیں کہ گویا باقاعدہ فوج مارچ کر رہی ہے۔ وضع اور لباس بالکل ایک سا تھا اور چونکہ تمام لڑکے ترک یا شامی عرب تھے رنگ و روپ میں بھی چنداں فرق نہ تھا تعجب یہ ہے کہ اس گروہ کے ساتھ کوئی افسر نہ تھا نہ انکو ہمارا آنا معلوم تھا تاہم اُن کی کوئی حرکت ترتیب و انتظام کے خلاف نہ تھی اور شور و غل کا مطلق نام نہ تھا جب ہم کمرے کے اندر داخل ہوئے تو تمام لڑکے میز پر بیٹھ چکے تھے ہال نہایت وسیع اور خوش قطع تھا اور چھت پر پلاسٹر کا کام تھا۔ دو تین قسم کے کھانے تھے اور ترکی طریقے کے موافق چار چار لڑکوں کے بیچ میں ایک ایک تھال تھی چھری کانٹے نہ تھے صرف چمچے تھے لیکن لڑکے کھانے اس خوش سلیقگی سے کھاتے تھے کہ نہ کسی کا ہاتھ بھرتا تھا نہ میز کی چادر پر کہیں دھبہ پڑسکتا تھا۔ غالباً لڑکوں پر صفائی اور پاکیزگی کی سخت تاکید ہے۔ چار پانچ سو لڑکے جو ہال میں موجود تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قالب بدل کر آئے ہیں ہم جا بجا گزرے تو بعض بعض لڑکے کھانے سے ہو چکے تھے اور اٹھتے تو فضل یا مولانا ان کے اصرار سے ہم نے دو ایک لقمے کھا لیے کھانا اچھا نہ تھا۔ لیکن ہم ہندوستانی قورمہ کے شوقین تھے وہ یہاں کہاں؟ کھانے کے کمرے سے نکلکر تھوڑی دیر تک کالج

اُدھر پھرتے رہے یہاں تک کہ کالج کی گھنٹی ہوئی اور لکچر روم کو لڑکے چلے گئے۔

لکچر روم (تعلیم کے کمرے) ہمارے ہندوستان کی قطع کے نہیں ہیں۔ دور تک سیدھی قطار میں بہت سے کمرے ہیں جن کی قطع عام مکانات کی سی ہے پروفیسر ایک بلند چبوترے پر بیٹھتا ہے بعض بعض چبوتروں کے گرد لکڑی کا کٹھرا بھی تھا رضا بک اور اُن کے ساتھ ہم جس کمرے میں جاتے ایک لڑکا اٹھکاریں کا لفظ بلند آواز سے کہتا اُس آواز کے ساتھ تمام لڑکے کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے معلوم ہوا کہ کالج کا جب کوئی افسر آتا ہے تو لڑکے اسی طرح اُس کی تعظیم بجالاتے ہیں رضا بک ہمکو تمام پروفیسروں سے انٹروڈیوس کراتے تھے لیکن افسوس یہ تھا کہ ہم کسی کی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے حمام چھاپہ خانہ نقاش خانہ اور اس قسم کی بہت سی عمارتیں جو کالج کے احاطہ میں ہیں ہم نے سب کی سیر کی - یہ عمارتیں اس کثرت سے ہیں کہ قریباً دو گھنٹے تک ہم برابر پھرے تب کہیں جا کر ختم ہوئیں۔

تشریح کی تعلیم کا کمرہ نہایت وسیع ہے اور اعمال تشریحی کے سامان کثرت سے جمع ہیں نقشہ کشی اور مصوری کے جو نمونے میں نے دیکھے کبھی نہیں دیکھے تھے - چھاپہ خانہ میں ایک ایجاد دیکھی کہ جغرافیہ کا نقشہ بجائے کاغذ کے پتھر پر بنا کر چھاپہ جاتا تھا - جو نقشہ اس وقت تیار ہو رہا تھا نہایت گنجان اور باریک تھا اور درحقیقت بڑی دیدہ ریزی کا کام تھا۔

طالب علموں کی تفریح کے لئے ایک خوبصورت حوض بنا ہے جس میں مختلف رنگ کی مچھلیاں پڑی ہیں اور جا بجا بنچایں اور کرسیاں بچھی ہیں پروفیسروں اور ٹیچروں کیلئے ذرا فاصلے پر الگ حوض ہے چونکہ چلتے چلتے تھک گئے تھے اس لئے ہم نے وہاں دم لیا اور دیر تک صحبت رہی - رجیب آفندی جو ترکی زبان کی انشا سکھانے پر مامور ہیں اور فارسی زبان جانتے ہیں - آخری دورے میں ہمارے ساتھ ہو لیتے تھے انکے ذریعہ سے کالج کے معزز افسروں سے بے تکلف بات چیت ہو سکتی تھی پروفیسروں اور طالب علموں نے مجھ سے جس خوش اخلاقی اور اسلامی محبت کا برتاؤ کیا میں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا - اس بات کا نہایت افسوس ہا کہ جس دن ہم نے کالج کو دیکھا وہ عملی تعلیم کا دن نہ تھا اس وجہ سے فوجی مشقیں یعنی قواعد نشانہ بازی شہسواری - مورچہ بنانا دمدمے تیار کرنے اور اس قسم کی کوئی چیز نہ دیکھ سکے ممکن تھا کسی دن جا کر دیکھتے۔ لیکن ہماری قیام گاہ سے کالج اس قدر دور تھا کہ پھر ہمت نہ ہوئی - اس کالج میں تعلیم کی متعدد شاخیں ہیں

(۱) ارکان حربیہ یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے اور اس کی مدت تعلیم تین برس ہے اس کی دو شاخیں ہیں۔ فنی و عسکری - فنی میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں تقسیم اراضی و ہیئت - نظریات - جر ثقیل - معماری زبانہائے فرنچ و جرمن و روس - قلعوں کا محاصرہ اور اُس کے اصول جنگ - فوجی ٹیلیگراف - وظائف -

پروفیسروں کا اخلاق

تعلیم کی متعدد شاخیں

ارکان حرب | ارکان حرب - فوجی ایجادیں - عملیات - اشکال معماری - سفرینا - ممالک عثمانیہ کی سڑکیں اور کل ممالک یورپ کی ریلوے لائنیں - فن اسلحہ ثقلیہ - علم طبقات الارض - یورپ کی فوجوں کی ترتیب اور اصول - دنیا کی مشہور لڑائیاں اور فوجی اصول کے لحاظ سے ان کی کیفیت وقوع اور فتح و شکست کے اسباب - اقلیدس جبر مقابلہ - بلوغرافیہ - فن اسلحہ حقیقہ - کتابت - فن حرب - تصویر کشی -

عسکری میں بھی اکثر یہی مضامین ہیں اس کے ساتھ ساتھ بعض جدید مضامین بھی ہیں جو مضامین ان دونوں درجوں میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر کی تعلیم ابتدائی رشدیہ اور اعدادیہ میں ہو چکتی ہے ان درجوں میں صرف ان کی تکمیل ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تین برس میں اسقدر مختلف مضامین کی تحصیل ہو سکتی ہے رشدیہ سے اس درجہ تک کی تعلیم کی کل مدت دس برس ہے -

سواری | (۲) سواری کی تعلیم - اس کی مدت تعلیم تین برس ہے اور علاوہ عملی مشقوں کے مضامین ذیل کی تعلیم ہوتی ہے - ہندسہ رسمیہ - جغرافیہ نظری و عملی - زبانہائے فرنچ و جرمن و روس - کیمیا - فن اسلحہ - فوجی ایجادات - جغرافیہ اے عسکری -

پیادہ | (۳) پیادہ - مدت تعلیم تین برس - ان میں علاوہ عملی مشقوں کے جغرافیہ - فوجی فن اسلحہ - جرمن و فرنچ و روسی زبانیں - فوجی ایجادات - استحکامات خفیفہ - حفظ الصحت کی تعلیم ہوتی ہے -

بیطاری یعنی جانوروں کا علاج | (۴) بیطار یعنی طب حیوانات - مدت تعلیم چار برس - مضامین درسیہ یہ ہیں - عام امراض فن ولادت فن فروسیت - امراض داخلیہ - امراض متولیہ - فن جراحی - امراض خارجیہ - فرنچ زبان - کتابت - کیمیائے عضوی - مفردات طب - تشریح - منافع الاعضا - نباتات - علم الحیوانات - کیمیائے غیر عضوی - علم الارض والمعادن - ان چاروں صیغوں میں قریباً چھ سو لڑکے زیر تعلیم ہیں اور ان کو سند حاصل کرنے کے بعد حسب مراتب افسری کے عہدے ملتے ہیں - ان کے نیچے اعدادیہ اور رشدیہ کی کلاسیں ہیں جن کی مدت تعلیم سات برس ہے - اور تاریخ جغرافیہ - حساب - اقلیدس - طبیعات - کانوں کا کام اور اس قسم کے مضامین کی تعلیم ہوتی ہے - کل طالب علم جو کالج کی مختلف شاخوں میں تعلیم - تعداد میں پندرہ سو ہیں جن میں ایک ہزار بورڈر ہیں - پروفیسر و اسسٹنٹ پروفیسر و ٹیچر ۸۷ ہیں جن میں سے اکثر کالج ہی کے احاطہ میں سکونت رکھتے ہیں اکثر پروفیسر اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور معزز عہدہ دار ہیں ان میں سے چھ شخص پاشا

پروفیسروں اور ٹیچروں کی تعداد | کا منصب رکھتے ہیں جن کے نام یہ ہیں - ثروت پاشا - سکرٹری - فائق پاشا - پروفیسر کیمیا عضوی ہر برپاشا - پروفیسر تعلیم سواری - ذوق پاشا - پروفیسر طبقات الارض - شاکر پاشا - پروفیسر ارکان حرب - عثمان پاشا - پروفیسر زبان جرمنی - نو پروفیسروں کو میرالائی کا رتبہ حاصل ہے -

مکتب سلطانی

یہ بھی قدیم کالج ہے اور مکتب حربیہ کے سوا تمام کالجوں سے ممتاز ہے یہ غلطہ سرائے میں واقع ہے جہاں یورپین تاجر زیادہ آباد ہیں اور اس وجہ سے تمام اور کالجوں کی نسبت عیسائی لڑکے اسمیں زیادہ ہیں مجھکو افسوس ہے کہ جس وقت میں نے اس کالج کو دیکھا تعطیل کا زمانہ تھا اور بجز دو تین عہدہ داروں یعنے سکرٹری اور نائب سکرٹری وغیرہ کے کوئی افسر موجود نہ تھا۔ کالج کی عمارت دو منزلہ ہے بورڈنگ اور لکچرز روم سب اوپر کے درجہ میں ہیں۔ علم حیوانات کی تعلیم کیلئے نہایت وسیع کمرہ ہے جس میں کثرت سے ہر قسم کے مردہ جانور اور بڑے بڑے مردہ جانوروں کے ڈھانچے ہیں۔ وہیل مچھلی کا ڈھانچہ میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا کیمیا اور الکٹرسٹی کے تجربوں کیلئے کثرت سے بیش قیمت آلات مہیا کئے گئے ہیں۔

یہ بات مجھکو نہایت پسند آئی کہ بیمار بورڈروں کیلئے ایک نہایت وسیع ہال ہے جسمیں کثرت سے پلنگ وغیرہ موجود ہیں اور متعدد خدمتگار ہر وقت حاضر رہتے ہیں اس طریقے سے ڈاکٹر کو لڑکوں کے علاج اور تیمارداری میں آسانی ہوتی ہے وہ ایک ہی وقت میں تمام بیماروں کو دیکھ سکتا ہے ورنہ الگ الگ کمرے ہوں تو ایک ایک بیمار کے پاس پہنچنا اور کافی طور سے اُن کی پرداخت اور خبرگیری کرنی سخت مشکل ہو

اس کالج کا صرف ۱۸ ہزار پونڈ یعنی دو لاکھ ستر ہزار روپیہ سالانہ ہے لیکن اسمیں غریب طالبعلموں کی اسکالرشپ کی رقم بھی شامل ہے۔ طالبعلموں کی مجموعی تعداد آٹھ سو ہے جنمیں زیادہ تر بورڈر ہیں بورڈروں کی خوابگاہ کا کمرہ نہایت وسیع و شاندار اور خوش وضع ہے بورڈنگ کا جو دستور العمل ہے اُسکے چند دفعات کا خلاصہ ذیل میں درج ہے

(۱) تمام بورڈروں کی خوراک۔ کپڑے۔ بچھونے۔ کتاب۔ کاغذ۔ قلم وغیرہ کالج کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے

(۲) بورڈر سے ۴۰ پونڈ سالانہ (چھ سو روپیہ) فیس لیجائے گی۔

(۳) ایسے طالبعلم بھی داخل ہو سکتے ہیں جو دو ثلث یا ایک ثلث فیس ادا کر سکتے ہیں یا بالکل نہیں ادا کر سکتے لیکن ان کی تعداد معین ہوگی جو ہر سال کے شروع میں ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے محکمہ سے استفسار کر کے قرار دیجائیگی (یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے طلبہ کی بقیہ فیس سلطان یا امرائے شہر ادا کرتے ہیں اور اس وجہ سے خوراک۔ لباس۔ فرنیچر وغیرہ کے لحاظ سے اُن میں اور ذی مقدور طالبعلموں میں کسی قسم کا فرق محسوس نہیں ہو سکتا)

(۴) داخلے کے وقت ہر طالبعلم سے کپڑوں کی بابت ۱۵ پونڈ یعنی دو سو پچیس روپے لئے جائیں گے

(۵) وہ طالبعلم جو رات کو بورڈنگ میں نہیں رہتے اُن کی فیس ۲۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ گھٹ نہیں سکتی۔

(۶) غیر بورڈروں کی فیس ۱۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ کم نہیں ہو سکتی۔

(۷) بورڈروں کو ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ اپنے گھر جانیکی اجازت ملیگی جانے اور آنے کے وقت ایک معتبر ملازم کا اُن کے ساتھ ہونا ضرور ہے۔

(۸) کوئی بورڈر ایک ہفتہ میں دس قرش (سوا روپیہ) سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ تعلیمی حیثیت سے اس کالج میں جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علوم و فنون فرنچ زبان میں پڑھائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے اکثر پروفیسر فرنچ یا جرمن ہیں۔ اس کے ساتھ ترکی زبان کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ عربی و فارسی کی تعلیم بھی لازمی ہے۔ گو اعلیٰ درجہ کی نہیں۔ باقی زبانیں یونانی۔ ارمنی۔ انگریزی۔ جرمنی۔ اٹالین۔ لٹین۔ درس میں داخل ہیں اور بہت سے لڑکے پڑھتے بھی ہیں لیکن ان کی تعلیم اختیاری ہے لازمی نہیں۔

ترکی و عربی و فارسی میں علاوہ علم ادب و قرآن مجید کے جن مضامین کی تعلیم ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔ عقائد۔ فقہ۔ اخلاق۔ تاریخ دولت عثمانیہ۔ قرارت۔ تجوید۔ حدیث و تفسیر۔ لیکن قرأت و حدیث و تفسیر کی تعلیم چوتھے درجے سے شروع ہوتی ہے اور ہفتہ میں صرف ایک بار ہوتی ہے۔ فرنچ زبان شروع ہی سے پڑھائی جاتی ہے اور اختتام تعلیم یعنے سات برس تک جاری رہتی ہے۔ نحو صرف ادب کے ساتھ اصول انشاءنگاری و فن بلاغت اعلیٰ درجہ تک پڑھایا جاتا ہے اور مضامین ذیل کی تعلیم بھی اسی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ حساب۔ جبر و مقابلہ۔ جغرافیہ۔ ہندسہ۔ کیمسٹری۔ علم الحیوانات۔ طبیعات۔ علم النباتات۔ الکٹرسٹی۔ علم الاصوات۔ علم طبقات الارض۔ رسم ہندی۔ رسم تقلیدی۔

پروفیسروں اور ٹیچروں کی مجموعی تعداد ۴۷ ہے جن میں ۲۶ جرمنی اور فرنچ اور باقی ترک ہیں حقیقت یہ ہے کہ وسعت عمارت۔ فراہمی آلات علمی۔ وسعت تعلیم اور خوبی انتظام کے لحاظ سے تمام قسطنطنیہ میں اس سے عمدہ تر کوئی کالج نہیں ہے۔ البتہ یہ افسوس ہے کہ اس کی اعلیٰ کلاسوں میں تعلیم پانے والے زیادہ تر عیسائی ہیں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ شیخ عبدالفتاح آفندی نے مجکو سال رواں کی رپورٹ نتیجہ امتحان عنایت کی تھی اس میں جسقدر اعلیٰ درجہ کے امتحانات پاس کرنیوالے ہیں اکثر عیسائی ہیں مجکو خدانخواستہ عیسائیوں کی ترقی پر حسد نہیں ہے لیکن مسلمانوں کے تنزل کا رنج ضرور ہے۔

مکتب ملکیہ

مکتب ملکیہ

یہ کالج جو یہاں کا سول سروس کالج ہے خاص سلطان کا قائم کردہ ہے اور حضرت ممدوح کو اسکی طرف التفات خاص ہے چنانچہ دو بار بہ نفس نفیس اس کے ملاحظہ کو تشریف لا چکے ہیں۔

پہلے اس میں پانچ درجے تھے تین ادنیٰ اور دو اعلیٰ اس لحاظ سے کل مدت تعلیم پانچ برس تھی لیکن تعلیم کی ہائی اسٹینڈرڈ کے قائم کرنے کے لیے دو درجے اور بڑھا دیئے گئے ہیں اور کل مدت تعلیم سات برس قرار دی گئی ہے۔ اس کالج میں فرنچ کے ساتھ یونانی اور ارمنی زبان کی تعلیم بھی لازمی ہے عربی اور فارسی بھی نصاب تعلیم میں داخل ہے لیکن لازمی نہیں۔ مضامین جنکی تعلیم ہوتی ہے یہ ہیں۔ تاریخ۔ جغرافیہ الکٹرسٹی وغیرہ طبیعات۔ پولیٹیکل۔ اکونمی۔ اصول قانون۔ یورپ کے قوانین۔ ان تمام مضامین کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے پر ہوتی ہے۔ تاریخ کا کورس میں نے خود دیکھا چھ ضخیم جلدوں میں تھا اس کالج کے تعلیم یافتہ بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ دو سو سے زیادہ اس وقت تک ملکی عہدوں پر مقرر ہو چکے ہیں جن میں سے بعض بعض نہایت بلند رتبہ کے عہدہ دار ہیں۔ طلبا جو اس وقت کالج میں تعلیم پا رہے ہیں اُن کی تعداد ۶۰۰ سے زائد ہے۔

طالب علموں کی تعداد

میں نے اس کالج کی اچھی طرح سیر کی۔ کالج کے منیجر جو ایک معزز ترک ہیں۔ اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے لیکن چونکہ ترجمان میرے ساتھ تھا بے تکلف گفتگو ہو سکتی تھی یہاں کے کالجوں میں میں نے یہ بات عموماً دیکھی اور مجکو بہت پسند آئی کہ منیجر معزز رتبہ کا آدمی ہوتا ہے اور اس کی طرز معاشرت سے عزت و شان ظاہر ہوتی ہے۔ ان منیجر صاحب کا کمرہ بھی حسب معمول مرتب اور آراستہ تھا میں جس وقت کالج میں پہنچا چھٹی کا گھنٹہ تھا اور لڑکے کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھے تھوڑی دیر کے بعد جب لڑکے کلاسوں میں آ گئے تو منیجر صاحب نے مجکو کالج کے تمام کمروں کی سیر کرائی۔ کھانے کا کمرہ نہایت خوش سلیقگی سے مرتب تھا میز پر نہایت صاف چادر بچھی تھی اور کھانے کے پُر تکلف برتن خوبصورتی کے ساتھ چنے تھے صراحیاں جو طالب علموں کی تعداد کے موافق تھیں عموماً شیشے کی تھیں اور گویا میز کی آرائش کا کام دیتی تھیں کیمسٹری وغیرہ کی تعلیم کے کمرے میں اعلیٰ درجے کے آلات تھے اور کثرت سے تھے اسی سلسلہ عمارت میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں۔ لیکن چونکہ اندر باہر نہایت اعلیٰ درجہ کا ترکی قالین بچھا ہوا تھا خوبصورت اور مزین معلوم ہوتی تھی۔ ایک طرف دیوار پر خط نسخ کا ایک عمدہ قطعہ آویزاں تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ سلطان عبد العزیز خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے نہایت عمدہ خط ہے۔

کھانے کے کمرے کی صفائی اور آراستگی

اسی اثنا میں ظہر کا وقت آ گیا۔ مسلمان لڑکوں نے (عیسائی طالب علم بھی یہاں کچھ کم نہیں ہیں) نماز کی تیاری کی وہ عموماً کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے۔ اور اس لباس میں اُنکا ادب اور متانت کے ساتھ وضو کرنا اور وقار و احترام کے ساتھ قطار در قطار مسجد کو جانا میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اگر مذہبی اثر سے آزاد ہو کر ترقی کریں تو ایسی ترقی سے تنزل ہزار درجہ بہتر ہے۔ نماز کے بعد تھوڑی

نماز کی تیاری

دیر تک وعظ بھی ہوتا رہا لیکن بہت کم لڑکے اس میں شریک تھے۔

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ترکوں میں تعلیم کا آغاز سلطنت کے ساتھ ساتھ ہوا تھا۔ یہ وہی تعلیم تھی جسکو ہم آج قدیم کے نام سے یاد کرتے ہیں بے شبہ وہ کسی زمانے میں اعلیٰ درجہ پر تھی چنانچہ فضل الدین

علا قوشجی

خوشجی چلپی۔ خواجہ زادہ۔ حاجی خلیفہ وغیرہ کی تصنیفات آجتک اسی کی ہیں لیکن موجودہ تعلیم پستی کی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اس کے مقابلے میں ہمارے ہندوستان کی تعلیم غنیمت ہے اس سفر میں جس چیز کا تصور میری تمام مسرتوں اور خوشیوں کو برباد کر دیتا تھا وہ اسی قدیم تعلیم کی ابتری تھی یہ مسئلہ آجکل ہندوستان میں بھی چھڑا ہوا ہے، اور تعلیم قدیم کی ابتری پر عموماً رنج و افسوس کیا جاتا ہے لیکن میرا افسوس دوسری قسم کا افسوس تھا، ہمارے ملک کے نئے تعلیم یافتہ پرانی تعلیم پر جو رنج و افسوس ظاہر کرتے ہیں وہ درحقیقت رنج نہیں بلکہ استہزا اور شماتت ہے۔ میں اگرچہ نئی تعلیم کو پسند کرتا ہوں اور دل سے پسند کرتا ہوں تاہم پرانی تعلیم کا سخت حامی ہوں، اور میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی قومیت قائم رہنے کیلئے

طالبعلموں کی تعداد

پرانی تعلیم ضروری اور سخت ضروری ہے اس کے ساتھ جب یہ دیکھتا ہوں کہ یہ تعلیم جس طریقے سے جاری ہے وہ بالکل بے سود اور بے معنی ہے تو خواہ مخواہ نہایت رنج ہوتا ہے۔ ہندوستان میں تو اس خیال سے صبر آجاتا تھا کہ جو گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں نہ ہو سکی بے سروسامانی قدرتی بات ہے لیکن قسطنطنیہ شام مصر میں یہ حالت دیکھکر سخت رنج ہوتا تھا۔

قصہ مختصر قدیم تعلیم کا یہاں کثرت سے رواج ہے اور چونکہ اس قسم کے طالب علم اپنی وضع و لباس سے صاف پہچانے جاتے ہیں اس لئے مسجدوں اور عام گذرگاہوں میں آسانی سے ان کی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ خاص قسطنطنیہ میں ان کی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں ہے

طالبعلموں کی بسر اوقات کا طریقہ

ان کی بسر اوقات کا جو طریقہ ہے وہ نہ صرف افسوسناک بلکہ حیرت انگیز ہے یہاں کے تمام مدارس (قدیمہ) میں تین مہینے کی متصل تعطیل ہوتی ہے جس کا آغاز رمضان المبارک سے ہوتا ہے ان مہینوں میں تمام طلبا قسطنطنیہ سے باہر چلے جاتے ہیں اور دیہات قصبات میں پھر کر زکوٰۃ تحصیل کرتے ہیں۔ یہ زکوٰۃ ان کی سال بھر کی معاش ہے۔ بعض بعض مدرسوں میں اور وہ خال خال ہیں کچھ روٹیاں بھی مقرر ہیں لیکن کپڑے وغیرہ کا مطلق بندوبست نہیں رہنے کے لئے مدرسوں کے حجرے ہیں جو نہایت مختصر اور تنگ ہیں۔

مدرسوں کی قطع یہ ہے کہ چھوٹا سا صحن اور اس کے تین طرف چھوٹے چھوٹے حجرے ہوتے ہیں اور صحن میں سقاوہ ہوتا ہے بڑے بڑے مدرسے جو سلاطین (محمد فاتح و سلیمان وغیرہ) نے بنوائے تھے اور آجتک قائم ہیں اُنکے حجرے وسیع اور ہوادار ہیں۔ لیکن اور تمام مدرسوں کے حجرے ایسے مختصر اور بند بند ہیں کہ اندر جاتے ہوئے دم گھٹتا ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے مجکو ترکوں کی علمی فیاضی کا اعتراف کرنا چاہیئے کیونکہ ہر چند کم حیثیت سہی تاہم آج سینکڑوں علمی یادگاروں کا وجود تو ہے اور انصاف یہ ہے کہ یہ مدرسے جس زمانے کی یادگار ہیں اُسوقت کی تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ناموزوں بھی نہیں ہمارے ہندوستان میں تو اس وسعت اور فراخی کے ساتھ کہ بجائے خود ایک اقلیم ہے حکومت اسلام کی ششصد سالہ مدت کی ایک بھی علمی یادگار موجود نہیں۔

نصاب تعلیم

تعلیم قدیم کے متعلق سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ تعلیم کا اسٹینڈرڈ نہایت چھوٹا رکھا گیا ہے علم ادب کا پتہ نہیں منطق و فلسفہ میں ایساغوجی اور شمسیہ انتہائی کتابیں ہیں صحاح ستہ شاید ہی کسی مدرسے میں پڑھائی جاتی ہو۔ معانی و بلاغت و اصول فقہ کا بھی یہی حال ہے فقہ پر البتہ بہت کچھ توجہ ہے لیکن اس کی تعلیم بھی مجتہدانہ نہیں بلکہ نہایت عامیانہ اور مقلدانہ ہے بعض بعض مولویوں سے میری ملاقات تھی وہ ایسے جزئی اور عام مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ مجکو تعجب اور افسوس ہوتا تھا۔

ترکوں کی علمی حالت

ترکوں کی علمی حالت

اسلام نے دنیا کے جن حصوں پر حکومت کی وہاں کی ملکی زبان اگرچہ مٹ نہیں گئی تو اتنا ضرور ہوا کہ علمی حیثیت کا منصب اُس سے چھن کر عربی زبان کو ملگیا۔ ہندوستان فارس۔ اسپین افغانستان کی ملکی زبانیں اگرچہ بالکل مختلف تھیں لیکن علمی زبان ہر جگہ عربی ہی رہی اور اب بھی ہے ترک بھی اس عام اثر سے مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن اس خصوصیت میں انکو تمام اسلامی قوموں میں امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے عربی زبان کی اطاعت کے ساتھ اپنی زبان کو بھی علمی خزانوں سے محروم نہیں ہونے دیا جس زمانہ

ترکی زبان میں علمی کتابوں کا ترجمہ

میں علوم قدیمہ کی حکومت تھی اُس زمانے میں ترکی زبان میں ان علوم کا پورا سلسلہ موجود تھا اور اب بھی ہے میں نے حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ تاریخ ابن خلدون طبری۔ ابن خلکان مقریزی وغیرہ نہایت ضخیم کتابیں ہیں اور جن میں سے بعض سات سات جلدوں میں ہیں ترکی میں سب کا ترجمہ موجود ہے بخلاف اسکے فارس اور افغانستان میں اسکی ایک نظیر بھی نہیں ملسکتی۔ ترکی کی اصلی تصنیفات کے علاوہ ترجمہ شدہ کتابوں کا ذکر کیا جائے تو ایک بڑی فہرست کتابوں کی تیار ہوگی۔

میرے ایک ترک دوست نے جو متعدد زبانوں کے ماہر ہیں مجھ سے بیان واقعہ کے طور پر نہ فخریہ بیان کیا کہ فرنچ زبان کی تاریخیں۔ ڈرامے۔ ناول۔ سفرنامے۔ کتب انشا و بلاغت اس کثرت سے ترکی میں ترجمہ ہو گئی ہیں کہ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ فرانس کا پورا علم ادب ترکی زبان میں آگیا ہے علوم و فنون جدیدہ کی بھی سینکڑوں کتابیں ترجمہ ہو چکی ہیں اور اسی کا اثر ہے کہ ٹرکی کے تمام کالجوں میں بجز مکتب سلطانیہ کے ان علوم و فنون کی تعلیم ترکی ہی زبان میں ہوتی ہے اور اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے مستقل تصنیفات کا رواج بھی کچھ کم نہیں۔ علوم و فنون جدیدہ کی تمام شاخوں پر کثرت سے کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ اور کالجوں اور اسکولوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً مستقل تصنیفات ہیں نہ ترجمے۔ مجکو اس قدر فرصت اور موقع تو کہاں ملسکتا تھا کہ تمام جدید تصنیفات سے واقفیت حاصل کرتا

ترکی میں تاریخی تصنیفات البتہ اپنے مذاق کے موافق تاریخ و رجال کی کتابیں دیکھیں جسکی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ عربی کے بعد ایشیا کی کسی زبان میں اسقدر سرمایہ موجود نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے اسکو عربی پر ترجیح حاصل ہے عربی زبان میں جسقدر تاریخیں ہیں سادہ واقعات کا مجموعہ ہیں اور جس قدر کوشش اور اہتمام ہے صرف اصول روایت کے متعلق ہے بخلاف اس کے ترکی تاریخیں اُن اصول و قواعد کے موافق لکھی جاتی جو فلسفہ تاریخ کے اصول ہیں اور جسکی بنا پر یورپ نے اس فن کو معراج کمال تک پہنچا دیا ہے مکتب ملکیہ میں تاریخ کی کتاب جو درس میں داخل ہے میں نے اسکو اجمالی طور پر دیکھا۔ تمام واقعات میں علت و اسباب کا سلسلہ ملحوظ رکھا ہے اور جا بجا محاکمہ اور تحقیق اور تنقید کی ہے اس کے ساتھ ہر عہد حکومت کے خاتمہ پر اس عہد کی تمدنی۔ اخلاقی۔ علمی حالت تفصیل کے ساتھ دکھائی ہے۔

بیوگرفی یعنی رجال و تراجم بیوگرفی کا ایک نہایت مفید سلسلہ ہے جس کا نام مشاہیر رجال ہے مشہور اہل کمال کے حالات زندگی نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے لکھے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ سلسلہ ناتمام چھوڑ دیا گیا ورنہ نہایت مفید مجموعہ ہوتا۔ ایک خاص قسم کی بہت بڑی انسائیکلوپیڈیا آجکل زیر تصنیف ہے جس کا نام قاموس الاعلام ہے **قاموس الاعلام** اس میں رجال کے علاوہ مشہور شہروں اور عمارتوں اور تاریخی مقامات کا تذکرہ ہے۔ عربی اور فرنچ وغیرہ کی جن تصنیفات سے اس کتاب میں مدد لیگئی ہے اُن کی فہرست اس کے ساتھ شامل ہے میں نے عربی کتابوں کے نام پڑھے نہایت نایاب و مستند کتابیں ہیں اور قسطنطنیہ کے سوا اور کہیں نصیب نہیں ہو سکتیں یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ہے اور اس وقت تک (ن) تک پہنچی ہے۔ تاریخ کے ساتھ جغرافیہ کو بھی نہایت

جغرافیکی ترقی ترقی ہے۔ کثرت سے مفید کتابیں لکھی گئی ہیں مجموعی دنیا اور الگ آبادیوں کے بڑے بڑے نقشے نہایت باقاعدہ خوبصورت اور موزوں تیار کئے گئے ہیں اور یورپ کے تیار شدہ نقشوں سے کسی بات میں کم نہیں سمجھ کر ناکہاں فن

سے خاص دلچسپی ہے۔

ترکی تصنیفات کی کثرت کا کافی معیار میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن ایک دفعہ سررشتۂ تعلیم کے دفتر میں اجمالی طور پر ان کتابوں کی فہرست دیکھی جو خاص قسطنطنیہ میں صرف ایک مہینے کے عرصے میں شائع ہوئیں انکا شمار دو ہزار کے قریب تھا اگرچہ اس میں ارمنی یونانی۔ فرنچ اور دوسری زبانوں کی کتابیں بھی تھیں لیکن زیادہ حصہ ترکی تصنیفات کا تھا۔ البتہ یہ افسوس ہے کہ ان میں ناول اور ڈرامے زیادہ تھے اور یہ وہی بلا ہے جو ہمارے ملک کمبخت میں پھیلی ہوئی ہے

ترکی لٹریچر

ترکی کے لٹریچر نے بھی نہایت ترقی کی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ بہت سی خصوصیتوں میں ہماری اردو کے مشابہ ہے۔ ترکی کا قدیم لٹریچر قدیم اردو کے انداز پر رنگین اور پر تکلف استعارات سے مملو اور قوافی کا پابند تھا۔ لیکن اب نئی اردو کی طرح سادگی۔ صفائی۔ بے تکلفی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور نئی تصنیفات بالکل اسی طرز پر لکھی جاتی ہیں۔ اس نئی طرز کے موجد یا استاد کمال بک۔ حامد بک۔ پروفیسر ناجی وغیرہ ہیں میں نے جب ترکی پڑھنی شروع کی تو قدیم تصنیفات کے پڑھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے احباب نے جو میرے استاد بھی تھے کہا کہ قدیم و جدید ترکی میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور قدیم زبان کا سیکھنا نئی زبان کیلئے کافی نہ ہوگا۔ پروفیسر گبری نے اپنے لیکچر میں جو انہوں نے ترکی کی موجودہ شائستگی پر دیا ہے قدیم و جدید ترکی کا موازنہ کر کے موجودہ زبان کی دلاویزی صفائی سادگی کا تعجب کے ساتھ اعتراف کیا ہے

ترکی مصنفین

ترکی مصنفوں میں جو آجکل زیادہ نامور اور ممتاز ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ احمد مدحت جودت پاشا پروفیسر ناجی۔ ابو الضیا۔ سامی۔ علی نصرت پروفیسر ناجی شاعر ہیں۔ اور گویا پایۂ تخت کے شاعر ہیں ملک الشعرا کا یہاں کوئی عہدہ نہیں ہے۔ ورنہ یہ لقب انہیں کو ملتا تاہم ان کو پایۂ تخت کا شاعر خیال کیا جاتا ہے احمد مدحت بہت بڑا مصنف ہے اس نے ترکی حکومت کی نہایت مفصل تاریخ لکھی ہے جو بارہ جلدوں میں ہے۔ اسلام پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں انکے جواب میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو تین جلدوں میں ہے اور بار اقدم اسلامیہ کے نام سے موسوم ہے وہ ترکی فارسی عربی کے علاوہ فرنچ زبان میں کمال رکھتا ہے۔ یورپ میں جو اورینٹل کانفرنس قائم ہوا ہے اسکے متعدد اجلاسوں میں ترکی کی طرف سے وہ وکیل مقرر ہو کر گیا اور اسٹاک ہالم کی کانفرنس میں عربی فارسی۔ وغیرہ کی دو ڈپلومنٹ کی امر اسی کو دیکھیں احمد جودت پاشا مشہور شخص ہیں اور جلسۂ وزرا کے ایک ممبر یعنی وزیر اوقاف ہیں اور انکا سن ساٹھ ستر کے قریب ہے اور چونکہ عمر رسیدہ شخص ہیں اور ضعیف بھی ہیں جلسۂ وزرا میں کم شریک ہوتے ہیں ان کی تصنیفات میں سے قواعد عثمانیہ جو ترکی صرف و نحو ہے مدرسوں میں داخل ہو گیا ہے

ملا تھا۔ دیر تک صحبت رہی۔ عربی فارسی میں بے تکلف بات چیت کر سکتے ہیں مجھ سے عربی میں باتیں کرتے رہے۔ بڑی تعریف یہ ہے کہ باوجود دولتمندی اور عہدہ وزارت کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور زیادہ تر علمی مشاغل میں مصروف رہتے ہیں۔

ترکی اخبارات و رسالے

ترکی لٹریچر کے ذکر میں اخبارات و ماہوار رسالوں کا ذکر کرنا بھی ضرور ہے کیونکہ آجکل یہ چیزیں بھی لٹریچر کا ایک بڑا جزو خیال کی جاتی ہیں میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس لحاظ سے ترکی لٹریچر پستی کی حالت میں ہے۔ ترکی زبان کے اخبار تعداد میں کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ بہت سے اخبار روزانہ ہیں اور بڑی آب و تاب سے نکلتے ہیں۔ عبارت بھی بہت سادہ اور شستہ ہوتی ہے۔ اخبار کا مذاق بھی تمام ملک میں پھیل گیا ہے۔ بہت سے قہوہ خانے اخباروں کے لیے مخصوص ہیں۔ جہاں ہمیشہ کثرت سے اخبارات موجود رہتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو قہوہ خانے کے بجائے قرأت خانہ کہا جاتا ہے۔

اخبارات کے نہ آزاد ہونے کا سبب

یہ سب کچھ ہے لیکن جو چیز اخبار کی جان ہے یعنی آزادی اس کا سرے سے وجود نہیں تمام اخبارات میں بجز سرکاری احکامات اور معمولی خبروں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ترکی زبان پولیٹکل طرز تحریر اور استدلال سے بالکل محروم ہو گئی اور حقیقت یہ ہے کہ جس زبان میں آزادی کا عنصر نہ ہو اس میں رفعت خیال۔ قوت بیان۔ زور کلام۔ جوش تاثیر کیونکر اور کہاں سے آسکتا ہے۔ عربی کو دیکھو جب تک خلافت راشدہ کا زمانہ تھا اور طبیعتیں آزاد تھیں خود سر تھیں عربی زبان جوش اور تاثیر سے لبریز تھی جس زمانہ سے شخصی حکومت کی بنیاد پڑی اور خاندان بنو امیہ نے بڑے زور اور قوت سے عرب آزادی کو پامال کر دیا زبان میں نہ وہ تاثیر رہی نہ وہ جوش رہا بے شبہ زمانہ مابعد کا لٹریچر کثرت معلومات کی وجہ سے نہایت وسیع اور دولتمند ہے لیکن اس زمانے کے تمام تصنیفات میں آزادانہ تحریر اور پولیٹکل جوش اور تاثیر کا پتہ نہیں ملتا۔

ان باتوں کے ساتھ مجھکو یہ تسلیم کرنا ضرور ہے کہ اخبارات کا آزاد نہ ہونا ترکی پولیٹکل حالات کا ضروری اقتضا ہے۔ رعایا کا اختلاف نسب سلطنتہائے غیر کی رقابت۔ مخالفین کی دراندازیاں اخبار کا بات بات میں جنگ کر دینا۔ یورپین حکومتوں کی ہمسائیگی۔ یہ ایسے حالات ہیں جن میں آزاد سے آزاد گورنمنٹ بھی یہی کرتی جو ترکی نے کیا ہے حال ہی میں فرانس کی جمہوری حکومت نے تونس میں اخبارات کی آزادی کے متعلق جو احکام جاری کیے ان کو دیکھ کر کون انصاف پسند ہے جو تنہا ترکی کو مورد الزام قرار دے سکتا ہے

البتہ کتابوں کے چھپنے کے متعلق یہاں جو روک ٹوک ہے وہ کسی قدر اعتراض کے قابل ہے یہاں عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب قدیم یا جدید چھپوانا چاہتا ہے تو پہلے وہ کتاب معارف سے

کتابوں کے چھپنے میں روک ٹوک ہونا

سررشتہ میں پیش کی جاتی ہے وہاں معائنہ اور تفتیش کا ایک جداگانہ صیغہ ہے اس صیغہ کے عہدہ دار کتاب
کو اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں۔ اور ان کی رپورٹ کے متعلق بعض اوقات کتاب کا چھاپنا روک دیا
جاتا ہے یا اس میں حک و اصلاح کی جاتی ہے اس قاعدے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بعض لوگ
کتابوں کے چھاپنے میں نہایت بد دیانتی کرتے تھے۔ مثلاً بیروت میں عیسائیوں نے الفاظ الکتاب [illegible]
چھاپی اس میں جہاں جہاں قرآن پاک کی آیتیں تھیں اور اسلامی طریقے کے موافق عنوان کے طور پر
قال اللہ یا کما فی القرآن المجید تھا سب بدل کر کما قیل یا کما قال القرآن بنا دیا۔ حالانکہ کسی مسلمان کے
قلم سے قرآن مجید کی نسبت ایسے الفاظ نہیں نکل سکتے تھے اس سے زیادہ یہ کہ انہیں عیسائیوں نے قرآن مجید کا ایک
انتخاب چھاپا ہے اور جہاں جہاں کسی آیت میں عیسائی روایتوں کے خلاف کسی واقعہ کا ذکر ہے تو حاشیہ میں
لکھ دیا ہے کہ غلط ہے اور صحیح یوں ہے۔ بے شبہ ایک اسلامی سلطنت اس قسم کے تصرفات کا تحمل نہیں کر سکتی
اور یہی سبب ہے کہ سلطنت کی طرف سے کتابوں کے شائع ہونے کے وقت نہایت احتیاط اور تفتیش سے
کام لیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آجکل اس کا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے یہ صیغہ تحریف و تبدیل
کی روک کی غرض سے قائم ہوا تھا مگر بعض اوقات اس نے خود تحریف و تغیر پر عمل کیا ہے۔ میرے
سامنے ایک مطبع میں شرح عقائد نسفی چھپ رہی تھی معارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلم زد
کر دی تھی جس میں خلافت کی بحث ہے اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور ہے۔ مطبع والے نے مجبوراً وہی
قلم زد نسخہ چھاپا۔ میں نے اصل نسخہ جس پر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجھ کو یاد ہے کہ اس وقت میں
رنج اور غصہ کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے یہ تصرف بخیال خود سلطان کی ہوا خواہی کے
جوش میں کیا ہوگا لیکن اگر حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز اسکو پسند نہ کرتے۔

اخبارات تو جیسا میں نے اوپر بیان کیا قابل اعتنا نہیں لیکن میگزین اور ماہواری رسالے جو ترکی
زبان میں نکلتے ہیں نہایت قدر ... کے قابل ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور اور معروف معارف ہے جو ہفتہ وار
نکلتا ہے۔ اس رسالے میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کے مضامین لکھے جاتے ہیں اور ترکوں میں آجکل جو لوگ
علوم جدیدہ کے ماہر ہیں زیادہ تر اسی رسالے کے ذریعہ سے اظہار کمال کرتے ہیں مضامین زیادہ تر
نیچرل سائنس اور آلات جدیدہ کے متعلق ہوتے ہیں اور کوئی پرچہ تصویر سے خالی نہیں ہوتا تعداد
اشاعت بھی کچھ کم نہیں۔ میں نے صاحب مطبع سے دریافت کیا تھا معلوم ہوا پانچ ہزار پرچے نکلتے ہیں
معارف کے سوا اور بھی علمی پرچے ہیں اور نہایت قابلیت سے شائع ہوتے ہیں۔ انہیں رسالوں [illegible]
ثروت فنون۔ میری نگاہ سے گذرے ہیں یہ تمام رسالے کاغذ خط صفائی غرض ظاہری [illegible]

یورپ کے مشہور رسالوں کی ہمسری کرتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ ترکی علوم وفنون کو جو روز افزوں ترقی ہے اور جس کثرت سے ہر فن میں نئی تصنیفات شائع ہوتی رہتی ہیں اس کے لحاظ سے تمام ایشیا کی دنیا پر اُسکو فضیلت کا رتبہ حاصل ہے

چھاپے خانے

چھاپے خانے یہاں کثرت سے ہیں اور خوشخطی۔ صفائی۔ موزونی میں انکا جواب نہیں عربی خط کا جو ٹائپ ہے اور ایک ترکی عالم ابو الضیا کی ایجاد ہے تمام دنیا میں بے نظیر خیال کیا جاتا ہے عربی کتابیں آج دنیا میں جہاں جہاں چھپتی ہیں بیروت کی چھپی ہوئی کتابیں سب سے عمدہ تسلیم کی جاتی ہیں لیکن بیروت والوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اصل میں یہ ٹائپ ترکوں کی ایجاد ہے اور ہم ان کے مقلد ہیں چونکہ قسطنطنیہ میں عموماً ترکی کتابیں چھپتی ہیں اور وہ ان ملکوں میں نہیں آتیں اسلئے عام طور پر بیروت ہی کی شہرت ہو گئی ہے۔ مرفہ الحالی یا عام قدردانی کا اثر ہے کہ قسطنطنیہ میں جسقدر کتابیں چھپتی ہیں نہایت عمدہ اور قیمتی کاغذ پر چھپتی ہیں۔ بخلاف مصر و ہندوستان کے جہاں جوتے صاف کرنیکا کاغذ کتابوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ ان ملکوں میں لوگوں نے ابھی تک علم کی کچھ قدر و قیمت نہیں سمجھی۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ یہاں کوئی مطبع اتنا وسیع اور دولتمند نہیں جیسا کہ ہندوستان میں نولکشوری مطبع ہے۔ اس کے ساتھ یہ اور افسوس ہے کہ اکثر مطابع غیر قوموں کے ہیں معارف جس کا میں نے ابھی ذکر کیا اسکا مالک بھی ایک عیسائی ہے مسلمانوں کے جو مطابع ہیں ان میں ترجمان حقیقت۔ مطبع عثمانیہ۔ شرکت صحافیہ زیادہ ممتاز ہیں میں نے ان سب کی سیر کی۔ شرکت صحافیہ اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ وہ مشترک سرمایہ سے قائم ہے اور اُسکے تمام حصہ دار مسلمان ہیں۔ کل سرمایہ ۱۰ ہزار پونڈ یعنی قریباً دو لاکھ روپیہ ہے تمام کام انجن کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ انجن بہت بڑا ہے اور دس بارہ کلوں کو چلاتا ہے میں جسوقت پہنچا عینی شرح بخاری چھپ رہی تھی۔ دو ضخیم جلدیں اسوقت تک تیار ہو چکی ہیں۔ مطبع والے کہتے تھے کہ ایسی ہی آٹھ اور ہیں۔ تمام قسطنطنیہ میں مسلمانوں کا یہی مشترکہ کارخانہ ہے۔ ورنہ مسلمان۔ اولاً تجارت کو ہاتھ نہیں لگاتے اور کسی اتفاقی وجہ سے اس کام کو کرتے بھی ہیں تو چار شخص مل کر نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے یہ مطبع ایک گونہ خرق عادت میں داخل ہے۔

کتب خانے

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے مجھ کو اس عنوان کا یہ موقع نہ تھا ورنہ ذاتی شوق اور رغبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ

لحاظ سے یہی مضمون تھا جسکو میں سب سے اول اور سب سے افضل لکھتا حقیقت یہ ہے کہ ترکوں کے علمی کارناموں میں جو سب سے زیادہ قابل فخر ہے وہ یہی کتب خانے ہیں۔ اسلامی دنیا کے جن حصوں میں آج تعلیم و تعلیم کا چرچا ہے وہ ہندوستان۔ عربیا۔ مصر۔ شام بلاد مغرب فارس نہ ایران ہیں انمیں اکثر مقامات کا علمی سرمایہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جو نہیں دیکھا ہو وہ ایسے قوی وسائل سے معلوم ہو کر دیکھنے کے برابر ہے۔ اس بنا پر میں کافی یقین کے ۔ ۔ ۔ ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تمام اسلامی میں قسطنطنیہ عربی تصنیفات کا سب سے بڑا مرکز ہے۔

کتب خانے اور کتابوں کی تعداد

کل کتب خانے جو اس شہر میں ہیں انکی تعداد ۵ ہے شاہی کتب خانہ جو قصر ہمایوں میں ہے سب سے بڑا اور نہایت قدیم ہے ان کے علاوہ ہے۔ ان کتب خانوں کی کل کتابیں ۵۰ ہزار ہیں۔ اگرچہ یہ تعداد کچھ بڑی تعداد نہیں ہمارے ہندوستان میں اس سے زیادہ کتابیں ہونگی لیکن قسطنطنیہ کی جو ترجیح ہے وہ کتابوں کی عمدگی اور کمیابی کی حیثیت سے ہے ان کتب خانوں میں چند کے نام ذیل میں درج ہیں کتب خانہ جامع ایاصوفیہ۔ کتب خانہ جامع بایزید کتب خانہ جامع ینی۔ کتب خانہ جامع قدیم۔ کتب خانہ عاشر آفندی شیخ الاسلام۔ کتب خانہ اسعد آفندی نقیب الاشرف۔ کتب خانہ جامع محمد فاتح۔ کتب خانہ حمیدیہ جدید کتب خانہ علی پاشا شہید۔ کتب خانہ نور عثمانیہ۔ کتب خانہ لالہ لی۔ کتب خانہ اغلی علی پاشا۔ کتب خانہ محمد پاشا کوپرلی۔ کتب خانہ قلیچ علی پاشا۔ کتب خانہ ولی الدین افندی۔ کتب خانہ سلیمیہ۔ کتب خانہ فیض اللہ آفندی۔ کتب خانہ سلطان محمد قاضی زادہ۔ کتب خانہ [illegible] اسعد ... سلطان ... کتب خانہ عاطف آفندی کتب خانہ شاہزادہ داماد ابراہیم پاشا۔ کتب خانہ خسرو پاشا۔ کتب خانہ مہرشاہ۔ کتب خانہ محمد آفندی۔ کتب خانہ مصطفےٰ آفندی۔ کتب خانہ توفیق آفندی۔ کتب خانہ سلیمانیہ۔ کتب خانہ محمد آفندی مراد کتب خانہ راغب پاشا۔ ان میں سے چند کتب خانوں کی مفصل فہرستیں بحکم شائع ہوگئی ہیں اور غالباً رفتہ رفتہ بقیہ فہرستیں بھی اشاعت پائیں۔

یہ کتب خانے جیسا کہ خود ان کے ناموں سے ظاہر ہے اگلے پاشاؤں اور امیروں نے قائم کئے ہیں اور سب کے سب وقف عام ہیں ہر کتب خانے کے ساتھ اس قدر جائداد بھی وقف ہے جس سے آسکے معمولی مصارف یعنی سکان کی تجدید و ترمیم فرش اور معمولی فرنیچر۔ ملازموں کی تنخواہ ادا ہوتی رہتی ہے ان امور کے لحاظ سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ علمی فیاضی میں ترکوں کا درجہ اسلامی قوموں سے بالاتر ہے ہندوستان میں مدتوں تک اسلامی حکومت رہی اور بڑے اوج و شان سے رہی بڑے بڑے نامور وزرا اور امرا گذرے لیکن آج ان کی ایک بھی علمی یادگار موجود نہیں۔

ان کتب خانوں سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ ترکوں میں افراد کا گروہ (جو اور قوموں میں لسلسلہ ایک جاہل گروہ ہوتا ہے) بھی تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اکثر کتب خانوں میں وقف کرنیوالوں کی ذاتی تصنیفات یا اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں جو ان کے مذاق اور وسعت نظر کی شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ جس قسم کی عمدہ اور نایاب کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کی گئی ہیں خود ان سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ جمع کرنے والوں کا علمی مذاق معمولی مذاق نہ تھا۔

کتب خانوں کی ظاہری حالت

یہ کتب خانے چونکہ عمارت اور دیگر ساز و سامان کے لحاظ سے معمولی درجے کے ہیں یہاں تک کہ بعض کتب خانوں میں الماریاں تک نہیں ایک چھوٹے سے پیس کے گرد لوہے کا کٹہرا ہے کتابوں کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ تمام کتب خانوں میں زمین کا فرش ہے البتہ اس قدر تکلف ہے کہ سامنے تختیاں لگی ہوئی ہیں جن پر کتابیں رکھکر پڑھتے ہیں۔ کتب خانہ حمیدیہ جو حال میں قائم ہوا ہے اور سلطان اعظم کے عہد مبارک کی یادگار ہے۔ اگرچہ زیادہ شان و شوکت کا ہے عمارت خوبصورت اور وسیع ہے میز کرسیاں کوچیں جسقدر ہیں میز پر ریشمی گدے ہیں۔ غرض تمام باتوں میں اور کتب خانوں سے مستثنیٰ ہے تاہم الہ آباد کی پبلک لائبریری کی برابری نہیں کر سکتا۔

اوقاف کا انتظام

چونکہ تمام اوقاف کا انتظام حکومت سے متعلق ہے۔ کتب خانے بھی گورنمنٹ کے زیر اہتمام ہیں اور یہی وجہ ہے کہ باوجود امتداد زمانہ کے کتابیں اس احتیاط سے محفوظ ہیں کہ ایک پرچہ بھی ضائع نہیں ہونے پایا ہے ملازمین باوجود قلت تنخواہ کے مستعد اور راست کردار ہیں۔ کتب خانہ عاشر آفندی کا وقف اس قدر کم ہے کہ لائبریرین کو معمولی خوراک اور دو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ملسکتے لیکن جو شخص لائبریرین مقرر کیا ہے۔ اس قدر دیانتدار اور اپنے فرائض کا پابند ہے کہ اس سے زیادہ ہونا ممکن نہیں۔ کتب خانوں کی دیواروں پر انگور کی بیلیں چڑھی ہیں۔ ایک دن میں نے اس سے کہا کہ اگر تم انگوروں کو بیچ ڈالو تو تم کو معقول آمدنی ہو سکتی ہے کہا کہ واقف کی شرط کے موافق یہ انگور صرف اُن لوگوں کیلئے ہیں جو کتب خانہ میں کتاب پڑھنے کی غرض سے آئیں۔ اس لئے میں اُن سے کسی طرح فائدہ نہیں اُٹھا سکتا قلت تنخواہ کی وجہ سے بیچارے نے شادی بھی نہیں کی ہے۔ نہ رہنے کا کوئی مکان ہے کتب خانہ ہی میں رات کو پڑ رہتا ہے۔

کتب خانوں کی بعض خصوصیات

ان کتب خانوں کی خصوصیتیں اور اُن کی اجمالی کیفیت واقعات ذیل سے معلوم ہوگی
(۱) سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کتابیں جو یہاں موجود ہیں عموماً قدیم الخط صحیح اور اساتذہ سابقہ کی صحیح کردہ ہیں۔ قدیم اور نایاب کتابیں جن کے دو ہی چار نسخے دنیا میں ہوں اُن کا ...

نسخوں کی صحت اور عمدگی

زیادہ مقدم ورنہ ان پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔ مصر کے کتب خانے میں بھی قدیم کتابیں کچھ کم نہیں لیکن اکثر زمانہ کمال کی لکھی ہوئی ہیں اور اس وجہ سے چنداں صحیح اور قابل اسناد نہیں قسطنطنیہ کی کتابوں کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ان کتابوں کے ایسے عجیب و غریب نسخے کہاں سے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ اسرار البلاغت عبدالقاہر الجرجانی کی مجھکو مدت سے تلاش تھی۔ ہندوستان میں صرف ایک نسخہ کا پتہ لگا۔ لیکن وہ نہایت غلط اور ناقابل اعتبار تھا قسطنطنیہ میں اس کے متعدد نسخے دیکھے اور سب کے سب نہایت صحیح اور قدیم الخط اسی طرح کتاب البیان والتبیین للجاحظ۔ تذکرہ ابن حمدون معجم الادباء یاقوت حموی۔ کتاب الاشراف للبلاذری۔ تاریخ کبیر امام بخاری وغیرہ کے نسخے نہایت صحیح اور بکثرت موجود ہیں۔

جلدوں کی عمدگی اور کاغذ کی زرافشانی

(۲) بعض کتب خانوں مثلاً حمیدیہ قدیم میں یہ خصوصیت ہے کہ اکثر کتابوں کا کاغذ زریں یا زر افشاں ہے۔ اور حاشیہ پر سنہری بیل بوٹے بنے ہیں۔ ان تکلفات کے ساتھ خط نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے چونکہ قدیم زمانہ کی کتابیں اس تکلف کے ساتھ کم ملسکتی تھیں۔ باقی کتب خانے نے اکثر کتابیں خود اپنے اہتمام سے تیار کرائی ہیں۔ میں نے متعدد کتابیں جن میں شفا بوعلی سینا کا کامل نسخہ بھی تھا نکلوا کر دیکھا اور صاحب کتب خانہ کی نفاست پسندی کی بیساختہ داد دی

یونانی کتابوں کے ترجمے

(۳) میرا خیال تھا کہ دولت عباسیہ کے عہد میں یونانی و مصری کتابوں کے جو ترجمے ہوئے تھے دنیا سے ناپید ہوگئے۔ لیکن یہاں آکر اس خیال کی غلطی ثابت ہوئی اگرچہ جس کثرت سے ترجمے ہوئے تھے اُس اعتبار سے تو موجودہ سرمایہ کچھ بھی نہیں ہے تاہم جسقدر موجود ہے یہ بھی غنیمت ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کو قدیم تصنیفات کے ساتھ خاص اعتنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسنا میں یورپ کی کوششوں سے بھی فائدہ اٹھایا۔ ابن رشد نے ارسطو کی تصنیفات کا ایک نہایت مفید اور جامع خلاصہ لکھا تھا۔ یہ اصلی خلاصہ مفقود ہو گیا ہے۔ لیکن لاٹین میں اسکا ترجمہ ہو گیا تھا جو اس وقت تک یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ اسعد آفندی ایک ترکی عالم نے اس لاٹین خلاصہ کا عربی میں ترجمہ کیا اور جابجا کچھ اضافے کیے۔ میں نے یہ ترجمہ راغب پاشا کے کتب خانہ میں دیکھا تھا بہت بڑا مجموعہ ہے۔ اور ترکوں کی علمی کوششوں کا عمدہ نمونہ ہے

(۴) فن تاریخ و ادب میں بعض ایسی تصنیفات دیکھیں جن میں وہ جدت ہے جسکو میں مدت سے تلاش کرتا تھا اور یورپ کی تصنیفات حال کے سوا اس قسم کی طرز تصنیف کا کہیں پتہ نہ لگتا تھا مثلاً قضاۃ کے حالات میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ حالات زندگی کے ساتھ ان کے فیصلے اور احکام بھی نقل کرتا کہ آج کے طریقہ انفصال مقدمات کے ساتھ اُس کا موازنہ کیا جا سکتا۔

کتب خانہ ینی جامع میں اس قسم کی ایک کتاب موجود ہے۔ مصنف کتاب کا نام ابوبکر محمد بن خلف وکیع
ہے جو نہایت قدیم زمانہ کا مصنف ہے اور تمام واقعات کو بسند متصل بیان کرتا ہے۔ اصل کتاب کا التزام
کیا ہے کہ ہر شخص کے حال کے ساتھ اُسکے بہت سے فیصلے اور تجویزیں نقل کی ہیں اور مقدمات کی صورت
بیان کی ہے۔ فن ادب میں میں نے اس قسم کی کوئی کتاب کبھی نہیں دیکھی تھی بلکہ خیال تک نہ تھا کہ ایسی کوئی
کتاب مسلمانوں نے کبھی لکھی ہوگی جس میں مضامین شعری کی تاریخ ہو یعنی فلاں مضمون۔ اول فلاں شاعر نے
لکھا پھر رفتہ رفتہ فلاں شاعر نے یہ یہ اضافہ کیا یا اس طرح اُس کی صورتیں بدلیں۔ عاشر آفندی کے کتب خانہ میں
میں نے ایک بڑی ضخیم کتاب خاص اس موضوع پر دیکھی۔ مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ ہر قسم کے مضامین عرب
جاہلیہ نے ایجاد کئے پھر متاخرین نے انکو ترقی دی اور نئے نئے پیرایے نکالے۔ تمام کتاب اسی دعویٰ کے ثبوت میں
ہے۔ مصنف ہر مضمون کے لئے عرب جاہلیہ کا ایک شعر نقل کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اسلامی شعراء میں سے
فلاں شاعر نے اسی مضمون کو بدلکر اس طرح لکھا۔ پھر دولت بنو امیہ اور عباسیہ کے شعراء نے اسی سے اور
اور صورتیں پیدا کیں۔ اس کتاب کو پڑھکر مصنف کی وسعت نظر اور دقیقہ سنجی پر حیرت ہوتی ہے اور ساتھ ہی
افسوس ہوتا ہے کہ متاخرین اس قسم کی نادر تصنیفات کی پیروی نہ کر سکے کہ آج اس مضمون پر متعدد کتابیں ملتیں
میں (۵) مشہور حکماء اور ائمہ فن کی کتابیں جس کثرت سے یہاں موجود ہیں اور کہیں نہیں مل سکتیں
امام غزالی۔ بوعلی سینا۔ فخر رازی۔ فارابی۔ کی وہ کمیاب تصنیفات جن کے نام صرف ابن خلکان وغیرہ
کے ذریعہ سے معلوم ہیں۔ اکثر یہاں موجود ہیں۔ معارف و حقیقت کے متعلق بوعلی سینا اور حضرت سلطان
ابوسعید ابوالخیر کی آپس میں جو خط و کتابت وقتاً فوقتاً ہوئی ہے وہ رسالوں کی شکل میں موجود ہے۔
ابن سینا کی نسبت یہ امر مدتوں سے بحث طلب ہے کہ اُس نے فلسفہ یونانی پر کچھ اضافہ کیا ہے یا نہیں
کتاب الشفا میں اُس نے لکھا ہے کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ ارسطو کا فلسفہ ہے اپنے خاص فلسفہ کو میں نے
حکمت مشرقیہ میں لکھا ہے۔ یورپ والوں کو اس کتاب یعنی حکمت مشرقیہ کی نہایت تلاش ہے اور چونکہ
ان کو یہ کتاب نہیں مل سکی اس لئے پروفیسر منک نے اپنی کتاب ریلا فلسفیہ الیہود و دلا سلام میں لکھا
ہے کہ حکمت مشرقیہ ہم کو ملتی نہیں اور جو کتابیں ملتی ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ابن سینا نے کچھ
اضافہ نہیں کیا۔ کتب خانہ جامع ایا صوفیہ میں اس نایاب کتاب کا نہایت عمدہ نسخہ موجود ہے۔
مسلمان تو اس کو پڑھنے اور فلسفہ یونانی سے موازنہ کرنے کی زحمت کیوں گوارا کرتے لیکن اگر یورپ والوں
کو یہ کتاب ملجاتی تو کچھ شبہ نہیں کہ اس بحث کا کہ مسلمانوں نے فلسفہ یونانی میں کچھ اضافہ کیا یا نہیں قطعی
فیصلہ ہو جاتا۔ میں نے قلت فرصت کی وجہ سے اس کتاب کو سرسری طور سے دیکھا ظاہراً شیخ کی جدت

نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زیادہ تدقیق کی نگاہ سے دیکھنے کا موقع ہوتا تو کچھ رائے قائم ہو سکتی۔

تاریخ اور ادب کی بعض کتابوں کے نام

تاریخ اور ادب کی نایاب کتابیں میں نے یہاں دیکھیں اُنمیں سے چند کے نام ذیل میں درج ہیں۔
تاریخ خطیب بغدادی تمام و کمال تاریخ اسلام از علامہ ذہبی ۸ جلد و نمیں تاریخ الحکما از جمال الدین تاریخ کبیر امام بخاری ۳ جلدوں میں۔ تجارب الامم ابن مسکویہ منتظم لابن الجوزی مرآۃ الزمان لسبط ابن الجوزی۔ مسالک الابصار لابن فضل اللہ ۲۰ جلد عقد الجمان لبدر الدین العینی ۱۸ جلد مختصر تاریخ دمشق ابن عساکر معروف بجمال الدین بن مکرم الانصاری ۴ جلد۔ رحلۃ ابن خلدون۔ نہایۃ الادب للنویری طبقات الادبا لیاقوت الحموی طبقات کبریٰ لابن سعد۔ طبقات الامم لابن صاعد للاندلسی۔ کتاب الاشراف کلبلاذری تمام و کمال سیرۃ العمرین لابن الجوزی۔ کتاب البیان و التبیین للجاحظ صناعتین للعسکری دلائل الاعجاز لعبد القاہر الجرجانی۔ تذکرہ ابن حمدون۔ شرح تبریزی بر دیوان الحماسہ دیوان ابو نواس مکمل سرقات المتنبی لابن العمید۔ مجموعہ رسائل ابو اسحٰق صابی۔

کتب خانوں سے یہاں کے باشندوں کا متمتع نہ ہونا

کتب خانوں کے ذکر میں مجکو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نایاب کتابیں یہاں بالکل بیکار ہیں۔ اولاً تو یہ کتب خانے دن میں صرف دو تین گھنٹے کیلئے کھلتے ہیں اسکے ساتھ سال میں دو تین مہینے متصل تعطیل رہتی ہے۔ ان باتوں کے ساتھ اعلیٰ مذاق کی یہ کمی ہے کہ نایاب و قدیم کتابیں یوں ہی پڑی رہتی ہیں کوئی شخص اُنکو اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا کتب خانوں میں جب لوگوں کو کتابوں کے مطالعہ میں مشغول دیکھتا تھا تو ہمیشہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کس قسم کی کتابیں اُنکے پیش نظر ہیں لیکن ہمیشہ کسی کے سامنے مختصر معانی ایسا غوجی شرح وقایہ جلالین وغیرہ کے سوا کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی البتہ کبھی کبھی غیر ملکوں سے کُچھ مور علما آ نکلتے ہیں اُنکو نایاب اور عمدہ کتابوں کی جستجو رہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کل دنیائے اسلامی میں تعلیم کا طریقہ ایسا ابتر اور ذلیل ہو گیا ہے کہ چند درسی کتابوں کے سوا لوگوں کو کسی قسم کی جدید معلومات کیطرف رغبت ہی نہیں ہوتی جسکا نتیجہ ہے کہ جدت و ایجاد کا مادہ قوم سے مسلوب ہوتا جاتا ہے اور جسقدر رہیں کہیں کچھ رہ گیا ہے آیندہ اُسکی بھی اُمید نہیں۔

تنبیہ میں نے کتب خانوں کے بیان میں جو تفصیل کی وہ ایک خاص غرض سے کی اور میں چاہتا ہوں کہ قوم کو اُسکی طرف متوجہ کروں یورپ میں اس قسم کی متعدد انجمنیں قائم ہیں جنکا مقصد قدیم عمدہ کتابوں کا بہم پہنچانا اور اُنکو چھاپ کر شائع کرنا ہے۔ اُنہیں انجمنوں کی بدولت عربی زبان کی وہ قدیم اور نادر الوجود کتابیں ہمکو میسر آئی ہیں جنکے دستیاب ہونیکا خیال بھی نہیں آتا تھا۔ یہی انجمنیں ہیں جنہوں نے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا کامل نسخہ بہم پہنچایا اور اسکی بہت سی کتابیں چھاپ کر شائع کیں حالانکہ مصر و روم

کے علما اِس نایاب تاریخی خزانے سے بالکل نا امید ہو چکے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو یقین دلا دیا تھا کہ وہ دنیا سے ناپید ہو چکی بے شبہہ یورپ کا بہت بڑا احسان ہے اور ہمکو اسکا علانیہ اقرار کرنا چاہیے۔ بزرگانِ قوم سے میری درخواست ہے کہ وہ اِس قسم کی عظیم الشان انجمن بنائیں۔ عام چندے سے کافی سرمایہ جمع کیا جائے۔ قابل اور لائق مصنفین کتابوں کے انتخاب کیلیے ممبر مقرر ہوں قسطنطنیہ اور مصر سے کتابیں نقل کرا کر منگائی جائیں اور چھاپ کر شائع کیجائیں۔ یہ کام بظاہر عظیم الشان اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے غیر ممکن معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اگر چار کروڑ مسلمانوں میں سے ۱۰۰ مسلمان بھی آمادہ ہو جائیں اور ایک قلیل مقدار چندے کی دینا گوارا کریں تو اِس کام کا انجام پانا کچھ مشکل نہیں۔ حیدرآباد میں دائرۃ المعارف الدکنیہ کے نام سے جو انجمن اور جسکے ایک معزز ممبر نواب اقبال یار جنگ بہادر ہیں ہم کو اُمید ہے کہ وہ ہماری گذارش پر توجہ کریگی ہم شکر گزاری کے ساتھ اُسکی علمی فیاضیوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ہم کو اِس سے زیادہ فیاضیوں کی ضرورت ہے اور ہمکو امید ہے کہ دائرۃ المعارف اور زیادہ توجہ اور اہتمام سے اِس مقصد پر متوجہ ہوگی۔

زوایا یا خانقاہیں

زوایا یا خانقاہیں

خانقاہیں جنکو یہاں تکیہ اور زاویا کہتے ہیں نہایت کثرت سے ہیں۔ اخیر رپورٹ جو مرتب ہوئی ہے اسمیں ۵۰۳ خانقاہوں کے نام مع تفصیل و دیگر حالات کے درج ہیں۔ لیکن خانقاہ کے لفظ سے وہ معنی مقصود نہیں جو ہمارے ملک میں مستعمل ہیں اُن ممالک میں یہ ایک عجیب فیاضانہ طریقہ ہے جو درحقیقت حیرت انگیز ہے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں ہر ملک اور ہر فرقہ کے لئے جدا جدا خانقاہیں ہیں۔ اُس ملک اور فرقہ کا مسافر وہاں آنکلتا ہے تو بغیر کسی قسم کی روک ٹوک خانقاہ میں جا سکتا ہے اور جب تک چاہے قیام کر سکتا ہے۔ کھانا اور ایک وقت کی چائے مفت ملتی ہے۔ یہ فیاضی یہانتک عام ہے کہ باوجود بعد مسافت اور بے تعلقی کے قسطنطنیہ۔ دمشق۔ بیت المقدس۔ حلب۔ موصل۔ دیار بکر۔ ان تمام مقامات میں ہندوستانیوں کے لیے جدا جدا خانقاہیں ہیں اور اُنکے لیے گوشت اور جنس کی ایک مناسب مقدار مقرر ہے۔

یہ خانقاہیں امرا اور رئیسوں نے قائم کی ہیں اور اسقدر جائداد وقف کردی ہے جس سے مقررہ مصارف ہمیشہ ادا ہوتے رہتے ہیں۔ ہر خانقاہ میں ایک شیخ ہوتا ہے جسکو معقول تنخواہ و خوراک ملتی ہے اور خانقاہ کا نظام انتظام اُس سے متعلق رہتا ہے میں نے متعدد خانقاہوں کی سیر کی بعض بعض کی عمارت خوش فضا

اور موزوں ہی کھانے کی نوعیت اور مقدار بھی کافی ہی۔ خاص قسطنطنیہ کی خانقاہوں کے سالانہ مصارف کا تخمینہ چار پانچ لاکھ سے کم نہیں کیا جا سکتا۔ درحقیقت ترکوں کی فیاضی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے اور اسمیں شبہہ نہیں کہ جس زمانہ میں یہ طریقہ قائم ہوا تھا اُس عہد کے لحاظ سے نامناسب بھی نہ تھا۔

تم نے عربی تاریخوں میں پڑھا ہوگا کہ تمام ممالک اسلامی میں سیاحوں اور طالبعلموں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا وہ انہیں خانقاہوں اور زاویوں کی بدولت تھا۔ ابن بطوطہ کو اپنے عالمگیر سفر میں اسی طریقہ کی وجہ سے مدد ملتی تھی۔ چنانچہ اُسنے سفرنامے میں ان زاویوں کو نام بنام لکھا ہے لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں تو مفید تدبیریں مضر بن جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو سیر و سیاحت جغرافیانہ تحقیقات تحصیل علم کا مذاق تو جاتا رہا۔ اسلیئے اب یہ طریقہ کاہلی مفت خوری۔ دریوزہ گری کا ایک ذریعہ رہ گیا ہی۔ اور قومی زندگی کو نقصان پہنچا رہا ہی۔ میں نے اکثر خانقاہوں میں خود جاکر دیکھا کئی کئی برس کے مسافر آئے ہوئے پڑے ہیں نہ کسی کا شغل ہے نہ کچھ کام ہے۔ لکھنؤ کے عہدیو ں کا جو حال سنا کرتے تھے یہاں آنکھوں سے نظر آتا ہی۔ شیوخ جن کو خانقاہوں کا انتظام سپرد ہوتا ہی اور تمام نقد و جنس اُنکے اہتمام میں رہتی ہی عموماً خائن اور بددیانت ہیں۔ خود نہایت آرام و عیش سے بسر کرتے ہیں اور مسافروں کے لئے جو مقدار مقرر ہے اُسکا آدھا۔ تہائی۔ چوتھائی بھی اُنکو نہیں دیتے۔ ہندیہ خانقاہ کے شیخ ایک کشمیری صاحب ہیں اُنھوں نے کئی بیویاں کرلی ہیں۔ خانقاہ سے الگ ایک مکان بنوالیا ہی اکثر رہتے ہیں ڈھائی سیر روز گوشت جو روزانہ خانقاہ کے لئے مقرر ہے وہ قریباً کل حضرت کے تصرف میں آتا ہے اور مسافروں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ خانقاہ کی عمارت جا بجا سے ڈھے چلی ہے صحن میں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگا رہتا ہی۔ مختصر یہ کہ وحشت اور ویرانی کی پوری تصویر ہے میں نے اور جن خانقاہوں کو دیکھا وہ اگرچہ ہندی خانقاہ سے ہر بات میں بہتر تھیں لیکن دیانت اور راستبازی کا کہیں پتہ نہیں ملتا اسطرح کئی لاکھ سالانہ کی رقم نہایت بری طرح برباد ہوتی ہے۔

خانقاہوں سے قومی زندگی کو نقصان پہنچنا۔

مساجد جامع۔ اور مشہور مقامات

جامع مسجدوں کی کثرت اور اُنکی خوبی عمارت و عظمت و شان کے لحاظ سے قسطنطنیہ دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ محمد فاتح کے عہد سے جو اس دارالخلافہ کا پہلا تخت نشین تھا آج تک جس قدر فرمانروا گذرے ہر ایک کی (بجز چند کے) ایک جامع مسجد موجود ہے اور بڑی شوکت و شان کی ہی۔ اُن میں سے جامع فاتح۔ جامع سلیمان۔ جامع بایزید۔ جامع والدہ سلطان جامع سلطان احمد جامع ایا صوفیہ

زیادہ ممتاز ہیں اور اِن سب میں جامع ایا صوفیہ اور بھی زیادہ عالیشان اور پر شوکت ہی ان مسجدوں کی وضع ہمارے یہاں کی مساجد سے بالکل الگ ہے۔ نہ دالان نہ محرابیں نہ صحن صرف ایک گنبد ہوتا ہے لیکن اِسقدر وسیع کہ کئی ہزار آدمی سما سکتے ہیں اگرچہ ہندوستان کے مذاق کے لحاظ سے ان مسجدوں کو خوبصورت اور موزوں نہیں کہہ سکتے تاہم گنبد کی بے انتہا وسعت اور عمارت کا ارتفاع انسان کو دفعتہً متحیر بلکہ مرعوب اور حیرت زدہ کر دیتا ہی ہر مسجد میں کئی کئی سو شمعوں کے آہنی جھاڑ ہیں معلوم ہوتا ہی کہ جھاڑ کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے اسپین کی عربی تاریخوں میں ثریا کے لفظ سے غالبًا اسی قسم کے جھاڑ مراد ہیں البتہ اتنا فرق ہی کہ وہاں شیشے اور بلور کے ہوتے تھے یہاں لوہے کے ہیں۔ عمومًا تمام مساجد میں ایک خاص التزام ہی اور اس سے قیاس ہوتا ہی کہ سلاطین ترک کو مذہب تسنن میں نہایت غلو تھا اور بات بات میں اسکا اظہار کرتے تھے۔ عمومًا ہر مسجد میں چار بڑی بڑی ڈھالیں چار دن کونوں پہ ہوتی ہیں اور اُنپر آب زر سے نہایت خوشخط اور جلی حرفوں میں ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ لکھا ہوتا ہی بالکل اِسطرح جسطرح زیب آرائش کیلئے دیوار دنپر اُستادوں کے لکھے ہوئے قطعے لٹکاتے ہیں۔

مسجدونکی آرایش و سجاوٹ

تمام مسجدیں پُر تکلف اور آراستہ ہیں معمولی چٹائی اور جمعہ و عیدین کو عمدہ و بیش قیمت قالین کا فرش بچھتا ہی۔ مسجد کے ایک طرف کچھ زمین چھوٹی ہوتی ہی جسمیں وضو کرنیکے لئے سقاوہ بنا ہوتا ہے میں نے اِس بات کو نہایت پسند کیا کہ یہاں حوض کا مطلق رواج نہیں۔

جامع ایا صوفیہ

جامع ایا صوفیہ جو سب سے زیادہ عالیشان ہی اور تمام مسجدیں اُسی کے نمونے پر بنی ہیں در اصل ایک بہت بڑا گرجا تھا۔ جسکو قسطنطین نے ۳۲۵ء میں تعمیر کیا تھا۔ سات برس تک اسکی تعمیر جاری رہی اور سو معمار اور دس ہزار مزدور کام کرتے تھے محمد فاتح نے کسیقدر تغیر کرکے اِسکو مسجد بنا لیا ابن بطوطہ نے اِسکو گرجا ہونے کی حالت میں دیکھا تھا۔ وہ لکھتا ہی۔ کہ رومیوں کا سب سے بڑا گرجا ہی اور چونکہ کوئی غیر شخص اِسکے اندر نہیں جا سکتا اِسلئے میں اندر کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ باہر سے اِسکی یہ صورت ہے کہ ایک میل کا احاطہ ہی اور تمام زمین میں رخام کا فرش ہی بیچ میں ایک نہر ہی جسکے دونوں کنارے پر ایک ہاتھ بلند رخام کی دیوار ہی اِس دیوار میں عمدہ پچی کاری کا کام ہی اور نہایت عمدہ بیل بوٹے بنے ہیں گرجے کا دروازہ چاندی اور سونے کے پتروں سے منڈھا ہوا ہی۔ لوگوں کے بیان سے ظاہر ہوا کہ کئی ہزار پادری اور یہاں اِس گرجے میں دن رات رہتے ہیں۔

ابن بطوطہ نے جو صورت بیان کی افسوس اب وہ باقی نہیں رہی۔ احاطہ جسمیں نہر تھی مسجد سے بالکل باہر ہے اور قہوہ خانہ بن گیا ہی۔

واقعی یہ عمارت عجیب و غریب اور حیرت افزا ہے بیچ کے گنبد کا قطر ۱۱۵ فٹ اور چھت کا ارتفاع ۱۸۰ فٹ ہے ۔۷ استون ہیں اور کل سنگ سماق اور رخام کے ہیں ۔ ان ستونوں کا قطر تین تین چار چار ہاتھ سے کم نہیں دروازہ جو قسطنطین کے زمانہ کا ہے اور تانبے کا ہے اسپر قدیم زمانہ کی تصویریں بنی ہیں اور ابتک قائم ہیں ۔ چھت پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کی جو تصویریں تھیں انکے آثار اب موجود ہیں قابل دید مقامات بہت ہیں مثلاً یونانیوں کے معابد قدیم ۔ سلحہ خانہ خزانہ یعنی جہاں تمام سلاطین عثمانیہ کے پورے قد کی تصویریں مع اصلی لباس و سلحہ و جواہرات کے ہیں ۔ توپوں کے ڈھالنے کا کارخانہ موزہ خانہ یعنی عجائب خانہ قدیم ۔ جہاں نہایت قدیم زمانے کے پتھر اور کتبے ہیں انہیں اسکندر یونانی کا رنگین تابوت بھی ہے ۔ وغیرہ وغیرہ لیکن میں اس مقامات کو نہ دیکھ سکا ۔ اسلئے انہیں مقامات پر اکتفا کرتا ہوں جنکی خود میں نے سیر کی ۔

ترس خانہ یعنی جہازوں کے بنانے کا کارخانہ بہت بڑا اعظیم الشان کارخانہ اور چونکہ حربی صیغے سے تعلق ہے محکمہ بحریہ کی تحریری اجازت کے بغیر کوئی شخص وہاں جا نہیں سکتا خوش قسمتی سے محکمہ بحریہ کے ایک معزز عہدہ دار ہمارے دوست شیخ علی ظلبیان کے شناسا تھے انہوں نے مہربانی سے ایک عہدہ دار کو ساتھ کردیا ۔ جسنے ہمکو تمام کارخانہ کی بخوبی سیر کرائی ۔ یہ صاحب عربی خوب سمجھتے تھے اور بولتے تھے اور اسوجہ سے ہم ہر ایک بات کو تفصیلاً دریافت کر سکتے تھے ۔ یہ کارخانہ مختلف حصوں میں منقسم ہے جسکا صدر مقام ایک بہت بڑی مستطیل دو منزلہ عمارت ہے ۔ جہاں بڑے بڑے انجن ہیں اور انکے ذریعہ سے سینکڑوں کلیں چلتی ہیں ۔ ہمارے رہنما نے اوّل ہمکو اوپر کے درجہ کی سیر کرائی پہلے ایک بڑے کمرے میں لیگئے ۔ وہاں چند معزز افسر ایک لمبی میز کے گرد بیٹھے ہوئے ایک جہاز کا نقشہ تیار کررہے تھے نقشہ جب تیار ہو جاتا ہے تو دوسرے آفس میں بھیجدیا جاتا ہے جہاں اس نقشہ کے موافق جہاز کا مختصر سا نمونہ تیار کیا جاتا ہے ۔ یہ نمونہ لکڑی کا ہوتا ہے اور باوجود مختصر ہونیکے جہاز کی پوری تصویر ہوتا ہے یہ نمونہ اول سلطان کے ملاحظہ میں پیش ہوتا ہے اور منظوری کے بعد اسی نمونہ کے موافق جہاز تیار کیا جاتا ہے ان نقشی جہازوں کے دقائق اور نکتے تو میں کیا سمجھ سکتا تھا لیکن بظاہر نہایت دقت نظر اور استادی کا کام معلوم ہوتا تھا

ان چیزوں کو دیکھکر ہم نیچے اُترے ۔ یہاں سینکڑوں کلیں چل رہی تھیں اور جدا جدا کام ہو رہے تھے ایک طرف پرزے ڈھل رہے تھے ایک طرف لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں پر سینکڑوں من کا گھن پڑتا تھا اور چادریں بنتی تھیں ۔ اس عمارت کے آگے ایک بڑا لمبا احاطہ ہے وہاں ایک جہاز تھا بالکل تیاری کے قریب تھا صرف چادر چڑھانی باقی تھی ہمنے یہاں تارپیڈو کی بہت سی کشتیاں دیکھیں جو اسی کارخانہ

سے تیار ہوئی تھیں اور سمندر میں ڈالی گئی تھیں۔ ان جہازوں میں اوپر کے درجے میں کوئی چیز نہیں ہوتی سارا جہاز لکڑی کا ایک وسیع تختہ نظر آتا ہے۔ آلات اور ہر قسم کی ضروری چیزیں یعنی باورچی خانہ خوابگاہ کھانے کا کمرہ۔ غرض جو کچھ ہوتا ہے وہ اندر ہوتا ہے۔ ہمارے رہنما نے ہمکو ایک کشتی کی سیر بھی کرائی لیکن چونکہ اندر جگہ بہت کم ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر میں ہمارا دم گھٹنے لگا۔ اور ہم جلد باہر نکل آئے نہایت قابل تعریف بات یہ ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان کارخانہ صرف ترک چلاتے ہیں۔ تمام افسر اور کاریگر اور ملازم ترک ہیں۔ صرف ایک یورپین معمولی درجہ کا ملازم ہے اور وہ بھی قدامت کے لحاظ سے بحال رکھا گیا ہے انجن بھی یہاں تیار ہوتے ہیں اور ترکوں کا بیان ہے کہ یورپ کے بنے ہوئے انجنوں سے کسی بات میں کم نہیں ہوتے ایک افسر نے مجھ سے کہا کہ اس قسم کے تمام کاموں میں ہمیں یورپ کی احتیاج نہیں۔

مقتولان ینگ چری ترکوں کی تاریخ میں ینگ چری کا لفظ نہایت ممتاز لفظ ہے سلطان آرخان نے جو سلاطین ترک میں دوسرا تخت نشین تھا سنہ ۷۱۳ ہجری میں حکم دیا کہ اسیران جنگ سے جو ہر سال کثرت سے گرفتار ہو کر آتے تھے ایک خاص تعداد منتخب ہو کر ایک فوج تیار ہو۔ حاجی بکتاش نے جو سلطان کا مرشد تھا اس فوج کا نام ینگ چری رکھا جسکے معنی ترکی زبان میں فوج جدید کے ہیں۔ فتوحات کی کثرت سے اس فوج میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دو تین نسل کے بعد ہی فوج حکومت کی دست بازو بن گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہ گرفتاران جنگ عموماً عیسائی نسل سے ہوتے ہیں اور فوج میں داخل ہو کر بھی مدتوں اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے تھے تاہم ترکی حکومت کے ساتھ انکو یہ اخلاص تھا کہ خود ترکوں کو بھی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ترکوں نے جو ایک مدت تک یورپ کو اپنا صید گاہ بنا رکھا تھا وہ انہیں جانبازوں کی بدولت تھا۔ سنہ ۱۸۲۶ء میں جب سلطان محمود نے یورپ کے اصول پر فوج کو مرتب کرنا چاہا۔ تو ان لوگوں نے بغاوت کی۔ سلطان نے ایک جدید فوج پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ اہل شہر نے بھی شاہی جدید فوج کا ساتھ دیا۔ غرض خاص قسطنطنیہ میں ایک سخت معرکہ ہوا۔ ینگ چری فوج بالکل برباد ہو گئی۔ اسکے ساتھ شاہی فوج کو بھی نقصان پہنچا اور وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جان سے مارے گئے۔

یہ مکان اسی معرکہ کی عبرت انگیز یادگار ہے۔ وزیر اعظم شیخ الاسلام اور ینگ چری فوج کے تمام بڑے بڑے نامور افسروں کی پورے قد کی مورتیں ہیں سپاہیوں اور سپہ سالاروں کی پر رعب شکلیں قدیم زمانہ کا لباس اور اسلحہ حرب سکوت اور خاموشی کا عالم یہ تمام باتیں جمع ہو کر ایسا ہیبت انگیز سماں پیدا ہو گیا ہے کہ دن کو وہاں جاتے ڈر لگتا ہے۔ دو پہلوانوں کو میں نے دیکھا سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق۔ سر پر خود۔ چہرہ پر جھلم ہاتھوں میں آہنی دستانے بدن پر زرہ اور چار آئینہ ٹخنوں تک کے آہنی

موزے غرض آنکھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کردی جوان ہیں جو خاص بارگاہ کی خدمت پر مامور تھے۔ میرے تخمینہ میں ایک من لوہے سے کم بوجھ انکے بدن پر نہ تھا تعجب ہے کہ اسقدر وزن کے ساتھ وہ لڑتے کیونکر تھے۔ افسروں کے لباس عجیب و غریب قسم کے ہیں بعض بعض کی پگڑیاں ہاتھ ہاتھ بھر اونچی ہیں۔ یہاں ہر وقت سرکاری پہرہ رہتا ہے اور ٹکٹ حاصل کرنیکے بغیر کوئی شخص وہاں جا نہیں سکتا۔

عجائب خانہ

موزہ خانہ یعنی عجائب خانہ۔ عجائب خانے دو ہیں ایک سرکاری جہاں نہایت قدیم زمانے کے پتھر اور کتبے اور ہر قسم کی یادگار چیزیں ہیں سکندر یونانی کی ٹانگی بت بھی ہے۔ افسوس ہے کہ مجھ کو اسکی سیر کا اتفاق نہیں ہوا دوسرا کسی عیسائی سوداگر نے قائم کیا ہے۔ عمارات اور تمام چیزیں معمولی ہیں۔ جو کچھ سیر کے قابل ہے وہ دنیا کے مختلف حصوں کے آدمیوں کی مورتیں ہیں۔ یہ مورتیں اس خوبی سے بنائی ہیں کہ بالکل اصلی معلوم ہوتی ہیں ایک عورت دیکھی جسکے ہونٹ نہایت موٹے تھے اور نیچے کے ہونٹ میں آر پار چھید کرکے لکڑی کی گلی ڈالی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ وہاں کا زیور ہے۔ پہلے تو مجھکو نہایت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ ہمارے ملک میں ناک کان چھید کر نتھ اور بالیاں وغیرہ پہناتے ہیں تو ہونٹوں نے کیا قصور کیا ہے کہ اس زینت سے محروم رکھے جائیں۔

یہاں میں نے ایک عجیب درد انگیز تماشہ دیکھا جسکا اثر دیر تک میرے دل پر رہا ایک چھوٹا کمرہ میں چند عورتیں ہیں جو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ ایک شکنجہ میں دبائی جا رہی ہے ایک کی پیٹھ پر جلتے ہوئے لوہے کی بیڑی رکھدی ہے کہ گردن سے لیکر کمر تک چار چار انگل کھال اتر گئی ہے اسی طرح اوروں کو عجیب عجیب طریقے سے اذیت دیجا رہی ہے۔ یہ عورتیں صورت اور وضع لباس سے دولتمند اور شریف معلوم ہوتی ہیں اکثر کمسن اور خوبصورت و نازک اندام ہیں سخت تعجب ہوتا تھا کہ کن ظالم ہاتھوں نے ان حسن و محبوبوں پر ہاتھ اٹھانیکی جرأت کی ہوگی! دریافت سے معلوم ہوا کہ اسپین میں جب اسلامی حکومت برباد ہو کر عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوئی تو عموماً مسلمان تبدیل مذہب پر مجبور کئے گئے اور چونکہ اسلام کا اثر آسانی سے دلوں سے مٹ نہ سکتا تھا۔ انکو انواع و اقسام کی اذیتیں پہنچائی گئیں اور بیکسی اور کمزوری کے لحاظ سے عورتوں پر زیادہ ظلم کیا جاتا تھا یہ مظلوم عورتیں اسی عبرت انگیز واقعے کی یادگار ہیں اس وقت مجھکو خیال ہوا کہ آہا یہی عیسائی ہیں جو ہمکو طعنہ دیتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا!!! میں یہ معما نہ سمجھا کہ عجائب خانے کے بانی نے جو عیسائی ہے ان تصویروں کو کس غرض سے یہاں رکھا ہے۔ کیا وہ عیسائیوں کا پرفخر کارنامہ دکھانا چاہتا ہے اور حکومت ترکی جو اس سے تعرض نہیں کرتی

تو کیا اپنی بے تعصبی کا ثبوت دینا چاہتی ہے۔ مین تو اس بات کو نہایت ناپسند کرتا ہوں کہ دنیا کی مختلف قوموں میں جو ناگوار واقعات کسی قدیم زمانے میں پیش آئے۔ دوبارہ منظر عام پر لائے جائیں

سیر گاہیں

قسطنطنیہ اور اُسکے اطراف وجوار میں کثرت سے عجیب پُر لطف قدرتی سیر گاہیں ہیں اور غنیمت یہ ہے کہ شہر والے اِس نعمت کے قدر شناس بھی ہیں۔ ہر سیر گاہ کے لئے ایک خاص دن مقرر ہے اُس دن وہاں عجیب پُر لطف مجمع ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک والے قدرتی مناظر کے مذاق سے آشنا نہیں ورنہ خاص ان سیر گاہوں کے دیکھنے اور اُنکے مزہ اُٹھانے کے لیے لوگ قسطنطنیہ کا سفر کرتے اور یہ کوئی عجیب بات نہ خیال کیجاتی۔ اِنہیں سے میں نے دو تین کی سیر کی اور اُنکے مختصر حالات لکھتا ہوں

خونکر صوی — خونکر صوی قسطنطنیہ کی تمام سیر گاہوں میں سب سے زیادہ پُر لطف اور دلفریب ہے اسی بنا پر اسکو سلطان المعظم کے نام منسوب کیا ہے۔ خونکر فارسی لفظ خونگر کی تحریف ہے ترکی میں خون کا مالک یا خونریز بادشاہ وقت کو کہتے ہیں۔ اور صوی کے معنی آدر چشمہ کے ہیں اس بنا پر خونکر صوی کا لفظی ترجمہ شاہی چشمہ ہے یہ مقام شہر سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑوں کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور نہایت شاداب اور سرسبز ہے۔ اسمیں ایک قطعہ نہایت موزوں نکل آتا ہے۔ جو پہاڑ پر بلند سطح پر واقع ہے خاص جس جگہ تماشائیوں کا مجمع ہوتا ہے وہ نہایت پُر لطف مقام ہے۔ سایہ دار درختوں کی دو رویہ قطاریں ہیں۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے ایک طرف آبشار ہے جسکا پانی ایک حوض میں جمع ہوتا جاتا ہے۔ درختوں کے نیچے جابجا دو دو چار چار آدمیوں کی ٹکڑیاں ہوتی ہیں چا اور قہوہ کا دور چلتا ہے۔ حوض پہ باجا بجتا ہے اور فرنچ اور ترکی گانا ہوتا ہے بھانڈ نقلیں کرتے ہیں۔

پانچ چھ زینے چڑھکر پہاڑ کی اصل چوٹی ہے اور وہ نہایت مسطح اور سایہ دار ہے یہ خاص عورتوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور کثرت سے ترکش لیڈیاں جمع رہتی ہیں نازک اندام عورتوں کے لیے بیس تیس میل کی مسافت۔ پہاڑ کی چڑھائی۔ گھوڑے یا خچر کی سواری کچھ کم تکلیف کی بات نہیں لیکن یہ جگہ کچھ ایسی دلاویز ہے کہ سب تکلیفیں اس کے لیے گوارا کی جاسکتی ہیں۔

مقری کوئی — مقری کوئی یہ ایک قہوہ خانہ ہے جو عین سمندر کے کنارے پر ہے اور نہایت پُر فضا مقام ہے موجیں بار بار کراڑے سے آکر ٹکراتی ہیں اور عجیب مزہ آتا ہے۔ یہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ چھ سات یہودی عورتیں ایک بلند چبوترے پہ بیٹھکر عربی گیت گاتی ہیں چونکہ اس سے پہلے میں نے عربی گانا نہیں

سنا تھا مجھ پر ایک خاص اثر ہوا سب مل کر ساتھ گاتی تھیں اور دف کی قسم کا ایک باجا بجاتی تھیں۔

محرم

یہاں کا محرم بھی ایک قابل ذکر چیز ہے۔ اہل عجم جو مختلف تعلقات کی وجہ سے یہاں بود و باش رکھتے ہیں ان کی تعداد پچاس ساٹھ ہزار سے کم نہیں ہے۔ بہت سے سرکاری محکموں میں ملازم ہیں بہت سے تاجر پیشہ ور اور مزدور ہیں اگرچہ لوگ شہر کے تمام حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن کثرت سے یہاں رہتے ہیں وہ والدہ خانہ نام ایک محلہ ہے محرم کے زمانے میں دھوم کی مجلسیں اور نوحہ و بکا کا ہنگامہ زیادہ تر یہیں ہوتا ہے مجلسوں میں یہاں سوز اور تحت اللفظ کا دستور نہیں صرف حدیث خوانی ہوتی ہے اور در حقیقت مجلس عزا کا مقصود بھی یہی ہے۔ عام طریقہ یہاں کا یہ ہے کہ اول منبر کے قریب کھڑے ہو کر زبانی جناب امیر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب کے متعلق اشعار پڑھتا ہے پھر ایک مستعد عالم منبر پر بیٹھ کر حالات کربلا کو وعظ کے طور پر نہایت خوبی اور صفائی سے بیان کرتا ہے۔ مجھ کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ ترک عموماً ان محفلوں میں [illegible] کے ساتھ شریک ہوتے ہیں یہاں تک کہ ترکوں کے لحاظ سے بجز ایک دو موقعوں کے اور تمام مجلسوں میں وعظ جو ہوتا ہے ترکی ہی زبان میں ہوتا ہے۔

ماتم کے چند طریقے ہیں اور بعض نہایت عجیب اور موثر ہیں ادنیٰ درجہ کا ماتم یہ ہے کہ نہایت زور سے چھاتی پیٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس جگہ کا گوشت ابھر آتا ہے۔ دوسرا طریقہ زنجیروں کا ماتم کرنا تیس تیس چالیس چالیس آدمیوں کا حلقہ ہوتا ہے اور سینہ یا پشت پر اس زور سے زنجیریں مارتے ہیں کہ دور تک آواز جاتی ہے۔ تیسرا طریقہ تلواروں سے ماتم کرنا ہے اور وہ شب شہادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ ماتم کرنے والے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور عجیب جوش و خروش و [illegible] کے عالم میں یا حسین کہے جاتے ہیں اور سر و پیشانی اور شانوں پر تلواریں مارتے ہیں جن سے خون کی پچکاریاں اڑ اڑ کر تمام بدن پر پڑتی ہیں اور حلقہ ماتم گویا لالہ زار [illegible] بن جاتا ہے۔ اس [illegible] ہنگامہ کے دیکھنے کے لئے خلقت کا نہایت اژدحام ہوتا ہے اور مشکل سے وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔

سلاملق یا موکب سلطانی اور [illegible]

قسطنطنیہ میں سلاملق سے زیادہ کوئی چیز پر اثر اور دلچسپ نہیں ہے۔ سلاملق ترکی لفظ ہے

جسکا لفظی ترجمہ سلام کرنا ہے چونکہ اس موقع پر فوج اور سرداران فوج سلطان کے سلام کو آتے ہیں اسلیئے اس رسم کو سلاملق سے تعبیر کیا جاتا ہے سلطان عام طور پر قصر شاہی سے کبھی باہر نہیں نکلتے صرف نماز جمعہ پڑھنے کیلئے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور وہیں نماز کے بعد یہ رسم ادا ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسوقت جو شان و شوکت اور عظمت و جلال ظاہر ہوتا ہے زبان یا قلم کے ذریعہ سے اسکی تصویر کھینچنی سخت مشکل ہے باوجودیکہ مہینے میں چار بار اور سال میں اڑتالیس دفعہ یہ موقعہ پیش آتا ہے اور اس وجہ سے اسکو ایک معمولی چیز خیال کیا جانا چاہئے تاہم تماشائیوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ لوگ درختوں اور آدمیوں کے کندھوں پر چڑھکر تماشا دیکھتے ہیں یورپ کے اکابر اور سیاح جو سیر کو آتے ہیں اس موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ موکب ہمایوں کی گذرگاہ پر ایک بالاخانہ ہے معزز لوگوں کو ٹکٹ لیکر وہاں بیٹھنے کی اجازت ملتی ہے چنانچہ ہر جمعہ کو ان معزز تماشائیوں کا ایک معتدبہ مجمع موجود رہتا ہے میرے زمانہ اقامت میں ہنگری کے بڑے بڑے ارکان سلطنت قسطنطنیہ کی سیر کو آئے تھے اور اس مجمع میں شریک ہوئے تھے۔

میں ہندوستان میں یہ حالت سن چکا تھا اسلیئے قسطنطنیہ پہنچکر اول اسی کی سیر کا ارادہ کیا ایک شامی عرب کو جس سے حال میں ملاقات ہوگئی تھی ساتھ لیا اور جامع حمیدیہ میں پہنچا۔ وہاں پہنچکر دیکھا تو دور دور تک سپاہیوں کے پرے جمے ہیں اور موکب ہمایوں تک نظر کی رسائی بھی مشکل ہے مجبور ہوکر واپس آیا حسین حسیب آفندی جو کسی زمانہ میں بمبئی میں ٹرکش کانسل تھے اور اب قسطنطنیہ میں پولیس کمشنر ہیں وہ مجھکو اس ذریعہ جانتے تھے کہ محاربہ روس میں میں نے بحیثیت سکرٹری انجمن تین ہزار کی رقم انہیں کے ذریعہ سے قسطنطنیہ کو روانہ کی تھی۔ اس تعارف کی بنا پر میں انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور کہا کہ جمعہ کے دن جامع حمیدیہ میں آنا تمہارے لئے میں ٹکٹ لے رکھونگا لیکن بدقسمتی سے (اور سچ پوچھئے تو خوش قسمتی سے) جب میں وہاں پہنچا تو وہ موجود نہ تھے دیر تک مسجد کے دروازے پر انکا انتظار کرتا رہا قریباً ایک بجے جب سلطان کی آمد آمد کا غل ہوا تو فوجیں دور دور تک پھیل کر ہلال کی شکل میں صف آرا ہوگئیں اور تمام راستے رک گئے میں مایوس ہوکر مسجد میں داخل ہوا اور افسوس کرتا تھا کہ یہ جمعہ بھی خالی گیا تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک گرج کی سی آواز آئی اور تمام میدان گونج اٹھا معلوم ہوا کہ سلطان کی سواری قریب آپہونچی اور یہ پادشاہم[۵] چوق یشا، کا نعرہ تھا جو ترکوں کا قومی نعرہ ہے یہ نعرے پے در پے تین بار بلند ہو کوکبہ سلطانی مسجد تک آپہنچا اور نعروں کی گونج ابھی تھم چکی تھی کہ موذن نے جو سلطان کے مشاہدہ جمال کا انتظار کر رہا تھا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا دونوں آوازیں ملکر دل پر عجب اثر کرتی

۵؎ اس کا لفظی ترجمہ ہے ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے ۱۲

تھیں سلطان کھلی ہوئی گاڑی پر سوار تھے۔ چونکہ مسجد کا صحن داخل مسجد نہیں ہے یعنی وہاں نماز نہیں پڑھتے اور جوتے پہن کر جا سکتے ہیں۔ گاڑی صحن تک آئی اور دیوار کے قریب تک آکر ٹھہری مسجد دو منزلہ ہے اور اوپر کی مسجد میں گیلری بنی ہے جو خاص سلطان کی نماز پڑھنے کی جگہ ہے سلطان گاڑی سے اُتر کر اوپر کی منزل میں گئے اور اُنکے جانے کے ساتھ گیلری کے دریچوں پر اطلسی پردے چھوڑ دیے گئے کہ اُن پر کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے۔

لوگ اطمینان کے ساتھ بیٹھ چکے تو خطیب نے خطبہ شروع کیا۔ افسوس ہے کہ خطیب ترک تھا عرب نہ تھا اسلیئے اُسکے لہجہ میں وہ اثر اور کیفیت نہ تھی جو عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم جب دوسرا خطبہ شروع ہوا اور اُسنے سلطان المعظم کیطرف اشارہ کر کے پرجوش لفظوں میں یہ الفاظ پڑھے۔ اللھم انصر ہذا السلطان السلطان ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان السلطان عبد الحمید خاں تو عجیب کیفیت پیدا ہوئی میرا یہ حال تھا کہ آنکھ سے متصل آنسو جاری تھے اور دیر تک بے اختیار زبان سے دعائیہ الفاظ نکلتے رہے۔ عین اس موقع پر ایک بار گی منبر کے نیچے بہت سے شخص جھکے ہاتھوں میں عرض حال اور درخواستیں تھیں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ سلطان کیطرف ہاتھ اُٹھا کر دعائیں دیتے جاتے تھے اور عرضیاں پیش کرتے جاتے تھے۔ غرش بیگی ان کاغذوں کو لیکر جمع کرتا جاتا تھا مضمون کو میں نے دیکھا کہ سلطان کیطرف اشارہ کر کے زمین تک جھکے اور زمین کو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوما اگرچہ یہ تمام باتیں خدا کے آداب و سکون کے خلاف تھیں تاہم کیفیت سے خالی نہ تھیں دریافت سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو کسیطرح سلطان المعظم تک رسائی کا امکان نہیں ہوتا وہ اس ذریعے سے اظہار مطلب کرتے ہیں اور چونکہ سلطان کا مزاج قدرتی طور پر حیا نہ اور فیاض ہے اس طریقے کو بند نہیں کیا جاتا۔

نماز کے بعد اتفاق سے حسین حبیب آفندی ملے اور شکایت کی کہ میں تمکو ڈھونڈتا پھرتا کہاں غائب ہو گئے تھے؟ بالاخانہ کا ٹکٹ تو اب نہیں مل سکتا لیکن میں تمہارے لیئے اُس سے زیادہ عمدہ موقع نکالتا ہوں۔ نماز پڑھکر تمام لوگ باہر چلے گئے تو سلطان گیلری سے اترے اور ایک منبر پر جہاں سے سلاملق کی بخوبی سیر ہو سکتی تھی اور سلطان کو کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا تھا آکر ٹھہرے۔ افسران فوج اور پاشا صحن کے داہنے طرف صف باندھکر کھڑے ہوئے حسین حبیب نے مجھکو اسی صف میں لاکر کھڑا کر دیا۔ اور لوگوں نے کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ایک معزز افسر (حسن اخلاق کی وجہ سے) پیچھے ہٹ گیا اور میرے لیئے جگہ خالی کر دی۔

تھوڑی دیر کے بعد فوجوں کی آمد شروع ہوئی۔ ایوان شاہی سے مسجد تک وسیع اور ڈھلوان سڑک ہے فوجیں جو دور دور تک ہلال کی صورت میں صف آرا کھڑی تھیں۔ ایوان شاہی کے سامنے سے گزرتی

ہوئی مسجد کے صدر دروازے سے داخل ہوتی تھیں اور دوسرے دروازے سے نکلی جاتی تھیں صفوں کی
ترتیب ۔ سوار ۔ پیادہ بحری ۔ بری ۔ توپچی ۔ برق انداز ۔ ترک ۔ کرد ۔ عرب سب کے جدا جدا دستے ۔ موزوں
اور با قاعدہ رفتار زرق برق اسلحے ۔ مختلف اور خوشنما وضع کی وردیاں فوجوں کا پے در پے آنا اور وفاداری
جوش کے ساتھ اپنے شاہنشاہ کے سامنے سے گذرنا ایسا عجیب و غریب سماں تھا جو کسی طرح بیان نہیں
ہو سکتا ۔ عربوں کا رسالہ جو امپیریل گارڈ ہے ان کے سروں پر عمامے تھے اور سبز شملے ہوا میں اڑ کر عجیب
لطف دکھاتے تھے ۔ متصل تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہریں لیتا رہا اور کم و بیش دس ہزار فوجیں گذر گئیں
اخیر میں سلطان کے دونوں شہزادے آئے اور عجیب شان سے آئے ۔ فوجی لباس تھا اور کمر سے
تلواریں بندھی تھیں اگرچہ دس دس بارہ بارہ برس کا سن تھا ۔ لیکن جس انداز سے وہ گھوڑوں پر
سوار تھے اور ان کے چہروں سے جرأت اور شان کا اظہار ہوتا تھا بیان میں نہیں آسکتا شہزادے
بھی جا چکے تو سلطان زینے سے اترے اور افسران فوج اور پاشاؤں کی صفیں جن میں میں بھی شامل تھا
دفعۃً سلام کو جھکیں میں ابتدا سے محو حیرت تھا اور آنکھ کو ٹکٹکی لگ گئی تھی پہلے سے ارادہ تھا کہ سلطان
کی زیارت ہوگی تو نہایت نیازمندی کے ساتھ آداب بجالاؤں گا لیکن از خود رفتگی کا یہ عالم ہوا کہ تمام
صف کی صف دیر تک رکوع میں رہی اور میں اسی طرح ٹکٹکی باندھے کھڑا رہا ۔ البتہ زبان پر دعائیہ الفاظ
جاری تھے اور وہ بھی قصداً نہیں بلکہ ایک بے اختیاری کی حالت تھی ۔

پانچ چار قدم پیادہ چلکر سلطان گاڑی پر سوار ہوئے افسروں نے دوبارہ سلامی دی اور وہ عجیب
و غریب سماں دفعۃً آنکھوں سے چھپ گیا ع دیدہ من باز نجواہم ہنوز ۔ سلطان جس وقت زینے سے
اتر کر گاڑی کی طرف بڑھے ۔ ہماری صف سے ان تک صرف تین چار ہاتھ کا فاصلہ تھا اور ہوش میں ہی
میں ان کو اچھی طرح دیکھ سکا ۔ سلطان کا حلیہ یہ ہے قد میانہ بلکہ کچھ نکلتا ہوا بدن چھریرہ ۔ چہرہ کتابی
صورت سے وقار اور متانت ٹپکتی ہے بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ کسی فکر میں ہیں لباس بالکل سادہ یعنی سیاہ
بانات کا کوٹ اور معمولی ترکش ٹوپی تھی ۔

سلاملق کی رسم

ترکوں میں سلاملق کا طریقہ ایک مدت سے چلا آتا ہے اور رسوم سلطنت کا ایک جزو بن گیا ہے
اس سے فقط شاہانہ جاہ و جلال کا اظہار مقصود نہیں ہے بلکہ بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں فوج کے
بڑے حصہ کا جائزہ ہو جاتا ہے اور اس طرح کل فوجیں جو پایۂ تخت اور اس کے اطراف میں رہتی
ہیں سال میں چند بار سلطانی ملاحظہ سے گذر جاتی ہیں ۔ سلطان وقت فوج کی حالت کا کافی اندازہ
کر سکتا ہے اور فوج کے دل میں بادشاہ کی طرف سے جوش اور وفاداری کے خیالات تازہ ہو جاتے ہیں

میں یہ تماشا دیکھ کے قیامگاہ پہ واپس آیا تو دل جوش اور اثر سے معمور تھا شاعرانہ جذبات کی
تحریک سے خود بخود جستہ جستہ مصرعے زبان پہ آتے جاتے تھے قلم اور کاغذ لیکر بیٹھا اور کچھ اشعار
قلمبند کیے پھر خیال آیا کہ عید کے دن اس سے بھی بڑھکر سامان ہوگا اسکو بھی دیکھ لوں تو لکھوں
چنانچہ تمہید کے جس قدر اشعار اس وقت تک موزوں ہوگئے تھے لکھکر چھوڑ دیے تمہید کے آخر کے اشعار

دیں کہ بیرسید کہ زاں جلوہ گاہ ۔ تا چہ بود حاصل چشم و نگاہ

اس شعر تک

بزم چو از جلوۂ زیبا پر است ۔ دامن چشم از تماشا پر است

نہایت پر اثر اور پر جوش نظارہ مراد ہے

تہوار کا جلوس

عید کے دن سلاملق نہ تھی اور اس وجہ سے فوج کی تعداد کم تھی لیکن شان و شوکت جاہ و جلال اور
جوش و اثر سلاملق سے بھی کچھ بڑھکر تھا۔ قریباً آٹھ بجے فوجوں کی آمد شروع ہوئی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ
تک تانتا بندھا رہا۔ اس کے بعد بہت سی خالی گاڑیاں آئیں لوگوں کو تعجب تھا کہ اس سے کیا مقصود ہے
یکایک دور سے پیادہ صفیں نمودار ہوئیں معلوم ہوا کہ تمام وزرا پاشا افسران فوج اور بڑے بڑے عہدہ
داران ملکی سلطان کے جلوس میں پیادہ پا آرہے ہیں یہ صفیں سڑک کے دونوں جانب متصل دور دور
تک تھیں اور ان کی وضع اور لباس سے عجیب شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ شانوں پر زریں جھول
دامن اور آستینوں پر کلابتوں کی تحریریں مرصع اور طلائی تمغوں سے ڈھکے ہوئے۔ ان سب
پر آفتاب کا عکس۔ تمام سیران عالم کا مجمع تھا یہ صف جا چکی تو سلطان کا جمال جہاں آرا نظر آیا جناب ممدوح
گھوڑے پر سوار تھے لباس بالکل سادہ تھا چند قدم پیچھے نامور فوجی افسر تھا گھوڑا آہستہ
آہستہ قدم اٹھاتا تھا اور ہر قدم پر اس زور سے پادشاہم چوق یاشا کا نعرہ بلند ہوتا تھا کہ میدان
گونج اٹھتا تھا۔ میں یہ سماں دیکھکر واپس آیا تو قلم دوات لیکر بیٹھا کہ جو کچھ خود دیکھا ہو دوسروں کو
بھی دکھا سکوں لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ قلم نے بالکل کوتاہی کی۔ جو تمہید پیش کی تھی وہ بالکل ناکمل رہ گئی

مثنوی عیدیہ

جون سنہ ۹۲ء

مقام قسطنطنیہ

قاصدہ فرخندہ مرزا بان تعالی ۔ متناسا اللہ بحسن السال

پیش رسید است سفری ناگزیر
زود رو و شاد و غم کم کن ⁂
دیده بدار انا عزیزان هستند
چون تو در آن بزم گشتی زمزمه
تا ز حدیثت تو شود بهره مند
جمله یاران عرضت که ای نیک خوی
تا بچه حال است و چسان ست وجود
بر روش دیده دران هست یار
از پس این محنت و رنج و شکوه
بزم خوشی بود تماشا چه کرد
در صفت دانش طلبان چون نشست
طی چو شود مرحله پرس و جوی
کاین همه گنجینه کشایان فن
از کرم داور بالا و پست ⁂
هم بهمان طرز و روش میبریم
گرچه خود هم با سر و سامان نیم
نیست سر انجمن آرائی ⁂
دیده بسیار که زان جلوه گاه
هیچ چه توان گفت که ذوق سخن
گرچه نخواهم که نشینم خموش
گرچه بعمری سخن آماده ام ⁂
باز ازین حرف دگر میرسان
خوان سخن گر چه دل آماده ستم ⁂
تشنه همی بود و سرا کم هنوز ⁂
با تو چه گویم که چه سا دیده ام

گر هم ز صبا خبر در و هند گیر
در نفسی راست کنی هم کمن ⁂
جمله گرامی گهر کان هستند ⁂
وا کنده گوهر نابر دست ما [illegible]
هر یکی از جای خود چون [illegible]
حرفی ازان یار سفر کرده گوی
رفت بهار سرکشی از [illegible]
از سفر چو بهار و تالان [illegible]
از سفر روم چه بر دشت طرف
کار بهی بود از آنها چه کرد
زان چمن تازه بدامن چه بست
از چمن آورد و بیاران [illegible]
صدر نشینان سخندان فن
حال من آن گوشه که بایست هست
زنده ام و فارغ و خوش میبرم
تا زکش حاجب [illegible]
این همه [illegible] تنها
تا چه بود حاصل [illegible] نگاه
بر نقش [illegible] بود از خویشتن
فرصت آن کو که بیایم بهوش
[illegible] کیفیت این باده ام
خواب خوشی دیده ام و دیگر [illegible]
[illegible]
دیده کسی را [illegible] هنوز ⁂
شهسوار با پیش نظر [illegible] ام

بزم چو از جلوه زیبا پراست
دامن چشم از تماشا پر است

مهر چو از جیب افق سر کشید — خاست ز هر ناحیه گلبانگ عید
دیده پر از خواب چو برخاستند — پیر و جوان جمله تن آراستند
طفل که این شیوه نداند درست — مادرش از مهر تن و روی شست
شیوه و آیین طرب تازه گشت — کوچه و بازار پر آوازه گشت
مژده رسید این که شه چاره‌ساز — زود برآید به ادای نماز
تا برد از خوان کرم توشه‌ای — خلق برون ریخت ز هر گوشه‌ای
بسکه عنان طلب انگیختند — طفل و جوان بر سر هم ریختند
پیک نظر راه تماشا نیافت — نقش قدم هم به زمین جا نیافت
جمله به صد شوق و به صد آرزوی — سوی لشکرگهش نهادند روی
سرمهٔ خاک ره شه خواستند — جا به گذرگاه سپه خواستند
از دو سوی راه بکسب شرف — خلق به آیین ادب بست صف
مهر چو در هر جهت افشاند نور — کوکبهٔ شاه عیان شد ز دور
گشت روان از پی هم خیل و فوج — موج تو گویی که شکستی به موج
بود شعار همه از هم جدا — هر سپه را رایت و پرچم جدا
پرتو آن اسلحهٔ تابناک — نور همی ریخت به دامان خاک
با همه تمکین چو گذشت این گروه — گشت به یکبار زمین پرشکوه
غلغله برخاست که بادا نوید — مهر جهان‌تاب خلافت دمید
داغ نه جبههٔ خورشید و ماه — حضرت خاقان خلافت‌پناه
قاعده دولت و دین را مدار — آینهٔ رحمت پروردگار
پیکر لطف و کرم کبریای — سایهٔ یزدان شه کشورگشای
خسرو لشکرشکن و قلعه‌گیر — شاه فلک‌عتبه و گردون‌سریر
فاتح دولت و طغرای دین — زیب ده افسر و تاج و نگین
شاه فلک‌کوکبه عبدالحمید — ایده الله بنصر مزید

قرۂ شاہی ز جبین آشکار | حاشیہ بوستاں بیمین و یسار
مرکب شہ پیش چو بگذاشت پائے | خلق بیکبار درآمد ز جائے
طلعت شہ باز چو پرتو فگند | بانگ دعا گشت ز ہر سو بلند
شور برآمد کہ بود تا جہاں | باد بکام تو زمین و زماں
چرخ بداں مایہ کہ گردندہ است | زندہ بماں کز تو جہاں زندہ ہست
زیب و طراز ہمہ عالم توئی | سایۂ یزداں بجہاں ہم توئی
جملہ بدانند کہ در غرب و شرق | ہست ترا تاج خلافت بفرق
آں توئی امروز کہ در روزگار | ہست بدولت و دیں را قرار
تازگی بدر و حنین از تو ہست | زیب و طراز حرمین از تو ہست
جز تو کہ ہست اے شہ انجم سپاہ | آنکہ بود شرع نبی را پناہ
قرۂ دین نبوی از تو ہست | بازوئے اسلام قوی از تو ہست
شرع بجاہ تو شد ارجمند | باد بفرمان تو چرخ بلند

سکۂ اقبال بنام تو باد
ہرچہ بگیتی ست بکام تو باد

ترکوں کے اخلاق و عادات و طرز معاشرت

قسطنطنیہ میں میں اگرچہ متصل تین مہینے تک رہا لیکن زبان کو اجنبیت کی وجہ سے ترکوں سے میرا میل جول بہت کم تھا۔ میرے ہم صحبت اور میرے احباب جسقدر رہتے تھے شام کے عرب تھے اسلیئے ترکوں کے اخلاق اور عادات کے متعلق میری واقفیت سرسری اور اجمالی ہے میں نے اکثر کالج اور اسکول اور بعض صنعت وغیرہ کے کارخانے دیکھے۔ چند معزز عہدہ داران ملکی سے ملا اور اُنکے یہاں دعوتیں کھائیں۔ قہوہ خانوں میں کبھی کسی سے ملاقات ہوگئی ٹراموے اور ریل پر کسی سے تعارف پیدا ہوگیا غرض اس قسم کے موقعے تھے جنمیں مجکو ترکوں کے اخلاق و عادات کا تجربہ ہوا اور اس باب میں میں جو کچھ لکھونگا ان ہی واقعات کی بنا پر ہوگا۔

ہر چند میری واقفیت کے ذریعے اسقدر محدود ہیں تاہم بعض امور کی نسبت مجکو بالکل یقین ہے کہ اُنکے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعًا صحیح ہے اور اُسمیں ذرا بھی غلطی کا احتمال نہیں

کہ ترکوں کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ ہیں۔ غرور و نخوت ترشروئی اور کم ظرفی ان میں نام کو نہیں ہے امیر و غریب خرد و کلاں عہدہ دار و غیر عہدہ دار جاہل و عالم ہر درجے کے لوگوں سے مجھکو سابقہ پڑا لیکن خوش اخلاقی اور فیاضی طبعی میں گویا سب ایک ہی مکتب کے شاگرد اور ایک ہی سانچے کے ڈھلے تھے۔ غازی عثمان پاشا جنکو پلونا کے واقعہ نے تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے اور درویش پاشا جن کا پوتا سلطان کی دامادی کا شرف رکھتا ہے اس درجے کے لوگ ہیں جیسے گورنر جنرل یا کمانڈر انچیف۔ میں دونوں سے ملا ہوں اور وہ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اسکا اثر ابتک میرے دل میں ہے۔

ایک عام بات یہ ہے کہ بازار میں چلتے چلتے تم جس شخص سے گو وہ کسی رتبہ کا آدمی ہو راستہ پوچھو وہ نہایت مہربانی سے تمہاری طرف متوجہ ہوگا اور تمکو راستہ بتائیگا۔ بعض موقعوں پر مجھکو نہایت تنگ اور پیچدار گلیوں سے گذرنیکا اتفاق ہوا اور راستہ کے بھول جانیکی وجہ سے دیر تک حیران رہا۔ اتفاقاً کوئی ترک آنکلا تو اس نے راستہ بتانے پر اکتفا نہیں کی بلکہ ساتھ ہو لیا اور جہاں مجھکو جانا تھا وہاں تک پہونچا کر واپس آیا۔

فیاضی اور مہمان نوازی ترکوں کی عام صفت ہے اور نہایت اونچے درجے کے لوگ بھی نہایت سیرچشم اور فیاض ہیں یہ عام طریقہ ہے کہ دو چار چشم آشنا کسی ہوٹل یا قہوہ خانے میں اتفاق سے مل گئے تو قہوہ وغیرہ میں جو کچھ خرچ ہوگا ایک شخص سب کی طرف سے دیدیگا گویا تمام لوگ اس شخص کے مہمان ہوگئے ہیں اور وہ میزبان ہوتا ہے خود مجھکو جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے اسکی سیر کو گیا تو حسین حبیب آفندی ساتھ تھے چونکہ یہ مقام قسطنطنیہ سے بیس پچیس میل ہے اور میرے ساتھ اور بھی چند احباب تھے جہاز اور گاڑی کا کرایہ اور کھانے پینے میں جو روپیہ خرچ ہوئے کل حسین حبیب آفندی نے ادا کئے میرے شامی احباب کو جو خود مقتدر اور فیاض طبع تھے آفندی صاحب کا زیر بار احسان ہونا گوارا نہ تھا لیکن ملک کا رواج کیا کیجئے زیادہ اصرار نہ کرسکے

ایک دفعہ میں درویش پاشا کے مکان پر گیا وہاں چند امرا و بزرگ تشریف رکھتے تھے سب سے تعارف ہوا اور دیر تک صحبت رہی چونکہ اسوقت تک میں نے ترکی ٹوپی کا استعمال نہیں شروع کیا تھا اور انگریزی بوٹ پہنکر مکان کے اندر جانا یہاں معیوب ہے میں نے دروازے ہی پر بوٹ اتار دیا تھا ترکوں کے نزدیک بوٹ کا پاؤں میں نہ ہونا بد سلیقگی میں داخل ہے اسلئے کسی کسی کو خیال ہوا۔ حاضرین میں سے ایک بزرگ جو اسکول کے ماسٹر اور معزز آدمی تھے جلدی سے اٹھے اور ایک سلیپر لاکر میرے پاس رکھ دیا۔ ان بزرگ کا نام کاظم آفندی تھا نوجوان آدمی ہیں ریاضی میں انکی تصنیف حضور سلطانی میں پیش ہو چکی ہے۔ رخصت ہوتے وقت مجھ سے فرمایا کہ ہندوستان پہنچکر یاد رکھئیگا کہ قسطنطنیہ میں کاظم بھی آپکا ایک نیازمند تھا۔

حسین حبیب آفندی جو پولیس کمشنر اور معزز رتبہ کے آدمی ہیں ملاقات کے ساتھ اس لطف و مہربانی سے پیش آئے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اصرار کر کے کھانا کھلایا کوٹھی اور باغ کی سیر کرائی پردہ کرا کے زنانہ مکان کے تمام کمرے دکھائے رخصت ہونے لگا تو فرمایا کہ مجھکو بھی کچہری جانا ہے ساتھ ہی چلیں گے چنانچہ اپنی گاڑی پر بٹھا کر

ورنہ کسی کو ساتھ لانے کی غرض یہ کہ اسوقت تک میرا ذریعہ تعارف بجز اسکے اور کچھ نہ تھا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں اور مسلمان ہوں اس قسم کے واقعات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ ترکوں کے اخلاق نہایت عام ہیں اور اسکے لئے وسیلہ تعارف یا عزت و جاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہیں۔

ترکوں کی معاشرت

ترکوں کی معاشرت کا طریقہ نہایت پسندیدہ ہے اور قابل تقلید۔ امرا اور وزرا عہدہ دار ایک طرف معمولی حیثیت کا آدمی بھی جس صفائی اور خوش سلیقگی سے بسر کرتا ہے ہمارے ملک میں بڑے بڑے امیروں کو وہ بات نصیب نہیں ہے میں نے دس ہزار کے تنخواہ دار سے لیکر پچاس روپیہ کی آمدنی والوں تک کے مکانات دیکھے ہیں اگرچہ دونوں حالتوں میں نہایت تفاوت تھا اور ہونا چاہیے تھا تاہم خوش سلیقگی اور ترتیب و صفائی میں برابر تھے۔

مکانات کی وضع اور ترتیب

ڈرائنگ روم کا قدیم طریقہ یہ تھا اور متوسط حیثیت والوں میں اب بھی جاری ہے کہ دیوار سے متصل قریباً ڈیڑھ فٹ اونچے اور دیوار کے طول کے برابر چھوٹے چھوٹے تخت بچھے ہوتے ہیں اور ان پر گدا بچھا ہوتا ہے اب اگرچہ میز کرسی کا رواج ہو تاہم جن معزز ترکوں کے یہاں علما اور درویشوں کی اکثر آمد و رفت رہتی ہو ایک آدھ کمرہ اس طریقہ کا بھی ضرور مرتب رہتا ہے میں نے عثمان پاشا اور درویش پاشا کے عالیشان مکانوں میں بھی اس وضع کے متعدد کمرے دیکھے زمانہ حال میں یورپین طریقہ زیادہ مروج ہے ترکوں نے اسمیں اپنی طرف سے کچھ اصلاحیں کی ہیں اور وہ درحقیقت قابل تعریف اصلاحیں ہیں ڈرائنگ روم میں اگرچہ اکثر عمدہ ترکی قالین سے آراستہ ہوتا ہے اس سرے سے اس سرے تک سڑک کے طور پر کارپٹ وغیرہ کی ہاتھ ہاتھ بھر چوڑی پٹیاں بچھی ہوتی ہیں کمرے میں جو لوگ آتے جاتے ہیں اسی پر سے گزرتے ہیں ادھر ادھر پاؤں نہیں رکھ سکتے ترکوں کا بوٹ اگرچہ خاک آلودہ نہیں ہوتا لیکن اس طریقے سے فرش اور بھی صاف و پاک رہتا ہے۔

کھانے کا طریقہ

کھانا یورپین طریقے یعنی میز و کرسی پر کھاتے ہیں البتہ بعض باتوں میں فرق ہے اور یہ جدتیں والستیں ہیں وہ اصلاح طلب ہیں۔ عام دستور یہ ہے کہ جب تمام لوگ میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو نوکر ہر شخص کے آگے سادہ رکابی رکھ دیتا ہے۔ اسکے بعد باری باری مختلف کھانوں کی رکابیاں آتی ہیں اور میز کے بیچ میں رکھی جاتی ہیں تمام لوگ ایک ہی رکابی سے کھاتے ہیں چھری کانٹا بھی ہوتا ہے لیکن اکثر کھانے ہاتھ سے ہیں۔ میں نے حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر اور درویش پاشا کے یہاں کھانا کھایا درویش پاشا کے بیٹے احمد پاشا جو سلطان اعظم کے مصاحبوں میں ہیں میز پر ہمارے ساتھ تھے اور اسی طریقے سے کھاتے تھے لوگوں نے بیان کیا کہ اب یہ طریقہ متروک ہوتا جاتا ہے اور حال کے تعلیم یافتہ بالکل یورپین طریقے پر کھاتے ہیں۔

ہندوستان کے برخلاف عام دستور ہے کہ مکانات کے دروازے ہمیشہ بند رہتے ہیں اندر ایک کھٹکا ہوتا ہے جو دروازہ بند کرتے وقت خود بخود لگ جاتا ہے باہر کی طرف ایک کڑا ہوتا ہے۔ کوئی شخص کسی سے ملنے کو جاتا ہے تو کڑے سے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے آواز سنکر نوکر یا صاحب خانہ کواڑ کھول دیتا ہے اور اکثر یہاں دروازے کے بیرونی رخ پر پیتل کا پھول لگا ہوتا ہے اسکے دبانے سے اندر گھنٹی بجتی ہے اور نوکر خبردار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بہت

غریب آدمی کے دروازے بھی کھلے نہیں رہتے اگرچہ دراصل سردی سے بچنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن اس سے طرز معاشرت میں خود بخود نہایت تہذیب و اصلاح پیدا ہو گئی ہے ہر شخص لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا کی تعمیل پر مجبور ہے۔

لباس

ترکوں کا لباس جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں بالکل یورپین ہے۔ البتہ بوٹ میں ایک اختراع کی گئی ہے اور وہ واقع میں قابل تعریف ہے یہ بوٹ چرمی جراب اور سلیپر کا مجموعہ ہے جراب بالکل بوٹ کی شکل کی ہوتی ہے لیکن ایڑی نہیں ہوتی سلیپر میں اندر ایڑی کے پاس ایک کھٹکا لگا ہوتا ہے جراب پہنکر جب اسکو پہنتے ہیں تو جراب اس میں اٹک جاتی ہے اور دونوں ملکر خاصہ بوٹ بنجاتا ہے بازار میں دونوں پہنے پھرتے ہیں لیکن فرش پر سلیپر اتار دیتے ہیں صرف جراب رہجاتی ہے اور چونکہ وہ گرد سے پاک ہوتی ہے فرش پر دھبہ نہیں پڑتا۔

طریقہ ملاقات

ملاقات کا طریقہ نہایت مہذب اور پسندیدہ ہے تم کسی سے ملنے جاؤ اور دروازہ کھٹ کھٹاؤ تو اسی وقت نوکر آکر دروازہ کھولیگا مکان میں اسی غرض سے ایک خاص کمرہ فرش و فروش سے آراستہ رہتا ہے۔ نوکر تمکو وہاں بٹھا دیگا اور قہوہ یا چاے پیش کریگا اسکے بعد صاحب خانہ کو اطلاع ہوگی وہ ملاقات کے کمرے میں پہنچے گا اور تمکو وہیں بلا لیگا بڑے بڑے معزز افسروں کی ملاقات کا یہی طریقہ ہے انگریزوں کی طرح احاطے کے باہر برانڈے میں ٹہلنا اور دیر تک انتظار کرنا نہیں ہوتا سلام کرنیکا عجیب طریقہ ہے پہلے سینہ پر پھر منہ پر پھر پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ ان اعضا کا ہاتھ سے چھو لینا ضرور نہیں صرف محاذات کافی ہے۔ اگرچہ اس طریقہ پر سلام کرنے میں ہاتھ کو تین منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن مشاقی کی وجہ سے تینوں مرحلے اس جلدی سے طے ہوتے ہیں کہ معمولی سلام سے زیادہ عرصہ نہیں لگتا۔ اس ایجاد میں یہ فائدہ ہے کہ قد کو جھکانا نہیں پڑتا اور پیشانی تعظیم اوپر ہی ہاتھ سے نہیں جاتا مجلس میں سلام کرنیکا جو طریقہ ہے وہ زیادہ تکلف آمیز ہے یعنی بیٹھ جانیکے بعد حاضرین میں سے ہر شخص کی طرف مخاطب ہوکر سلام کرنا پڑتا ہے بالکل اس طرح جیسا کہ لکھنؤ کا دستور ہے معلوم نہیں ترک جیسے سپاہیوں کو یہ لکھنوانہ تکلف کس نے سکھایا۔ ترکوں کی معاشرت میں مجھکو جو چیز سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ باوجود نفاست پسندی اور عالی دماغی کے فضول شان و شوکت کا نام نہیں بڑے بڑے وزرا امراء بازار میں نکلتے ہیں تو معمولی حیثیت سے نکلتے ہیں میں نے بارہا وزیر اعظم کی سواری دیکھی ہے صرف دو شخص ساتھ ساتھ ہوتے ہیں سپہ سالار کل علی رضا پاشا کے ساتھ پانچ سوار سے زیادہ نہیں ہوتے مکانات اور تمام معاشرت کی چیزوں میں بھی سادگی پائی جاتی ہے عثمان پاشا۔ درویش پاشا۔ ترکی پاشا جس حیثیت کے لوگ ہیں اسی لحاظ سے انکے مکانات کو کم از کم حیدرآباد کا نواب کا اور پیشکار کا سا ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ ہمارے مولوی احمد علی صاحب کی کوٹھی کے برابر بھی نہیں۔ نوکر چاکر بھی کثرت سے نہیں ہوتے جیسا ہمارے یہاں کے نواب اور رئیس شہزادوں کے یہاں دستور ہے حقیقت یہ ہے کہ ترک اس بات پر جائز فخر کر سکتا ہے کہ انکے [illegible] سلطنت کے ساتھ [illegible] اپنا [illegible] نہیں چھوڑا۔ ورنہ عباسی۔ فاطمی۔ اموی (اندلس والے) تیموری [illegible]

عورتوں کی تعلیم و تربیت

ترکوں کی تہذیب ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل تقلید ہے وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا طریقہ معاشرت ہے۔ دنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یورپین اور ایشیا تک اس مسئلہ میں افراط اور تفریط کے انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اسی وجہ سے دونوں کی حالت قابل اعتراض ہے ترکوں نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہے جو دونوں کی خوبیوں کا جامع اور دونوں کے عیوب سے خالی ہے ترکی عورتیں تعلیم یافتہ ہیں لیکن بے شرمی، شوخی، بیجا آزادی رقاصی کی اور وہ کبھی غیر مردوں کے ساتھ انکو تعلیم نہیں ہوتی ہے۔ وہ پردے کی پابند ہیں۔ لیکن جاہل دنیا سے بےخبر، مکانوں کے قفس میں بند حیوان انسان نما نہیں ہیں۔

زنانہ مدرسے

لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سرکاری اور خانگی مدرسے کثرت سے ہیں اور پردہ و حفاظت کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ شرفا کو اپنی لڑکیوں کے بھیجنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔ علمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس میں داخل ہے اور بعض بعض مدرسوں میں موسیقی کی تعلیم بھی ہوتی ہے معلمات کی تعلیم کیلئے ایک خاص مدرسہ ہے جسکی مہتمم رفیقہ خانم ہے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ خاتون ہے اور سلطان کے حضور سے اسکو درجہ دوم کا تمغۂ عنایت ہوا ہے صنعتی مدارس میں ایک مدرسے کے ساتھ ایک بورڈنگ بھی ہے جسکی مہتمم ایک فرنچ لیڈی مادام پالی ہے بورڈنگ کا سکرٹری ایک تعلیم یافتہ ترک ہے جس کا نام حسن آفندی ہے صنعت کا ایک اور بڑا مدرسہ اسکیدار میں ہے جسکی معلمہ اول خیریہ خانم ہے۔

موسیقی کی تعلیم

ان مدارس کی وجہ سے تعلیم اسقدر عام ہو گئی ہے کہ زمانہ حال میں مشکل ایسی عورت ملسکتی ہے جسنے مناسب ضرورت تعلیم نہ پائی ہو۔ بہت سی عورتیں مضمون نگار ہیں اور مشہور اخبارات میں انکے آرٹکل نکلتے رہتے ہیں۔ جودت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہے حال میں اسکا ایک نہایت عمدہ ناول شائع ہوا ہے جس کا نام زنان اسلام[1] ہے عربی زبان میں اسکا ترجمہ بھی ہو گیا ہے اور بیروت میں چھاپا گیا ہے۔ اسکی اور بھی چند تصنیفیں ہیں۔

مصنف عورتیں

عورتوں کی باہر نکلنے میں آزادی اور احتیاط

عورتوں کو چلنے پھرنے میں عام آزادی حاصل ہے۔ جمعہ کے دن اور مہینے کی عورتیں بازار میں نکلتی اور سیرگاہوں کو جاتی ہیں۔ وعظ کے جلسوں اور علمی مجلسوں میں شریک ہوتی ہیں لیکن باوجود اس آزادی کے حفظ و احتیاط کے دائرے سے سر مو تجاوز نہیں ہوتا ہر مجمع میں عورتوں کی نشستیں مردوں سے الگ رہتی ہیں اور کوئی عورت کسی غیر مرد سے بجز خاص حالتوں کے بات نہیں کر سکتی۔ لباس بالکل یورپین ہے جب باہر نکلتی ہیں تو نہایت ڈھیلا ڈھالا ریشمی گون پہن لیتی ہیں جو گردن سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہے اور اوپر سے نیچے تک بٹن لگے ہوتے ہیں اس سے بجز چہرہ کے تمام جسم اس طرح ڈھک جاتا ہے کہ بدن کی ہیئت تک نہیں معلوم ہوتی۔ سر پر نقاب ہوتا ہے اور چہرہ ایک رومال سے چھپا لیتی ہیں جو ناک کی جڑ سے ٹھوڑی تک ہوتا ہے۔ دونوں آنکھیں اور ناک کی جڑ اور کسیقدر آنکھوں کے نیچے کی سطح کھلی رہتی ہے یہ رومال باریک ململ کے ہوتے ہیں کوئی شخص پاس سے آنکھ جما کر دیکھے تو چہرہ کا رنگ معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسی جرأت کون کر سکتا ہے۔

عورتوں کا لباس

[1] اب یہ کتاب اردو میں ترجمہ ہو کر [illegible] میں طبع ہو گئی ہے

ایک دفعہ میں عاشر آفندی کے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ترک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے جن سے میری جان پہچان ہو گئی تھی۔ اتفاق سے وہیں ان کی دونوں جوان لڑکیاں جن میں سے ایک کی شادی ہو چکی تھی آن پہنچیں ملنے کے لئے آئیں انہوں نے مجھ کو دونوں سے انٹروڈیوس کرایا جس احترام اور متانت و تہذیب سے وہ معصوم خاتونیں میرے سامنے کھڑی تھیں مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں نہیں ہیں بلکہ عفت و عصمت کی پتلیاں ہیں

قسطنطنیہ میں ہندوستانی

ہندوستان میں کسی کو یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ قسطنطنیہ میں ہندوستانی حضرات بھی تشریف رکھتے ہیں خود مجھ کو یہ گمان نہ تھا ہندوستانیوں کا آنا ہر گز تو ہندی زاویہ ہے جس کا ذکر اوپر کر چکا ہوں وہاں اکثر ہندوستانی آ نکلتے ہیں لیکن عموماً وہ گداپیشہ ہوتے ہیں اس کے سوا تین چار شخص ایسے ہیں جو مستقل طور پر سکونت رکھتے ہیں اور ان کی حالت اور حیثیت بھی بری نہیں۔ ان کے نام اور مختصر حالات لکھتا ہوں۔

نصرت علی خاں

نصرت علی خاں یہ بزرگ اپنے تئیں دلی کا کہتے ہیں انہوں نے قسطنطنیہ میں ایک اخبار بھی نکالا تھا لیکن چونکہ اس کے مضامین انگریزی حکومت کے خلاف ہوتے تھے انگلش سفیر نے باز پرس کی اور اخبار بند ہو گیا اب محکمہ تعلیم عسکریہ میں ٹیچر مقرر ہوا ہے اچھی تنخواہ ہے ایک ترک کی عورت سے شادی کر لی ہے اس سے دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ہیں خود سیاہ فام ہیں لیکن لڑکیاں گوری چٹی ہیں

مرزا محمد بیگ

مرزا محمد بیگ۔ یہ بزرگ ملک اودھ کے رہنے والے ہیں۔ شاہی فوج میں ایک عہدہ پر مامور تھے غدر سے پہلے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اب پندرہ برس سے قسطنطنیہ میں رہتے ہیں سلطان کے یہاں ڈیوڑھی میں ملازم ہوا ہوا اور وظیفہ مقرر کر دیا ہے خوش اخلاق اور شریف الطبع ہیں

حسن آفندی

حسن آفندی۔ بدرالدین طیب جی بیرسٹر ایٹ لا ساکن بمبئی کے عمو زاد بھائی ہیں ہندوستانی اشیاء کی تجارت کرتے ہیں پہلے انکا کارخانہ بہت فروغ پر تھا چنانچہ دو مکانات کے علاوہ آٹھ سو کا ہوا صرف دو دکان کا کرایہ تھا لیکن فیشن کے بدل جانے سے ان چیزوں کی قدر نہیں رہی اور کارخانہ شکستہ ہو گیا تاہم خوشحالی سے بسر کرتے ہیں مکان اور فرنیچر قسطنطنیہ کے لحاظ سے امیرانہ ہے ایک باغ بھی تیار کیا ہے۔ تمام لوگ ان کی عزت کرتے ہیں سلطان کے یہاں سے تمغہ بھی ملا ہے انگریزی خوب جانتے ہیں نہایت خوش اخلاق۔ ظرافت پسند رنگین مزاج اور منکسر الطبع آدمی ہیں ہندوستانیوں سے ان کو خاص انس اور محبت ہے اور یہ حب الوطنی ہی میرے اور ان کے تعارف کا ذریعہ ہوئی ایک دفعہ میں بازار میں کھڑا تھا آفندی موصوف سامنے سے گزرے مجھ کو دیکھ کر بے اختیار ٹھہر کر پوچھا آپ ہندوستانی تو نہیں اسوقت میرا لباس عربی تھا طرہ یہ کہ جواب میں اتفاقاً زبان سے بجائے ہاں کے نعم کا لفظ نکلا تاہم میرا ہندی ہونا کیونکر چھپ سکتا تھا دوڑ کر گلے سے لپٹ گئے اور بولے کہ آپ ہماری چیز ہیں ہم سے چھپ کر کہاں چلے تھے جب تک میں وہاں رہا اکثر میرے مکان پر تشریف لاتے تھے کئی دفعہ دعوت کی اور اپنے گھر لے گئے یہ مہمان نوازی انکی ذہانت کا نتیجہ ہے یا قسطنطنیہ کی آب و ہوا

ہوا کا خاصہ ہی انکا پتہ یہ ہے قسطنطنیہ - مجوہر بار ستا فندہ - حاجی حسن علی آفندی ہنادی -
میں نے پتہ اس غرض سے لکھا ہی کہ کوئی صاحب قسطنطنیہ کا قصد کریں تو انسے ضرور ملیں انسے ملکر کوئی فائدہ نہیں سکتا

قسطنطنیہ کے احباب

احباب

نہایت ناشکری ہوگی کہ اگر میں قسطنطنیہ کی پر لطف داستان ختم کروں اور ان صحبت کش دوستوں کا نام نہ لوں
جو اس چند روزہ اقامت میں میرے یار غمگسار بن گئے تھے اور جلوت و خلوت میں ہمدم و ہمراز رہتے تھے چنانچہ
شیخ عبد الفتاح اور شیخ علی ظبیان کے سوا جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے باقی دوستوں کے نام اور مختصر حالات لکہتا ہوں
فواد بک - مکتب ملکیہ کے ایک ممتاز طالب علم ہیں - دمشق کے قریب حما یہ ایک موضع ہے جہاں حضرت خالد
بن الولید کی نسل سے ایک خاندان آباد ہے - یہ لوگ دولتمند ہیں اور انکے ساتھ ملکی اثر رکھتے ہیں چنانچہ ٹرکی
حکومت کی طرف سے اب تک ان اضلاع کا جو حاکم مقرر ہوتا تہا اسی خاندان سے انتخاب کیا جاتا تھا - فواد سے
میری ملاقات عزیزانہ تعلق کی حد تک پہونچ گئی تہی انکے بہائی سامی بک انہیں دنوں قسطنطنیہ آئے اور
میں نے جو مکان کرایہ پر لیا تہا اسی کے ایک کمرہ میں فروکش ہوئے وہ مکتب الحقوق میں داخل ہونیکی تیاری کرتے
تہے اور چونکہ امتحان داخلہ میں منطق کا بہی امتحان ہوتا ہے مجہہ سے درخواست کی میں مختصر طور پر انکو منطق کے تمام
مسائل سمجہا دوں [illegible] انکی خاطر سے میں آمادہ ہو اور انکے ساتہہ دو تین اور طالب العلموں کو الیسا
عدنی بیک کی حسن اتفاق یہ کہ امتحان داخلے میں وہ لوگ پاس ہی ہوگئے - اسی طرح دوستی اور محبت کا رشتہ اور بہی مضبوط
ہوگیا شام کو ہمیشہ ہم تین چار آدمی ایک قہوہ خانے میں جو عین لب دریا ہے ساتہہ بیٹہا کرتے تہے اور نہایت لطف
و مزے کی صحبت رہتی تہی کبہی کبہی مغرب کے بعد کشتی کرایہ کرتے اور سمندر کی سیر کرتے پہرتے فواد بک کو گانا آتا ہے
مجہہ سے میں اکثر عربی گیت گایا کرتے ایکدن مجہہ سے فرمائش کی کہ کوئی ہندی چیز سناؤں میں نے ہنسکر کہا کہ بہائی میں
مولوی آدمی ہوں مجہکو گانے سے کیا واسطہ لیکن وہ کب مانتے تہے آخر مجبور ہو کر میں نے اردو کے دو تین
شعر آواز کو گہٹا بڑھا کر پڑہے اور کہا کہ ہندی میں یوں ہی گاتے ہیں -

عبد السلام آفندی

عبد السلام آفندی - بیت المقدس میں سادات کا ایک مشہور خاندان ہے یہ اسکے ایک معزز ممبر ہیں بیت المقدس
کے مفتی جنکا ذکر آ چکا ہے انکا اسی خاندان سے ہیں یہ پہلے جنٹ مجسٹریٹ تہے کسی وجہ سے معزول ہوگئے اور اسی فکر میں یہاں
آئے ہیں - نہایت لائق تعلیم یافتہ زندہ دل آدمی ہیں - ایک مدت تک میں اور یہ ایک ہی مکان میں رہے
اور اس وجہ سے زیادہ میل جول ہو گیا - اکثر علمی بحثیں کیا کرتے تہے فلسفہ جدید سے واقف اور اسکے معترف تہے
ان کا خیال ہے کہ قرآن شریف کا کوئی مسئلہ فلسفہ جدید سے مخالف نہیں اکثر اسی امر کے متعلق گفتگو کیا کرتے تہے
انکی مسافر نوازی اور اسلامی ہمدردی کا اس مضمون ہوا ایک مشکل موقع پر انہوں نے میرے ساتہہ تعجب انگیز ہمدردی

خواجہ آفندی

اُسکا ذکر مناسب موقع پر آئیگا - خواجہ آفندی معزز آدمی ہیں - درویش پاشا کی بھتیجی اُن سے بیاہی ہے اور پاشائے
موصوف انکو نہایت عزیز رکھتے ہیں - آنہیں کے مکان میں یہ رہتے ہیں - میں چند بار ان سے ملا - فارسی بہ تکلف
بول لیتے ہیں - نہایت خوش اخلاق اور منکسر المزاج آدمی ہیں ہمیشہ چائے اپنے ہاتھ سے بنا کر پلاتے تھے ایک بار
میری قیامگاہ پر بھی تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے رہے خونگر صوری کی سیر مجھکو انہیں نے کرائی تھی -

ملا محمد آفندی

ملا محمد آفندی موصل کے رہنے والے ہیں عربی بقدر ضرورت پڑھی ہے - فارسی اچھی طرح بول سکتے ہیں - انکی
معاش کا کوئی ذریعہ نہیں مجبورانہ ایک تکیہ میں رہتے ہیں اور فقر و فاقہ سے بسر کرتے ہیں - تاہم یہ نہایت باحمیت
اور غیرت مند ہیں میں نے جب ترکی سیکھنے کا ارادہ کیا تو ایک دوست نے انکا نام لیا اُس وقت تک مجکو ان سے
بالکل تعارف نہ تھا میں نے تین روپیہ ماہوار پر انکو مقرر کرنا چاہا - یہ رقم انکے لیے عطیہ غیبی تھی لیکن جب انکو
معلوم ہوا کہ میں صرف تحقیقات علمی کے لیے یہاں آیا ہوں تو معاوضہ لینے سے انکار کیا اور مفت پڑھاتے رہے
اکثر میری قیامگاہ پر آکر پڑھا جایا کرتے تھے ٹوٹی پھوٹی ترکی جو میں نے سیکھی ہے انہیں سے سیکھی افسوس کہ آپ بھی محفوظ نہیں رہی
ان دوستوں کے سوا اور بہت سے ترکی آشنا احباب پیدا ہو گئے تھے جنکا ذکر چنداں ضروری نہیں -

غازی عثمان پاشا کی ملاقات اور تمغہ مجیدی کا عطا ہونا

یہ وہی نامور جنرل ہے جسنے پلونا میں چھبیس ہزار روسیوں کو مجروح اور آٹھ ہزار تہ تیغ کئے تھے جسکے مقابلہ میں
زار روس نے اپنی کل فوجی قوت صرف کر دی تھی اور خود سپہ سالار بنکر گیا تھا جسنے باوجود فوج کی کمی اور رسد کی قلت کے
روس کی مجموعی طاقت کا مدت تک مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں زخمی ہو کر گرفتار ہوا تو زار روس نے اسکی کمر میں
تلوار باندھی اور مہینوں تک اپنا مہمان رکھا یہ واقعات اُسی زمانہ میں اخبارات کے ذریعہ سے تمام ہندوستان میں
مشہور ہو گئے تھے اور بچہ بچہ اس نامور بہادر کے نام سے واقف ہو گیا تھا قسطنطنیہ میں اگرچہ کسی فوجی افسر سے
نہیں ملا اور نہ ملنا چاہا لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایسے نامور روزگار کے دیکھنے کا شوق دل میں نہ ہوتا -
پاشائے موصوف اگرچہ اس رتبہ کے آدمی ہیں کہ ٹرکی میں کوئی شخص ان سے بڑھکر بلکہ انکے برابر بھی نہیں
اور اس لحاظ سے مجکو ان تک رسائی کی کم امید ہو سکتی تھی تاہم شوق کی بیتابی نے تھامتا اور میں ایک مترجم کو ساتھ لیکر
اُنکے مکان پر گیا - گھنٹی بجانے پر دروازہ کھلا اور دربان نے اندر جانے کی اجازت دی قاعدہ کے موافق ملاقاتیوں کے
کمرے میں جا کر بیٹھا ایک معزز ترک وہاں تشریف رکھتے تھے نہایت مہربانی سے پیش آئے اور مزاج پرسی کے بعد قہوہ منگایا
تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ہوئی پاشائے موصوف زنانے میں تھے کہلا بھیجا کہ ذرا دیر میں آتا ہوں تب بادس منٹ کے

ممدوح

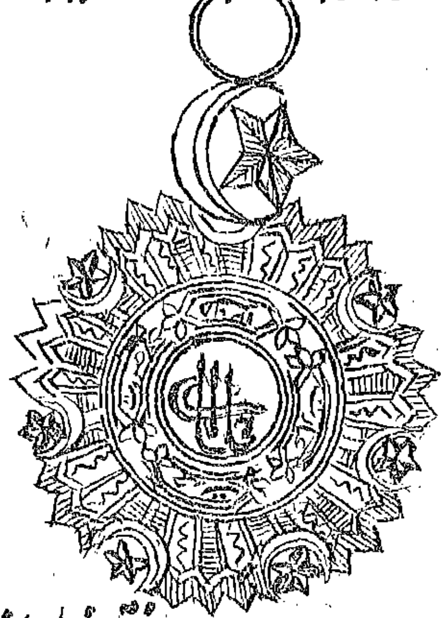
بعد ایک ملازم آیا اور مجھکو بالاخانے پر لیگیا ایک خوبصورت کمرہ آراستہ تھا ہم وہاں بیٹھے تھوڑی دیر کے بعد پاشا
تشریف لائے عثمان صاحب کو میں نے مترجم کے لیے ساتھ لیا تھا سررشتہ تعلیم کے ایک افسر تھے انہوں نے آگے بڑھکر حسب قاعدہ

پاشا نے موصوف کے دامن کا کنارہ چوما اور دونوں با ادب طور سے پیچھے ہٹے میں نے طریقہ سنت کے موافق سلام کیا پاشا نے
موصوف نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مزاج پرسی کے بعد نام اور مقام پوچھا مترجم نے کہا کہ ہندوستان
کے عالم ہیں اور تحقیقات علمی کی غرض سے آئے ہیں۔ یہ سنکر نہایت مہربانی اور توجہ ظاہر فرمائی اور دیر تک سلطان
کے حالات پوچھتے رہے۔ رخصت ہو کر میں اٹھا تو خود بھی اٹھے اور کہا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں تو مجھکو خوشی ہوگی۔

پاشائے موصوف پست قامت ہیں۔ دوہرا بدن ہے رنگ گورا چمکتا ہوا ہے چہرے سے ہیبت اور شجاعت ٹپکتی ہے
عمر ۶۰ ۔ ۷۰ کے بیچ میں ہے لیکن بڑھاپے کا مطلق اثر نہیں ہے۔ فارسی بقدر ضرورت جانتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک
مصر میں گورنر رہ چکے ہیں عربی بے تکلف بول سکتے ہیں پلونا کے واقعہ کے بعد سلطان نے انکو غازی کا خطاب اور مشیر
جنگ کا عہدہ دیا تھا لیکن چونکہ اس عہدہ کی وجہ سے وہ سلطان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر نہیں رہ سکتے
تھے سلطان نے اس عہدہ پر فواد پاشا کو مقرر کر دیا اور ان کو مابین کی افسری دی جس کی وجہ سے وہ زیادہ تر
سلطان کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں سلطان کو پاشائے موصوف سے زیادہ کسی عزیز و قریب یا نوکر اور
عہدہ دار پر اعتماد نہیں ہے اور اسی وجہ سے انکو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے جمعہ و عید کو جب مسجد میں تشریف
لاتے ہیں تو انکے ساتھ گاڑی میں عثمان پاشا کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہوتا ہے۔

دوسری دفعہ میں ملاقات کو گیا تو پہلے سے اسی طرح بیٹھے ہیں اندر داخل ہوا تو کرسی سے اٹھ کر دو ایک قدم
آگے بڑھے اور بے تکلف دوستوں کی طرح ہاتھ ملایا اسکے بعد میں جب کبھی ملا تو اسی طریقہ سے ملے پاشائے موصوف مجھ پر نہایت
مہربان ہو گئے تھے جب میری روانگی کا زمانہ قریب آیا اور میں نے ان سے کہا کہ اب میں یہاں چار دن کا مہمان ہوں تو
فرمایا کہ ایک دو دن جانے سے پہلے مجھ سے مل لینا اسی اثنا میں انہوں نے سلطان سے میرے لئے تمغہ مجیدی
عطا ہونے کی درخواست کی اور وہ منظور ہو گئی لیکن مجھکو اسکی کچھ اطلاع نہ تھی ایک دن دوپہر کے وقت میں اپنے
مکان میں سو رہا تھا کہ میرے ایک دوست دوڑے ہوئے آئے اور جگا کر کہا کہ یا اخی واللہ لقد طبع اعلان نیشانکم
مجھکو تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یوں ہی کہتے ہو۔ آخر مجھکو معلوم ہوا کہ یہ تمام اخبارات میں چھپ گیا ہے میں اسی
وقت اٹھا اور ایک قرائت خانے میں جا کر اخبار دیکھے تو واقعی وہ خبر صحیح تھی اسی وقت مجھکو خیال پیدا ہوا کہ میں انگریزی
رعیت ہوں اس لحاظ سے انگلش سفیر کو اسکی اطلاع دینی ضرور ہے دوسرے دن میں سفیر کے پاس گیا اتفاق سے
وہ مکان پر نہ تھے میں اپنا کارڈ چھوڑ آیا دوسرے دن تمام احباب مبارکباد کو آئے میں نے ایک مختصر جلسہ دعوت
ترتیب دیا شیخ علی ظبیان عبد السلام آفندی فواد امامی شریف اور دیگر احباب شریک جلسہ تھے دعوت کی صبح کو عثمان پاشا
کی وداعی ملاقات کو گیا تمغہ کی خبر کچھ ایسی عام ہو گئی تھی کہ پاشائے موصوف کے مکان پر پہنچا تو سب سے پہلے دربان
نے کہا کہ تمغہ مجیدی مبارک ہو مجھکو تعجب ہوا کہ اسکو کیونکر خبر ہو گئی معلوم ہوا کہ یہاں سب امرا اور پاشاؤں

سے نوکر چاکر عموماً پڑھے لکھے ہوتے ہیں اور فرصت کے اوقات میں اخبارات پڑھا کرتے ہیں پاشائے موصوف نے ملاقات کے ساتھ تمغہ کی مبارکباد دی تمغہ میز پر سامنے رکھا ہوا تھا بکس سے نکالکر پہلے آنکھوں سے لگایا (سلطان کی دی ہوئی چیز کی یہی ترک لوگ اس حد تک تعظیم کرتے ہیں) پھر مجھکو حوالے کیا میں سر و قد کھڑا ہوا اور سلطان کو دعا دی کچھ دیر کے بعد رخصت کے ارادے سے اٹھا تو پاشائے موصوف نے فرمایا ذرا دیر اور تشریف رکھئے یہ کہکر دوبارہ قہوہ منگوایا اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے اخیر میں فرمایا کہ میں آپکی تشریف آوری کا ممنون ہوں چلتے چلتے کہا کہ ہندوستان پہونچکر تمام مسلمانوں اور بالخصوص علما اور فضلا کی خدمت میں میرا سلام پہونچانا اور کہنا کہ عثمان آپ لوگوں سے دلی محبت رکھتا ہے میں نے نہایت خلوص اور جوش کے ساتھ شکریہ ادا کیا پاشائے موصوف نے مجھکو اپنی عکسی تصویر عنایت کی اور اسپر دست مبارک سے یہ الفاظ لکھے "اشبو فوتوغرافم شبلی النعمانی افندی یہ ہدیہ المشید محرم الحرام ۱۳۱۰ ہجری یعنی میں نے اپنا یہ فوٹوگراف شبلی نعمانی کو ہدیہ دیا" یہ تصویر اسوقت میرے پاس موجود ہے اور میں اسکو ایک بڑا تبرک اور نشان فخر سمجھتا ہوں اور یہ ہمیشہ میرے خاندان اور میری نسل میں یادگار رہیگی تمغہ کے ساتھ جو فرمان عطا ہوا اسکی نقل ذیل میں ہے۔



نقل فرمان بخط فارسی

ہندوستان علی گڈہ نام محلندہ کائن دار المعلمین معلم اول شبلی النعمانی افندی نن شایان شاہانہ م اولدیغنہ بنا اشبو شرف افزا سنوح و صدور اولان امر و فرمان معالی عنوان عالیسی اوزرہ کندوسنہ مجیدی نشان ذیشانک دردنجی رتبہ سندن بر قطعہ سی ... یعنی متضمن اشبو برات عالیشان هم تقدیم اولنمشدر فی الیوم الرابع عشر من شہر محرم الحرام سنہ عشر و ثلثمائہ

ترجمہ شبلی النعمانی افندی جو دار المعلمین علی گڈہ واقع ہندوستان کا معلم اول ہے چونکہ شاہانہ تلطف کا مستحق خیال کیا گیا اسلئے اسکو تمغہ مجیدی درجہ چہارم کہ عطا ہوا ... اور اسکی سند کے لئے یہ فرمان عالیشان صادر ہوا ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ ... کہ میں نے تمغہ کو قسطنطنیہ بیروت مصر کسی مقام میں کبھی استعمال نہیں کیا ہندوستان

میں یہ مجھکو خیال ہوا کہ گورنمنٹ سے اجازت حاصل کرکے استعمال کروں چنانچہ جناب ہربین صاحب مجسٹریٹ بلگاؤ
نے باضابطہ چٹھی کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں سفارش کی وہاں سے جواب آیا کہ رزولیوشن مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۸۸۷
ملاحظہ طلب ہے اس رزولیوشن کا حاصل یہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کی کوئی رعیت کسی دوسری سلطنت کا کوئی نشان
یا تمغہ استعمال یا قبول نہیں کرسکتی تاوقتیکہ پہلے جناب ملکہ معظمہ سے اجازت حاصل کیجائے اس حکم کی تعمیل کیوجہ سے میں تمغہ کو استعمال

قسطنطنیہ سے روانگی ۲۶ محرم سنہ ۱۳۰۹ ہجری

قسطنطنیہ میں میں پورے تین مہینے رہا۔ اخیر اخیر طبیعت اچاٹ ہو چلی تھی یہانتک کہ سلطان کی جشن
تخت نشینی کا بھی انتظار نہ کرسکا قسطنطنیہ میں ہر سال صفر کی آٹھویں رات جو سلطان کی تخت نشینی کی رات ہے
بڑی دھوم دھام سے جشن ہوتا ہے تمام شہر میں چراغاں کیا جاتا ہے شہر کے تمام باشندے اپنے اپنے مکانوں پر
تکلف اور اہتمام سے روشنی کرتے ہیں اور چونکہ یہ طریقہ سلطان کے ساتھ خلوص اور محبت کی دلیل ہے امرا اور پاشاؤں
کے یہاں حد سے زیادہ اہتمام ہوتا ہے شیخ علی ظلیبان نے مجھ سے کہا کہ پچھلے سال درویش پاشا کے مکان میں پچاس
ہزار موم کی گلاس روشن کئے گئے تھے سڑک پر جس قدر مکانات ہیں انکے دروازوں پر روشنی کے حرفوں میں یہ
عبارت لکھی ہوتی ہے یا پادشاہم چوق یشا یعنی ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے۔ یہ طریقہ مسلمانوں ہی کے ساتھ
مخصوص نہیں ہے بلکہ فرنچ جرمن انگریز اور یورپ کی تمام قومیں جو یہاں آباد ہیں بادشاہ کی خوشی میں روشنی کرتے ہیں اور انکے دروازوں
پر بھی یہ فقرہ روشنی کے حرفوں میں لکھا ہوتا ہے۔

مجھکو نہایت افسوس تھا کہ میں یہ پر لطف اور پر جوش تماشا نہ دیکھ سکا مگر جاتے جاتے طبیعت کیا تھی کچھ ایسے اسباب
جمع ہو گئے تھے کہ زیادہ ٹھیرنا ممکن نہ تھا لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ٹرکی کی حکومت میں ہر جگہ یہ جشن ہوتا ہے تم جہاں
کہیں ہو گے یہ سیر دیکھو گے لیکن یہ ظاہر ہے کہ دار السلطنت میں جو شان و شوکت اور اہتمام ہوتا ہے وہ دوسرے
مقامات میں کیونکر ہو سکتا ہے طرہ یہ کہ مجھکو بدقسمتی سے اس جشن کی معمولی سیر بھی نصیب نہ ہوئی کیونکہ
اس تاریخ کو عالم آب میں تھا یعنی جہاز پر سوار تھا اور آبادی سے دور نکل چکا تھا۔

یاد ہوگا کہ میں جب قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا تو بالکل تنہا تھا لیکن واپسی کے وقت دوستوں کا ایک
گروہ ساتھ ہے تمام احباب بندرگاہ تک ساتھ آئے ہیں رخصت کے وقت بڑی گرمجوشی سے بغلگیر ہوئے
ہیں اور دعائیہ الفاظ کے ساتھ خط و کتابت اور دوستانہ مراسم جاری رکھنے کے وعدے لئے ہیں۔

جہاز پر پہونچا تو حسن ہندی پہلے سے میرے انتظار میں وہاں موجود تھے انسے ملکر نہایت خوشی ہوئی دیر
تک لطف و محبت کی باتیں رہیں شام کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا۔ شیخ علی ظلیبان جو اسی جہاز پر اپنے وطن دمشق کو
جا رہے تھے میرے ہمسفر اور مونس و غمگسار تھے جہاز مذکور میں ہمارا سا پہرہ ہوتا ہوا پیروت پہنچا اور ایک اتفاق پیش آیا

سلطان کے عطیہ تمغے کا استعمال گورنمنٹ کا رزولیوشن

سلطان کی جشن تخت نشینی

روانگی کے وقت احباب کی مشایعت

جہاز پر ایک ناگوار واقعہ

بڑی بھی اور بے لطفی ہوئی۔ ساپرس میں دو شہر ہیں لرناکا اور لموسو دونوں جگہ جہاز لنگر کرتا ہے۔ لرنکا میں جو لوگ جہاز پر سوار ہوئے ان میں ساپرس کا ایک رئیس تھا اور چونکہ اسکو صرف لموسو تک جانا تھا نہ بستر کے چھوٹی کی جگہ پر ہمارے دوست شیخ علی ظلیبان کے بستر کے قریب آ بیٹھا شیخ موصوف باوجود فضل و کمال کے نہایت سادہ مزاج آدمی ہیں پس مذکور نے انکے بستر پر کوئی چیز رکھدی۔ اتنی بات پر یہ برہم ہو گئے وہ عرب نا واقف تھا [illegible] کوئی اور نتیجہ معلوم ہوتا تھا ضبط نہ کر سکا۔ بات زیادہ بڑھی یہانتک کہ جہاز کے اور مسافر جو اکثر شامی عرب تھے ادہر ادہر سے آکر جمع ہو گئے عربوں کا سہارا پاکر ہمارے دوست زیادہ تیز ہوئے نوکر نے کہا آپ خفا کیوں کرتے ہیں؟ آپکی رعیت نہیں ہیں۔ ہمارا شہر انگریزی حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔

ان الفاظ کا اسکے منہ سے نکلنا تھا کہ تمام عرب برہم ہو گئے یہانتک کہ ایک عرب نے بڑھکر پکڑ کر اسکو اٹھا لیا اور کہا کہ دم دو تجکو دریا میں پھینکدیتا ہوں اگرچہ ہجوم کی وجہ سے نہایت کشمکش تھی اور بعض آدمی اسکو روکتے بھی رہے تاہم وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا جہاز کے کنارے تک پہونچ گیا اور اس زور سے دونوں ہاتھ جھٹکے دیکر قریب تھا کہ وہ غریب سمندر میں جا پڑے۔ اسوقت جہاز [illegible] نوکر کو بمشکل چھڑا کر اشارہ کیا کہ بحفاظت جہاز کے کسی گوشہ میں چھپ جا۔ پھر بھی تمام عرب دیر تک غل کرتے اور انگریزی حکومت کی شان میں نامناسب الفاظ کہتے رہے مجکو تعجب ہوتا تھا کہ جہاز کے افسر یہ ہنگامہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور مطلق دخل نہیں دیتے تھے۔

ساتویں دن ہمارا جہاز بیروت پہونچا۔ شیخ علی ظلیبان جہاز سے اترے میں بھی انکے ساتھ اس غرض سے اترا کہ طاہر مغربی الفاقات سے آجکل یہیں ہیں۔ شیخ موصوف دمشق میں مدرس ہیں اور انکے فضل و کمال کی اطراف میں بڑی شہرت ہے۔ پیشتر قسطنطنیہ میں انکے اوصاف سنے تھے۔ شیخ علی ظلیبان سے کہا تھا وہ ان سے ملا کہ میں دوبارہ آنا نہیں چاہتا شیخ طاہر کی ملاقات کا موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ غرض آپکی صلاح سے جہاز سے اپنا اسباب اتروا لیا اور ایک ہفتہ تک بیروت میں قیام رہا چونکہ یہ شہر [illegible] دمشق کا [illegible] اور آجکل شام میں تہذیب و تمدن کا مرکز خیال کیا جاتا ہے۔ اسلئے میں اسکے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھتا ہوں۔

بیروت

بیروت کی موجودہ ترقی

یہ نہایت قدیم شہر ہے مورخین اسکے زمانہ تعمیر کی ٹھیک تعیین نہیں کر سکتے لیکن اسقدر یقینی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے پیشتر موجود تھا ۲۲۲؁ء میں جب اسکندر سیفیروس روم الکبیر کی مسند حکومت پر بیٹھا تو بیروت قانونی تعلیم کی بہت بڑی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی اور [illegible] ۱۳ ہجری میں اسلام کے قبضے میں آیا یہانتک کہ ۱۵۱۶؁ء میں سلطان سلیم اول نے اسکو فتح کیا اسوقت [illegible] اس موجودہ ترقی کی ابتدا ۱۸۴۲؁ء سے ہے اور اسوقت سے آجتک تجارت اور آبادی کو روز افزوں ترقی ہوتی جاتی ہے

اسکی مردم شماری چالیس ہزار تھی ۱۸۷۵ء میں ستر ہزار ہو گئی اور اب ایک لاکھ سات ہزار چار سو ہے جسمیں [illegible]
مسلمان ہیں باقی عیسائی اور کچھ یہودی اور دروزی ہیں شہر کا قدیم حصہ نہایت خراب ہے سڑکیں اور گلی کوچے تنگ
اور ناہموار اور مکانات پست اور کم فضا ہیں لیکن جدید حصہ نہایت پر رونق اور خوشنما ہے ہوٹل سرائیں قہوہ
خانے کثرت سے ہیں ایک قہوہ خانہ عین دریا میں ہے اور عجب فضا کی جگہ ہے۔

لباس اور وضع

زبان یہاں کی عموماً عربی ہے عیسائی اور یہود وغیرہ سب عربی بولتے ہیں لباس اور وضع عرب کے قریب
قریب ہے لیکن پائجامہ کابلیوں کے انداز کا ہوتا ہے میانی سونڈ کی طرح زمین پر لٹکتی ہے اور یہ بڑا حسن سمجھا جاتا ہے ایک پائجامہ
دس بارہ گز سے کم نہیں تیار ہوتا مسلمان عیسائی دروزی سب یہی لباس پہنتے ہیں البتہ نئے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون
پہننے لگے ہیں۔ آب و ہوا کسی قدر مرطوب ہے تاہم مشہور یہ ہے کہ تندرستی کیلئے بہت مفید ہے یہاں تک کہ اور مقامات
سے لوگ تبدیل ہوا کیلئے یہاں آتے ہیں۔ شاید ایسا ہی ہو لیکن تجربہ اسکے خلاف ہے میں جب تک وہاں رہا
طبیعت بدمزہ رہی دو تین دن بخار بھی آیا اور علاج کی ضرورت پڑی۔ البتہ لبنان جو ایک مشہور پہاڑ ہے
اور یہاں سے تین چار میل ہے آب و ہوا کے لحاظ سے مشہور جگہ ہے متنبی نے اسکی نسبت کہا ہے۔

عقاب لبنان وكيف بقطعها … وهي الشتاء وصيفهن شتاء

بیروت کی علمی ترقی اور مدارس وغیرہ

بیروت کی علمی ترقی

بیروت کی علمی ترقی اگرچہ تھوڑے زمانہ سے شروع ہوئی ہے لیکن جس تیزی سے یہ شہر ترقی کر رہا ہے
اور ترقی کی جس حد تک آج پہونچ چکا ہے اسکے لحاظ سے تمام ممالک اسلامیہ میں قسطنطنیہ کے سوا کوئی شہر
اسکا ہمسر نہیں ہے اور بعض خصوصیتوں میں تو اسکو قسطنطنیہ پر ترجیح ہے۔

عربی زبان کے ساتھ اعتنا

عیسائیوں کی ایک جماعت نے عربی زبان پر نہایت توجہ کی ہے اور وہ ہر طرح ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں
ان لوگوں نے نہایت کوشش سے دور دور سے عرب کے قدیم دواوین بہم پہونچا کے چھاپے اور انکو چھاپ کر شائع کیا ہے
خنساء عنترہ بن شداد العبسی۔ اسمعیل ابو العتاہیہ ابن ہانی۔ ابو فراس وغیرہ کے دیوان انہیں لوگوں کی بدولت
ہم تک پہونچے ورنہ انکا نام و نشان بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا عرب کے عیسائی شاعروں کے کلام کے ساتھ (اتحاد مذہب
کی وجہ سے) اور بھی زیادہ اعتنا کیا ہے ان تمام شعرا کے اشعار یکجا جمع کئے ہیں اور انکا ایک سلسلہ چھاپنا شروع کیا
تین چار جلدیں چھپ چکی ہیں اور باقی تیار ہو رہی ہیں اس میں جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے کے شعراء داخل ہیں
اخطل نصرانی جو فرزدق اور جریر کا معاصر اور دولت بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا اسکا دیوان نہایت کوشش اور اہتمام
سے مستقل طور سے چھاپا ہے یہ دیوان نہایت نایاب اور عزیز الوجود تھا یہاں تک کہ قسطنطنیہ اور مصر کے کتب خانے بھی
اس سے خالی ہیں صرف شہنشاہ روس کے کتب خانہ میں ایک نسخہ تھا چنانچہ اس کی نقل و کتابت کا انتظام کیا گیا اور سینٹ پیٹرسبرگ

یونیورسٹی کے عربی پروفیسر نے اسکی تصحیح کی یہ قلمی نسخہ جسکو پروفیسر مذکور نے اپنے ہاتھ سے صحیح کیا تھا مجکو دکھایا گیا۔ اور میں نے اُن عیسائیوں کی بلند ہمتی اور ذوق علمی کا دل سے اعتراف کیا مسلمانوں کو بھی کچھ غیرت آتی ہو۔

ان لوگوں نے خود بھی فن ادب کے متعلق مفید تالیفات کی ہیں چنانچہ روضۃ الادب فی طبقات شعراء العرب مجانی الادب۔ شرح مجانی الادب مشہور اور شائع ہو چکی ہیں تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ یہاں مسلمان عالموں نے ادب کی جو مفید کتابیں لکھی ہیں وہ بھی انہیں عیسائیوں کی بدولت یعنی عیسائیوں نے انکو اجرت اور صلہ دیکر یہ کتابیں تصنیف کرائی ہیں اور انکو اپنے اہتمام سے چھاپا اور شائع کیا۔ مقامات بدیع اور رسائل بدیع کی شرحیں حال میں نہایت خوبی اور اہتمام سے چھپکر شائع ہوئی ہیں اس طرح کے قصے تیار ہوتے ہیں میں نے لوگوں سے یہ پوچھا کہ ان لوگوں کو عربی زبان کے ساتھ اسقدر اعتنا کیوں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ اپنے تئیں عربی الاصل کہتے ہیں اور اس انتساب پر انکو فخر ہے لٹریچر کا مذاق اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بچہ بچہ کو شعر و شاعری کا چسکا ہے بہت سے لوگ صاحب دیوان ہیں اور دس پانچ قصیدے لکھنے والے تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں۔ ایک مشہور شاعر سے قہوہ خانہ میں ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ ۴۰ برس سے مشق سخن میں مصروف ہیں۔ البتہ یہ افسوس ہے کہ مذاق صحیح نہیں غزل اور بیہودہ مدح سرائی کے سوا کسی کا کلام پسند نہیں کرتے ہیں اکثر صحبتوں میں جاتا تھا اور متقدمین اسلام کے شعراء کے اشعار پڑھتا تھا تو مجکو بد مذاق خیال کرتے تھے

علوم جدیدہ اور نئے مذاق کو بہت کچھ ترقی ہو فلسفہ و صنائع و فنون جدیدہ کی اکثر کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں جو پڑھنے والوں اور اسکولوں میں جو نصاب تعلیم ہے اور جو یہاں کے انٹرنس اور ایف اے و بی اے کے برابر ہے تمامتر عربی میں ہیں صرف ڈاکٹری کی تعلیم فرنچ زبان میں ہوتی تھی لیکن وجہ ان لوگوں نے محسوس کیا کہ اس فن کے متعلق روز بروز تجربہ کو کیسی ترقی ہوتی جاتی ہے اور کثرت سے نئی نئی کتابیں تصنیف ہوتی جاتی ہیں کہ ترجمہ انکا ساتھ نہیں دے سکتا۔ فلسفہ و علوم جدیدہ کا بڑا ماہر اور مصنف ایک پروفیسر فانڈیک ہے جو امریکہ کا رہنے والا ہے اور ایک مدت سے بیروت میں رہتا ہے۔ اس نے عربی زبان میں علوم جدیدہ کا ایک مرتب سلسلہ تیار کر دیا ہے جس کا نام نقش فی الحجر ہے اسکے سوا اور بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں عربی زبان میں انسائیکلوپیڈیا بالکل موجود نہ تھا اس ضرورت کو پروفیسر بطرس نے پورا کیا اس نے ۱۸۷۶ء میں اسکی ابتدا کی اور اول کی چھ جلدیں لکھیں چونکہ اسکا انتقال ہو گیا اسکے بیٹے سلیم آفندی نے تکمیل کا ارادہ کیا اتفاق یہ کہ وہ بھی مر گیا اب پروفیسر مذکور کا نواسہ باقی جلدیں تیار کر رہا ہے دس ضخیم جلدیں اس وقت تک شائع ہو چکی ہیں۔

علوم و فنون جدیدہ

تاریخی تصنیفات

تاریخ اور متعلقات تاریخ پر نہایت مفید کتابیں لکھی گئی ہیں اور چونکہ یہ لوگ عربی زبان کے ساتھ یورپ کی زبانوں سے بھی بخوبی واقف ہیں انکی تصنیفات میں وہ جامعیت ہوتی ہے جو یورپ والوں کی تصنیفات میں نہیں ہوتی چنانچہ آثار الانہار جس جامعیت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے اس دعوی کی شاہد عادل ہے البتہ یہ افسوس ہے کہ انکا

عیسائیوں کی تصنیفات میں مذہبی تعصب کا رنگ پایا جاتا ہے چنانچہ صناجۃ الطرب اور اصول المعارف وغیرہ میں اس قسم کی بے اعتدالیاں صاف محسوس ہوتی ہیں۔ یہ مصنفین اکثر لبنان کے رہنے والے ہیں جنمیں سے بہت سے لوگ بیروت میں آ رہے ہیں ان لوگوں کو اس کوہستان (لبنان) میں عجیب علمی مذاق پیدا ہو گیا ہے اگرچہ یہ لوگ عموماً کاشتکار ہیں اور ضرورت کے وقت اپنے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں لیکن جس وقت انکو ان ضروریات سے ذرا بھی فرصت ملجاتی ہے علمی اشغال میں مصروف ہو جاتے ہیں اسکا نتیجہ ہے کہ باوجودیکہ علم یہاں ذریعہ دولت نہیں تاہم اس علاقہ میں کثرت سے اہل علم اور مصنفین پیدا ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں خاص لبنان کے علما اور شعراء کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ تمام علمی ترقی اور تصنیف و تالیف جو کچھ ہے عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہے مسلمان ان چیزوں کو گویا ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ مدارس یہاں کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس کا نقشہ ذیل میں درج ہے

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ اور فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبہ	تاریخ افتتاح مدرسہ
اسرائیلیہ	اسرائیلیہ	۷۰ پونڈ	۹۷	سنہ ۱۸۷۵ء
امدادیہ	اسلام	۲۰ پونڈ	۱۵۰	سنہ ۱۸۸۲ء
اکلیریکیہ	روم آرتھوڈکس	مفت	٠	٠
بطریکیہ	رومن کیتھولک	۲۵ پونڈ	۱۳۷	سنہ ۱۸۷۱ء
الحکمۃ	مارونیہ	٠	۳۲۵	سنہ ۱۸۷۴ء
راہبات	لاٹین	مفت	۱۱۵	٠
الکلیۃ السوریۃ الانجیلیۃ یعنی شام کی علمی یونیورسٹی	انجیلیہ	۱۷ پونڈ	اسکا مفصل حال الگ لکھینگے	سنہ ۱۸۷۵ء
الکلیۃ الیسوعیۃ الطبیۃ یعنی شام کی میڈیکل یونیورسٹی	انجیلیہ	۳۲ پونڈ	٠	٠
فلدا من یوسفتا	لاٹین	۳۰ پونڈ	٠	٠

عورتوں کی تعلیم کے مدارس بھی کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس یہ ہیں

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ اور فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبہ	تاریخ افتتاح مدرسہ
کوونٹ الاحسان	روم آرتھوڈکس	۱۵ پونڈ	٠	٠
رہبات پروٹسٹنٹ	انجیلیہ	۳۰ پونڈ	۲۵۰	٠
ایضاً	ایضاً	مفت	۵۰۰	٠
عازریات تیاجی	لاٹین	"	٠	٠
عازریات تجیہ	"	۲۵ پونڈ	٠	٠
عازریات ناصریہ	"	۳۰ پونڈ	٠	٠
سوریہ امیرکانیہ	انجیلیہ	۱۲ پونڈ	٠	٠

مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو اور قوموں کی تعلیمی حالت سے جو نسبت ہے وہ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگی۔

قوم	تعداد طالب علم اعلیٰ	تعداد طالب علم ابتدائی	[illegible]	[illegible]	تعداد مدارس اعلیٰ	تعداد مدارس ابتدائی
مسلمان	۵۰۰	۳۰۰۰	۲۰	۵۰	۳	۲۱
عیسائی و یہودی وغیرہ	۵۹۷۵	۶۶۳۰	۱۵۰	۳۷۵	۳۲	۴۲

مسلمانوں کی تعلیمی حالت

مسلمان طالب علموں کی یہ تعداد گو فی نفسہ کم ہے لیکن امر واقعی زیادہ افسوس کے قابل ہے کہ اس تعداد میں اکثر زیادہ تر ادنیٰ درجے کے تعلیم والے شامل ہیں ورنہ اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے انکی تعداد اس قدر کم ہو گئی ہے کہ گویا کچھ بھی نہیں۔ تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ یہ شہر اسلامی حکومت کا مرکز اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں یہاں حاکم و محکوم کی نسبت ہے تاہم تہذیب و تمدن میں مسلمانوں کو عیسائیوں سے کچھ نسبت نہیں تعلیم کی جو حالت ہے وہ نقشہ بالا سے معلوم ہوئی ہوگی تصنیف و تالیف کا حال اور بھی گندہ ہے چھاپہ خانے اخبارات مطابع تجارت وغیرہ میں اس سے بھی زیادہ بدتر حالت ہے۔

الکلیۃ السوریۃ العلمیۃ

یونیورسٹی

بیروت میں اگرچہ (عیسائی اور یہود کے) بہت سے اسکول اور کالج ہیں لیکن سب سے بڑا یونیورسٹی ہے اور اسی وجہ سے اسکا نام کلیۃ سوریہ ہے کلیہ کا لفظ یہاں یونیورسٹی کے معنی میں اطلاق کیا جاتا ہے اور سوریہ ملک شام کو کہتے ہیں یعنی شام کی یونیورسٹی۔ میں نے اس کالج کو تفصیل کے ساتھ دیکھا اور اس وجہ سے اسکے حالات کسی قدر تفصیل کیساتھ لکھتا ہوں۔ یہ کالج ۱۸۶۵ء میں امریکن پادریوں نے قائم کیا پروفیسر اور ٹیچر قریباً ساٹھ ہیں جن میں اکثر کالج ہی کے احاطے میں سکونت رکھتے ہیں۔

میں جب اس کالج میں گیا تو شیخ علی ظبیان اور سعید البیاع آفندی ساتھ تھے کالج کے دروازے پر پہنچ کر سعید البیاع آفندی نے ہمکو وہیں ٹھہرایا اور خود اندر گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے انکے ساتھ ایک شخص تھا اس نے ہمارا استقبال کیا اور ہمکو ساتھ لیکر چلا کالج کی عمارت دو منزلہ ہے نیچے کے درجے میں چھاپہ خانہ ہے اور یہ وہی چھاپہ خانہ ہے جس نے عمدگی طبع کی وجہ سے بیروت کو تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے جس شخص نے ہمارا استقبال کیا اسکا نام الیاس تھا اور چھاپہ خانہ کا تمام اہتمام اسی سے متعلق ہے الیاس نے پہلے ہمکو مطبع کی سیر کرائی تمام کام کل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں رولر کاغذ کو خود کھینچ لیتا ہے حرف پر سیاہی لگ جاتی ہے کاغذ دور چھپتا جاتا ہے اور زمین پر گرتا جاتا ہے حرف بھی یہیں ڈھالے جاتے ہیں چنانچہ الیاس نے ہمارے سامنے چند حرف ڈھالے۔ یہاں کے کارخانہ کو حروف کی ایسی شہرت ہو گئی ہے کہ دور دور سے مانگ آتی ہے لیکن یہ تعجب ہے کہ جو صفائی اور خوشخطی یہاں کی مطبوعہ کتابوں میں پائی جاتی ہے

الیاس سے اسکی وجہ پوچھی اُس نے کہا کہ یہاں حروف کی خوبی کے علاوہ اور بھی اہتمام کیا جاتا ہے فرمہ کاپی کے بعد بھی دیکھا جاتا ہے اس ترکیب سے دبایا جاتا ہے کہ حرفوں کا اُبھار بالکل جاتا رہتا ہے اور کاغذ چکنا اور صاف ہو جاتا ہے چنانچہ اُس نے ہمکو دونوں طرح کے فرمے دکھائے اصلاح کیا ہوا فرمہ بعینہ پتھر کا چھپا ہوا معلوم ہوتا تھا میں نے صفائی طباعت اور حرفوں کی موزونی کی بہت تعریف کی الیاس نے کہا کہ اصل میں اس تعریف کا مستحق الجوائب کا مطبع ہے کیونکہ سب سے پہلے حروف ایجاد کئے ہیں البتہ ہمنے اسکو جلا دی ہے مطبع ہی میں جلد سازی کا بھی کارخانہ ہے نہایت عمدہ مطلا و مذہب جلدیں تیار

جلد سازی

ہوتی ہیں یہانتک کہ شام و مصر سے زیادہ تر یہیں آتی ہیں میں نے یہاں باقی واقعات کے دیکھنے کی خواہش بھی کی لیکن ناگاہ ہم چھاپہ خانہ سے فارغ ہوکر ہم نے کالج کو دیکھنا چاہا چونکہ اس کام کے لئے کالج کے کسی پروفیسر کا ہمراہ ہونا ضرور تھا الیاس نے پہلے پروفیسر الطون سے ہماری ملاقات کرائی۔

کالج

یہاں ایک نہایت معقول طریقہ ہے اور اس قابل قدر ہے کہ ہمارے ملک میں اسکی تقلید کیجائے کالج کے ملازم اور پروفیسر وغیرہ جو کالج میں سکونت رکھتے ہیں انکے کمروں کے دروازہ پر ایک چھوٹی سی تختی لٹکتی رہتی ہے اس تختی پر چار پانچ سطروں میں صبح سے شام تک کے کاموں کی تفصیل لکھی ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب خانہ کس وقت کہاں ہوتا ہے اور کیا کام کرتا ہے مثلاً پہلی سطر میں لکھا ہے کیمپ روم۔ دوسری میں کھانے کا کمرہ تیسری میں سیر و تفریح وغیرہ تختی کی پیشانی پر ایک سوئی لٹکتی رہتی ہے صاحب خانہ جس وقت جس کام میں مصروف ہوتا ہے سوئی کو اُس سطر کے سامنے تختی پر لگا دیتا ہے جس میں اس کام اور مقام کا ذکر ہے جو شخص ملاقات کو آتا ہے اول اُس کی نگاہ تختی پر پڑتی ہے اور اسکو معلوم ہو جاتا ہے کہ صاحب خانہ اس وقت کہاں ہے اور کس کام میں ہے مجھکو معلوم نہیں کہ یہ طریقہ کالجوں کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر طبقہ میں رائج ہے بہرحال یہ عمدہ طریقہ اس قابل ہے کہ ہر جگہ اسکی تقلید کیجائے۔

غرض الیاس نے ہمکو پروفیسر الطون سے ملایا پروفیسر مذکور نہایت فاضل اور لائق شخص ہے فرنچ زبان خوب جانتا ہے

پروفیسر الطون

عربی علم ادب کا استاد ہے دیوان اخطل جو حال میں چھپا ہے اسکی تصحیح اور اہتمام سے چھپا ہے۔ دیوان مذکور پر اس نے حواشی چڑھائے ہیں وہ مستقل شرح کے برابر ہیں اور اس سے اسکی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے کالج کا ہفتہ وار اخبار جو عربی زبان میں نکلتا ہے اور جس کا نام البشیر ہے اُسی کی اڈیٹری میں نکلتا ہے ہمنے اس کی وجہ سے کالج کی ایک ایک عمارت اور آلات وغیرہ کی سیر کی حقیقت یہ ہے کہ کالج یہاں کے عیسائیوں کیلئے باعث فخر اور تمام مسلمانوں کیلئے موجب رشک ہے مصر و شام کا تو کیا ذکر ہے قسطنطنیہ کا بھی کوئی کالج اسکی ہمسری کا دعوی نہیں کر سکتا عمارت استقدر شاندار اور موزوں اور خوبصورت ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا اوپر کی منزل کا فرش بالکل سنگ مرمر کا اور سنگ سیاہ کی پچی کاری ہے کمرے نہایت کثرت سے ہیں پروفیسر اور ٹیچر جو ۶۰ سے زیادہ ہیں اور شب و روز کالج ہی میں رہتے ہیں سب کیلئے الگ الگ کمرے ہیں اور ایک عالیشان کمرہ جو نہایت عمدہ فرنیچر اور ساز و سامان سے

آراستہ ہے اور جس کے بیچ میں مستطیل میز اور گرد بہت سی خوبصورت کرسیاں لگی ہیں پروفیسروں اور اُستادوں کیلیے مخصوص ہے۔ فرصت کے اوقات میں وہ لوگ یہاں آ بیٹھتے ہیں اور دوستانہ صحبت رہتی ہے اسمیں ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی ہے جسکا جی چاہتا ہے کوئی کتاب اٹھا لیتا ہے اور اس سے دل بہلاتا ہے مجھکو اسوقت خیال آیا کہ ہمارے کالج میں یہ بڑی کمی ہے کہ اس قسم کی کوئی عمارت نہیں جہاں تمام اساتذہ گھڑی دو گھڑی مل بیٹھا کریں حالانکہ اس قسم کی صحبت دل بہلانے کے سوا علمی مذاق کیلیے نہایت مفید ہے۔

کالج میں سائنس اور علوم جدیدہ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے اور اس غرض سے نہایت بیش قیمت آلات اور نایاب چیزیں مہیا کی گئی ہیں بہت سی الماریاں ہیں جن میں عجیب عجیب مختلف رنگ اور صورت کے پتھر اور تجربے کے ٹکڑے ہیں یہ نادر چیزیں طبقات الارض کی تعلیم کیلیے دور دور مقامات سے مہیا کی گئی ہیں نباتات کا الگ کمرہ ہے اور بہت وسیع ہے پروفیسر الندورن نے مجھ سے کہا کہ ان نباتات کی حفاظت و پرداخت میں نہایت اہتمام کرنا پڑتا ہے پروفیسر ہڈکوپ نے ایک قسم کی گھاس دکھائی اور کہا کہ یہ ہندوستان کے سوا اور کہیں نہیں پیدا ہوتی اور وہیں سے منگوائی گئی ہے

کالج کے ساتھ بورڈنگ بھی ہے اور اسی وضع کا ہے جیسے قسطنطنیہ کے بڑے بڑے کالجوں کے بورڈنگ ہیں کالج کی لائبریری اگرچہ بہت بڑی نہیں ہے لیکن کتابیں نادر اور کمیاب جمع کی گئی ہیں۔

جو کتابیں چھپی نہیں اور اُن کے قدیم نسخے نہیں مل سکے یورپ اور ایشیا کے مشہور کتب خانوں سے انکی نقل منگوانے کا انتظام کیا ہے۔ ابن رشیق قیروانی کی کتاب العمدہ جو اپنے باب میں بے مثل اور نادر کتاب ہے میں نے اسی کتب خانے میں دیکھی۔ اس کالج میں عربی زبان اور فرنچ کی تعلیم لازمی ہے۔ باقی زبانیں اختیاری ہیں چنانچہ ترکی کی ایک، جرمن کی ایک انگریزی کی پانچ لاطینی و یونانی کی سات کلاسیں ہیں۔ عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہاں مدرسہ عموماً عیسائی ہیں اور عیسائی بھی رومن کیتھولک جنہیں بہ نسبت اور فرقوں کے تعصب زیادہ ہوتا ہے تاہم ادب کے نصاب میں قرآن مجید کا انتخاب بھی شامل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہونا انکو بھی مسلم ہے۔ علوم جدید پڑھائے جاتے ہیں ان میں فلسفہ حال و علوم طبیعیہ کے علاوہ موسیقی، تصویر کشی کا فن بھی داخل ہے۔ طلبا کی تعداد ۵۰ اور ۱۰۰ کے درمیان ہے جن میں مسلمان صرف ۵ یا ۱۰ ہیں۔

کالج کی عمارت باوجود اسکے کہ بیروت میں تمام چیزیں نہایت ارزاں ہیں دس لاکھ ترک میں تیار ہوئی ہے اور یہ کل رقم پادریوں کی ایک جماعت نے ادا اور مہیا کی ہے۔

اس کالج کے ساتھ متصل میڈیکل کالج بھی ہے لیکن اسکی عمارت کسی قدر فاصلہ پر ہے پروفیسر الندورن نے ہمکو اسکی بھی سیر کرائی عمارت نہایت وسیع اور بلند اور آلات نہایت بیش قیمت اور کثرت سے ہیں تشریح کے کمرے میں جو بت رکھا ہے اور جسمیں انسان کے ایک ایک عضو کی تصویر مجسم کی گئی ہے وہ اس صفائی اور عمدگی سے بنائی ہے کہ نقلی ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا

ایک ایک عضو کے متعلق جسقدر امراض ہیں اسی تعداد کے موافق ہر عضو کے نمونے ہیں چنانچہ ایک خانہ میں کم و بیش ۲۰۰ آنکھیں ہیں کسی میں پھلی ہے کسی میں ناخنہ کسی کی پلکیں جھڑ گئی ہیں۔ میں نے ہندوستان کا کوئی میڈیکل کالج نہیں دیکھا ہے لیکن مجھکو کافی یقین ہے کہ تمام ہندوستان میں ایک کالج بھی اس سے بڑھکر کیا اسکی برابر بھی نہ ہوگا۔

پروفیسر انطون نے ہمارے لیے جو تکلیف اٹھائی اور جس توجہ اور اخلاق سے وہ تمام کمروں اور چیزوں کی سیر کراتا رہا یہ نہایت ناشکری ہے کہ میں اس موقع پر اسکا دلی شکریہ نہ ادا کروں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر مذکور مجھ سے بہت خوش ہوئے چنانچہ اس ہفتہ میں البشیر کا جو پرچہ نکلا اس میں ایک اڈیٹوریل نوٹس میرے متعلق تھا اسکی عبارت یہ ہے

اجتمعنا في هذه الايام بحضرة العالم الشيخ شبلي النعماني المعلم اول للعلوم العربية في بلدة علي گڈھ من بلاد الهند فرأينا فيه رجلا كثير المعارف وهو حائز النشان المجيدي من الرتبة الرابعة اقام في الاستانة العلية مدة ۳ شهور وحضر الى بيروت وتوجه هذه الايام لزيارة بيت المقدس ثم منها الى مصر ثم الى بلاد الهند

جمعیات اور اخبارات

ہماری زبان میں انجمن کا لفظ جن معنی میں بولا جاتا ہے اسکے مقابل میں یہاں جمعیۃ کا لفظ ہے مصر وغیرہ میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔ انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور انکے مقاصد نہایت مفید ہیں لیکن تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بھی نہیں بعض مشہور انجمنوں کا نقشہ ذیل میں درج ہے جس سے انکے مقاصد بھی معلوم ہونگے۔

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
مجلس ملی	روم آرتھوڈکس	رفاہ عام	مطران غفرائیل
تعلیم مسیحی	ایضاً	مذہبی	ایضاً
قدیس پولس پیغمبر رسول	روم آرتھوڈکس	مذہبی	ایضاً
خیریہ	ایضاً	اعانت فقرا	خواجہ سلیم
مرضی	ایضاً	غریبوں کا معالجہ	خواجہ نجیب
دفن الموتی	ایضاً	لاوارث اور غریب اشخاص کی تجہیز و تکفین	خوری یعقوب
زہرۃ الاحسان	ایضاً	فن ادب	سیدہ لطیفہ
خیرہ	مارونیہ	اعانت فقرا	خواجہ نہایہ
دائرہ علمیہ	مارونیہ	ترقی علوم	مطران یوسف
اجوبہ مار مارون	ایضاً	فن ادب	سلیم آفندی
یوحنا مارون	ایضاً	رفاہ عام	خواجہ خلیل

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
خیریہ	رومن کیتھولک	اعانت فقرا	لیتارہ خوری
دیر القمر	"	"	خواجہ نخلہ
شمس البر	مسیحی	ادب	سلیم آفندی کساب
باکورۃ سوریہ یعنی شام کی صبح	"	ادب	سیّدہ حنہ عقیق
انجلینہ	انجلینہ	رفاہ عام	خلیل آفندی سرکیس

اس فہرست سے ظاہر ہوگا کہ عیسائی مذہب کی جس قدر شاخیں ہیں سبھوں کی الگ الگ انجمنیں ہیں لیکن مسلمانوں نے اس فضول کام کو سرے سے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اخبارات و رسالے جو یہاں سے نکلتے ہیں اُن میں البشیر۔ بیروت۔ تقدم ثمرات الفنون۔ المصبح المنیر۔ الصفا۔ لسان الحال۔ المصباح۔ الہدیۃ النشرۃ الاسبوعیہ۔ حدیقۃ الاخبار زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں بیروت اور ثمرات الفنون کے سوا اور تمام اخباروں کے مالک اور اڈیٹر عیسائی ہیں چونکہ مطبع کو یہاں آزادی نہیں اس لئے ان اخبارات میں معمولی خبروں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ علمی رسالے بڑی آب و تاب سے نکلتے ہیں اور خصوصاً الصفا اور المقتطف تو اس شان کے پرچے تھے کہ یورپ کے میگزینوں کی برابری کرتے تھے افسوس ہے کہ الصفا بند ہوگیا اور المقتطف نے اپنا مقام بدل دیا یعنی اب قاہرہ سے نکلتا ہے۔

رصد خانہ

یہاں ایک مختصر سا رصد خانہ بھی ہے جس کو پروفیسر فان ڈیک امریکانی نے ۱۸۷۴ء میں قائم کیا تھا اس میں رصد کے متعلق اکثر ضروری آلات موجود ہیں ہر روز جو امور رصد سے معلوم ہوتے ہیں اسکی اطلاع بذریعہ تار کے قسطنطنیہ کی جاتی ہے اور وہاں سے یورپ و تمام دنیا میں شائع ہوتی ہے اسکا اہتمام اب مسٹر اجرٹ کے ہاتھ میں ہے جو مدرسہ امیرکانیہ میں ریاضیات کا پروفیسر ہے۔

عام حالات اور بیروت کے احباب

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ بیروت میں قیام کرنیکا اصلی سبب شیخ طاہر مغربی سے ملنا تھا چنانچہ عبد الباسط الانسی کے ذریعہ سے اُن سے ملاقات ہوئی اور دیر تک علمی صحبت رہی دو تین دن تک اور ملاقاتیں ہوئیں ایکبار فرودگاہ پر بھی تشریف لائے شیخ موصوف ابھی جوان ہیں لیکن علم و فضل کی وجہ سے لوگ اُن کی بہت عزت کرتے ہیں میں نے اُن کے کمال کا جس چیز کو جوہر سمجھا اور جسکا مجھکو خود تجربہ ہوا وہ یہ تھا کہ شیخ موصوف اور علما کی طرح محدود خیال کے آدمی نہیں ہیں نئے خیالات سے آشنا ہیں کسی قدر فرنچ بھی جانتے ہیں فرانس کی سیر کی ہے۔ قومی ہمدردی کا مادہ ہے مسلمانوں کے تنزل سے سخت رنجیدہ ہیں اگر یہ مذاق ان ممالک کے عام علما میں پیدا ہو جائے تو قوم کی واقعی اصلاح ہو سکتی ہے۔ شیخ موصوف دمشق کے مدرسے میں مدرس ہیں اور صاحب تصانیف بھی ہیں اور ریاضی کے فن میں انکی بعض تصنیفات چھپکر شائع ہو چکی ہیں

بیروت گئے اور علما اور اہل کمال سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ یہاں عموماً عبدالباسط الانسی کی دکان پر بیٹھا کرتا تھا وہاں اکثر اہل علم اور ارباب مناصب آ نکلتے تھے اور اُن سے ملاقات و تعارف ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ شہر میں زیادہ چرچا ہوا تو بعض بعض حضرات میری قیامگاہ پر بھی تشریف لائے۔ انہیں میں شیخ عمر چلبی اور ایک صاحب جنکا نام اب یاد نہیں رہا۔ میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے تھے۔ شیخ عمر چلبی مشہور رسالہ الصدا کے مالک اور مہتمم ہیں اور نہایت فیاض اور خوش اخلاق ہیں۔ وہ مصر سے واپس جب طالب العلم ہیں مسئلت کی تحصیل کی غرض سے تشریف لاتے تھے میں نے تنگی وقت کا عذر کیا تاہم وہ اکثر تشریف لاتے تھے اور گھنٹوں باتیں کرتے رہتے تھے ایک دن مجھ سے پوچھا کہ زلزلہ کی نسبت آپکی کیا رائے ہے میں نے کہا کہ کتنا حسنات و سیئات ہو گئے۔ والحسنات یذھبن السیئات مجھکو انکا یہ لطیف جواب نہایت پسند آیا۔ ایک دن عبدالباسط الانسی نے میری دعوت کی اور بیروت کے اکثر مشہور علماء کو مدعو کیا۔ شیخ عبدالقادر جزائری جو الجزائر کا بادشاہ تھا اور ایک مدت تک فرانس کے ساتھ معرکہ آرا رہا اسکے بھتیجے شیخ عبدالرحمن الجزائری مدت سے یہاں رہتے ہیں اور سلطان کے یہاں سے وظیفہ پاتے ہیں وہ بھی تشریف رکھتے تھے نہایت معمر اور صاحب علم ہیں۔ عبدالباسط الانسی کے مکان میں چھوٹا سا پائیں باغ ہے سب لوگ وہاں بیٹھے فرش اور کرسیوں کی نشست تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ کھانے کے کمرے میں گئے کھانا انگریزی طریقے پر تھا یعنی میز اور کرسیاں تھیں۔ اور ایک کھانا ہو چکتا تھا تو دوسرا لایا جاتا تھا ایک ڈش کے بعد دوسری ڈش آتی تھی۔ میں نے شیخ طاہر مغربی سے کہا کہ ہندوستان میں ایسا اتفاق ہوتا تو مقدس بزرگوں کا فتوی لگایا جاتا۔ بولے کہ ان ممالک میں یہی مناسب ہے کیونکہ وہاں اسلامی حکومت نہیں رہی اسلئے رسم و رواج اور مذہبی تعصبات کا گروہ صحیح نہ ہوں تو قائم رکھنا ضروری ہے تاکہ یورپ کا عام اثر کم نہ ہونے پائے لیکن اسلامی ممالک میں ان فضول باتوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ صحبت دیر تک رہی اور بڑے لطف سے گذری کھانے بھی نہایت لذیذ اور خوشگوار تھے۔

چونکہ یہاں کی آب و ہوا مرطوب ہے میری طبیعت برابر بدمزہ رہی ایک دن بخار بھی ہو گیا عبدالباسط آفندی کے چچیرے بھائی عبدالرحمن الانسی یہاں کے مشہور ڈاکٹروں میں ہیں اور مصر کے میڈیکل کالج میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی ہے علاج کی غرض سے میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے نہایت مہربانی کی اور کہا کہ آپ جب فرمائینگے یہ تشریف لیجایا کریں گے تو دوا میں پہنچ جایا کرینگی چنانچہ دو گھنٹے کے بعد ایک آدمی دوا کی شیشی لیکر آیا اور کہا کہ اگر اس سے آرام نہ ہو تو ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دیجئے گا۔ دوا سریع الاثر ہونے کے ساتھ خوشمزہ بھی تھی۔ بخار اسی وقت جاتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ یورپ کے طرز پر تعلیم پائی ہے لیکن ابتدائی اسلامی حمیت کا اثر اسقدر باقی ہے کہ فیس درکنار دوا کی بھی قیمت لینی گوارا نہ کی۔

اس بخار نے بڑا ہرج یہ کیا کہ طرابلس کی سیر مختصر ہو جاتی رہی۔ اندنوں طرابلس کے بعض علما اتفاق سے وہاں آگئے تھے ایک صحبت میں ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان لوگوں نے نہایت اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ طرابلس چلو۔ طرابلس مشہور اسلامی شہر ہے اور بعض اسلامی [illegible] کے لحاظ سے بڑا یادگار مقام خیال کیا جاتا ہے۔ بیروت سے صرف دو دن کی راہ ہے۔ سواری وقت

تھا کہ میں وہاں جاکر جہاز کی روانگی تک واپس آجاتا میں نے ہر طرح تیاری بھی کرلی تھی لیکن عین وقت پر بخار آگیا اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اس سے زیادہ بد قسمتی یہ کہ احباب بھی ساتھ چھوڑ گئے شیخ علی طیبان جو کئی مہینے تک انہیں ہمارے ساتھ رہے تھے۔ حسن فہمی کی وجہ سے بیروت میں مقیم تھے۔ دمشق سے انکے والد صاحب کا خط آیا اور انکو مجبوراً جانا پڑا۔ رات کے آٹھ بجے روانگی کا وقت تھا۔ رخصت کے وقت گلے ملکر میرے شانوں کو بوسہ دیتے تھے رومال سے آنسو پونچھتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

تمتع من شمیم عرار نجد ۔ فما بعد العشیۃ من عرار

یعنی اب نجد کے عرار (ایک پھول کا نام ہے) کی خوشبو سے لطف اٹھانا ہو تو اٹھالو ورنہ آج کی رات کے بعد پھر عرار نصیب نہیں ہونیکا۔

رقص کا بیہودہ طریقہ

بیروت میں میں نے جس چیز کو ناپسند کیا وہ ایک مکان ہے جس کو ملہی کہتے ہیں یہ نہایت ناپسندیدہ اور مخرب اخلاق چیز ہے اور معلوم نہیں کہ ایک اسلامی حکومت نے اسکو کیونکر جائز رکھا ہے عین سڑک پر ایک عالیشان دو منزلہ مکان ہے اوپر کی منزل میں ایک وسیع کمرہ ہے جس میں ترتیب کے ساتھ بہت سی کرسیاں بچھی ہیں۔ صدر کی جانب ایک بلند مستطیل چبوترہ ہے بہت سی یورپین لیڈیاں اس پر بیٹھکر گاتی بجاتی ہیں ایک دور ختم ہوجاتا ہے تو لیڈیاں چبوترے سے اترکر کمرے میں ٹہلتی ہیں اور مشتاقانہ انداز کے ساتھ تماشائیوں کے پاس سے گزرتی ہیں جس کو منظور ہوتا ہے اشارہ سے انکو بلاتا ہے اور وہ بڑے ناز و انداز سے اسکے پہلو میں آکر بیٹھ جاتی ہیں نہایت بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ اختلاط شروع ہوتا ہے شراب کا دور چلتا ہے ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالکر ٹہلتے ہیں معاذ اللہ بوس و کنار رقص بے حیائی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

بیروت سے روانگی

بیروت میں میری طبیعت پوری بدمزہ تھی شیخ علی طیبان اور شیخ طاہر مغربی کے چلے جانے کے بعد اور بھی وحشت ہوئی لیکن جہاز کے انتظار میں چار و ناچار دو تین روز ٹھیرنا پڑا۔ ۵ صفر ۱۳۱۰ھ شام کو پانچ بجے بیروت سے روانہ ہوا شیخ عبدالباسط اور شیخ محمد جبلی بندرگاہ تک ساتھ آئے اور انہیں کے ذریعہ سے اسباب وغیرہ کے انتظام میں نہایت آسانی ہوئی دقت وہاں نہایت پیش آتی جہاز لنگر کرنے کے ساتھ ملاحوں اور قلیوں کا حملہ ہوا اور اسقدر شور و غل اور شور بپا ہوگئی کہ میرے سامنے اس پاس والے رومی نے میرا اسباب جو میرے پاس تھا مختصر سا تھا ہم آہستگی جمع کر کے لائے اور ایک ملاح کو جس قدر دیا ہاتھ لگا لیا کر چلتا ہوا۔ اور اپنی کشتی میں رکھ لیا میں حیران تھا کہ خود کہاں جاؤں آخر ایک شخص ایک کشتی میں بیٹھ گیا کرنا کہ یہ پہلو سمجھکر وہ کشتی کا انتظار کرنا پڑا جب پہنچا تو اسباب تھا پھر ملاح سے طے ہوا کہ مزدوری اور پیرا اسکے ساتھ اسباب کی مصیبت کا سامنا تھا یار ہزار خرابی سے جہاز پر پہنچا

یافہ جسکو انگریزی میں جافہ کہتے ہیں۔ نہایت قدیم شہر ہے، توریت میں اسکا ذکر ہے اور مورخ بلینی نے لکھا ہے کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھا۔ سنہ ۱۳ھ میں کہ حضرت عمر کی خلافت کا عہد تھا اسلام کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ شہر بیت المقدس کا اسٹیشن ہے یعنی یہیں سے بیت المقدس جاتے ہیں اسلئے ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے۔ شہر کا حصہ جسکو یورپین آبادی کہا جا سکتا ہے خوبصورت اور پرفضا ہے۔ میوہ جات یہاں کثرت سے ہوتے ہیں انار نہایت عمدہ ہوتا ہے اور بہت سستا آتا ہے۔ ایک بڑی خصوصیت اس شہر کی یہ ہے کہ شہر کے باہر باغوں کا ایک سلسلہ ہے اور متصل دو تین میل تک چلا گیا ہے۔ یہ بیت المقدس یہاں سے ۵۴ میل ہے۔ اب تو ریل جاری ہو گئی ہے لیکن اسوقت شکرم چلتی تھی۔ میں عصر کے قریب سوار ہوا۔ راہ میں بعض مشہور مقامات رملہ، تیمرن آئے لیکن رات کی وجہ سے میں کچھ دیکھ نہ سکا۔

صبح ہوتے ہوتے پہاڑوں کا سلسلہ نظر آیا جو برابر بلند ہوتا چلا گیا ہے۔ سڑک اگرچہ بڑے پیچ و پیچ سے چکر کھاتی ہوئی گئی ہے لیکن نہایت صاف اور ہموار ہے۔ پہاڑ کا دامن بالکل سرسبز اور شاداب ہے اور عجیب لطف و فضا کا مقام ہے۔ جا بجا عرب بدوؤں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں۔ مکانات اگرچہ تنگ و مختصر ہیں لیکن بالکل سفید پتھر کے ہیں۔ سبزہ زار میں یہ سپیدی نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ دس بارہ میل چلکر ختم ہوا۔ اور بیت المقدس کی آبادی نظر پڑی۔

بیت المقدس اور زاویہ ہندی

بیت المقدس پہاڑ پر آباد ہے۔ میں ایک ہفتہ یہاں رہا اور مسجد اقصیٰ اور قمامہ وغیرہ کی سیر کی۔ گاڑی سے اترکر میں سید عبدالرزاق آفندی کے مکان پر گیا۔ انھوں نے بے اعتنائی کی، یہ واقعہ کتاب کے خاتمہ میں تفصیل کیساتھ آئیگا۔ تو ہوٹل میں جانیکا قصد کیا۔ راہ میں ہندوں کا زاویہ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ یہاں کے لوگوں سے ملنا مفید ہوگا۔ چنانچہ زاویہ میں داخل ہوا تو پہلے شیخ زاویہ کا سامنا ہوا۔ یہ شیخ رامپور کے رہنے والے ہیں اور ایک مدت سے یہاں رہتے ہیں۔ بیچارے لکھے پڑھے نہیں، نہایت معقول اور منتظم آدمی ہیں۔ زاویہ کو نہایت خوش سلیقگی سے درست کیا ہے۔ ایک کمرہ جو ملاقاتیوں کے لیے مخصوص ہے معقول اور پر آراستہ ہے۔ [illegible] سلام علیک اور مزاج پرسی کے بعد باتوں باتوں میں جب انکو معلوم ہوا کہ میں ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا کہ آپکو یہاں کے مفتی صاحب اور دیگر اہل علم سے ملنا ہے وہ ہوٹل میں ٹھہرنا معیوب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ میں زاویہ ہی میں ٹھہرا لیکن زاویہ کا کھانا اس خیال سے نہیں کھاتا تھا کہ فقرا اور محتاجوں کے لیے مخصوص ہے۔

بیت المقدس۔ مسجد اقصیٰ۔ قمامہ

بیت المقدس کی ابتدائی تاریخ

بیت المقدس کسی خاص عمارت کا نام نہیں بلکہ شہر کا نام ہے، لیکن یہاں زیادہ تر قدس کہتے ہیں۔ یہ شہر اگرچہ حضرت داؤد و سلیمان کی نسبت سے شہرت رکھتا ہے اور گو اسکے وجود کی تاریخ انہی انبیا کے عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے پہلے [illegible] حضرت داؤد نے [illegible] سے چھینا اور اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اس عہد سے آج تک [illegible] تاریخ واقعات کا عالم گذر گیا [illegible]

اسلام ابتداءً مسلمانوں کا قبلہ تھا اور عیسائیوں کا آج بھی ہے۔

موجودہ حالت

موجودہ شہر کی آبادی پچاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نہیں۔ مکانات اور عمارتیں معمولی درجے کی ہیں سڑکیں بھی چنداں وسیع نہیں ہیں اور چونکہ اکثر جگہ مسقف بازار ہیں اسلئے زیادہ تنگی اور تاریکی ہے شہر کے گرد پتھر کی شہر پناہ ہے جو سلطان سلیمان اعظم نے ۱۵۴۲ء میں تیار کرائی تھی۔ یہ حالت قدیم شہر کی ہے لیکن جدید آبادی نہایت پرفضا اور پررونق ہے سڑک نہایت وسیع اور دونوں طرف عالیشان عمارتیں ہیں۔ بنگلے اور کوٹھیاں کثرت سے ہیں اور احاطے عموماً وسیع اور سبزہ و چمن بندی سے آراستہ ہیں تمام شہر کی زبان اور وضع و لباس عربی ہے قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی بہت سے ہوٹل ہیں اور تکیے ہیں ہر قوم اور ہر ملک کیلئے الگ الگ سرا ہے اور مسافروں کو کھانا اور قہوہ ملتا ہے۔ آب و ہوا نہایت عمدہ ہے ہم اگست کے آغاز میں یہاں پہنچے تھے تاہم دن کو گلابی جاڑا ہوتا تھا اور رات کو اچھی خاصی سردی پڑتی تھی۔

میوہ جات

میوے کثرت سے اور نہایت سستے اور لذیذ ہوتے ہیں اسوقت انگور کا آغاز تھا جس طرح ہمارے یہاں صبح کے وقت پیٹھے گاجریں وغیرہ ٹوکروں میں بھر بھر کر بازار میں لاتے ہیں اور دور تک ڈھیر لگ جاتا ہے بعینہٖ یہی حالت یہاں انگوروں کی ہے۔ میرا تمام دن یہ مشغلہ رہتا تھا کہ انگور کے دانے ٹونگا کرتا تھا۔

مسجد اقصیٰ

یہ وہ مبارک مسجد ہے جس کی بنا حضرت داؤد نے ڈالی اور حضرت سلیمان نے انجام کو پہنچایا مسجد کا احاطہ جسکو حرم کہتے ہیں نہایت وسیع ہے لیکن زیادہ تر ناہموار اور غیر مسطح ہے اور اکثر جگہ خودرو گھاس اور جھاڑیاں ہیں میں نے لوگوں سے اسکا سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ سلطان نے کئی دفعہ اسکی مرمت اور درستی کیلئے رقم کثیر بھیجی لیکن کارپردازوں اور مجاوروں نے اسکا بہت کم حصہ صرف کیا۔ طرہ یہ کہ میں نے خود مجاوروں سے پوچھا تو ایک صاحب نے فرمایا ہاں کچھ رقم مجاوروں کے تصرف میں بھی آتی ہے اور کیوں نہ آئے باورچی کھانا پکاتا ہے تو نمک خواہ مخواہ چکھ لیتا ہے۔

مسجد کی عمارت جسکا طول ۱۰۰۰ گز اور عرض ۶۰۰ گز ہے نہایت خوبصورت پرتکلف اور شاندار ہے چھت ستونوں پر ہے اور (۶۰۰) صرف سنگ رخام کے ستون ہیں۔ جابجا پچی کاری اور طلائی کام ہے یہ عمارت جسقدر ہے عبدالملک بن مروان کی بنوائی ہوئی ہے البتہ بنیادوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد کے عہد کی ہیں بائیں جانب عمارت اور کسی قدر فاصلہ پر ایک وسیع تہ خانہ ہے۔ دس بارہ سیڑھیاں اتر کر سطح زمین ملتی ہے۔ یہاں نہایت عالیشان محرابوں کی سات قطاریں ہیں۔ محرابوں کے ستون نہایت چوڑے اور بلند ہیں۔ مجاورین ان محرابوں کو حضرت سلیمان کے عہد کی تعمیر بتاتے ہیں اور اسقدر تو یقینی ہے کہ اسلام سے قبل کی ہیں۔

حرم مسجد میں اور بہت سے متبرک مقامات ہیں مثلاً قبۃ السلسلہ قبۃ المعراج قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکن سب میں زیادہ پرشان قبۃ الصخرہ ہے یہاں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جسکی نسبت عوام میں مشہور ہے کہ آسمان و زمین کے بیچ میں ہے

معلق ہی اور قیامت کے دن عرش مجید اُسی پر رکھا جاویگا اہل عرب اسکو صخرہ اور ہمارے ملک کے عوام معلق پتھر کہتی
ہیں اس میں شبہ نہیں کہ یہ پتھر نہایت قدیم زمانہ کا ہی اور ہر زمانہ میں اسکی نہایت عظمت کیگئی ہی عیسائیوں کا خیال
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسپر قدم رکھا تھا چنانچہ سلطان صلاح الدین کے عہد سے پہلے جب اس پر عیسائیوں
کا قبضہ ہو گیا تھا تو انھوں نے اپنے خیال کے موافق اس نشان پر سونے کا قبہ بنایا تھا۔ مسلمان بھی اسکی نہایت عزت
کرتے ہیں لیکن مجھکو معلوم نہیں کہ کسی صحیح حدیث میں بھی اسکی کوئی فضیلت مذکور ہے۔

بہر نوع قبہ کی صورت یہ ہی کہ ایک بلند چبوترہ ہے پر مثمن برج ہی جسکی بلندی کم از کم (۱۰۰) فٹ ہی چھت اور دیوار کہنا
پر نہایت عمدہ لاجوردی اور طلائی کام ہی اور باوجود یکہ مدتوں کا بنا ہوا ہی تاہم اسقدر روشنی دیتا ہے کہ نگاہ نہیں
ٹھہرتی۔ مختصر یہ کہ زیب و زینت کے لحاظ سے علامہ بشاری کا یہ دعوی چنداں بیجا نہیں کہ وہ تمام ممالک اسلامیہ
میں میں نے ایسی خوبصورت اور پرتکلف کوئی عمارت نہیں دیکھی۔ چند سیڑھیوں سے اُترکر غار میں داخل ہوتے
ہیں یہاں وہ مقدس پتھر رکھا ہوا ہی۔ غار اسقدر وسیع ہی کہ ساٹھ ستر آدمیوں کی بخوبی گنجائش ہی۔ صخرہ زمین سے دو
قد آدم بلند ہے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ اس سے پہلے وہ بالکل ہوا میں معلق تھا ممکن ہی کہ اُس زمانہ میں ایسا ہی ہو لیکن
موجودہ حالت یہ ہی کہ ایک مدور دیوار ہے اور صخرہ اُسپر اس طرح رکھا ہوا ہی کہ دیوار کی چھت بنگیا ہی۔ مجاورین کا
بیان ہی کہ صخرہ کو ہوا میں معلق دیکھکر لوگ اُسکے نیچے جاتے ہوئے ڈرتے تھے یہانتک کہ ایکدفعہ ایک عورت کا
اسقاط حمل ہو گیا یہ واقعہ شیخ محی الدین اکبر کے عہد میں ہوا تھا۔ شیخ موصوف نے اسکے گرد دیوار کھنچوا دی کہ ظاہر
معلق نہ معلوم ہو مجاورین یہ بھی کہتے ہیں کہ دیوار اسقدر ہی بنائی اور اندر سے کھوکھلی ہی کہ کسی طرح صخرہ کا بار نہیں
اُٹھا سکتی۔ چنانچہ ایک مجاور نے میرے سامنے دیوار کو انگلی سے کھٹکھٹایا اور کھن کھن آواز نکلی۔

یہ واقعہ صحیح ہو یا نہ ہو مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ مقام برکت کا انبیا کرام کا مسکن اور وحی والہام کا مہبط رہا ہے
اسلیے آیات اور تجلیات الٰہی کے جسقدر آثار یہاں موجود ہوں محل تعجب نہیں۔ بیت المقدس اور اُسکے قرب و جوار
میں اور بھی بہت سی زیارتگاہیں ہیں مثلاً بیت اللحم جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے۔ مقام خلیل جہاں
حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب و حضرت اسحق کی قبریں ہیں۔ وادی جہنم جہاں حضرت مریم مدفون ہیں۔ افسوس ہی
کہ بعض اتفاقات کی وجہ سے میں ان مقامات کی زیارت نہ کر سکا۔ مقام خلیل کیلیے جو بیت المقدس سے پندرہ
میل ہے میں نے دو تین روز برابر کوشش کی لیکن ان دنوں یہودیوں کا کوئی تہوار تھا اسلیے سواریاں
بالکل نا پید تھیں اور جو ملتی بھی تھیں تو چوگنے کرایہ پر ملتی تھیں۔

قمامہ

یہ وہی قیامت کا اعتصام ہی جس کے لیے ایک زمانہ میں تمام یورپ اُمنڈ آیا تھا اور مدتوں تک یہ طوفان برپا رہا تھا

عیسائیوں کا بڑا گرجا

یہ ایک نہایت وسیع گرجا ہے اور عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی مقام میں مصلوب
و مدفون ہوئے اور یہیں سے آسمان پر گئے اس مکان کا اہتمام و انتظام اگرچہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے لیکن
چونکہ ٹرکی کی حکومت میں واقع ہے اور چھ لاکھ اہل یورپ کے مقابلہ میں صلاح الدین کی معرکہ آرائیوں کی یادگار ہے
اسکا تالا یعنی کلید بردار مسلمان ہی ہے چنانچہ جب میں اس گرجا میں گیا تو اسی کی رہبری میں تمام مقامات کی سیر کی۔
مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر طرف بڑے بڑے رہبان اور قسیس نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت
میں مصروف ہیں۔ تو اب پہلے مجھکو اس مقام پر لیگیا جہاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق
آسمان پر گئے۔ یہ ایک مختصر سا حجرہ ہے صدر میں ایک چبوترہ ہے جسپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مورت ہے تمام بدن نظر
صورتیں کھینچی ہوئی ہیں صورت سے کسی قسم کے تقدس اور شان نبوت کا اظہار نہیں ہوتا جب اس حجرہ میں گیا
تو شمع روشن تھی اور ایک بڑا متین پادری انجیل پڑھ کر ٹکٹکی باندھے مراقبہ میں مصروف تھا مراقبہ سے فارغ ہو چکا
تو مجاور نے اسکے سر پر تھوڑا سا پانی چھڑکا جسکو اس نے بڑے ادب اور خشوع سے اپنے چہرہ اور داڑھی پر مل لیا۔
صلیب جسکی عیسائی پرستش کرتے ہیں وہ بڑی شان و شوکت کی ہے لیکن اسکو دیکھکر عیسائیوں کی سادگی پر سخت افسوس آتا ہے
ایک بانس کی لمبی چھڑی ہے جس پر سبز رنگ کا کپڑا لپٹا ہے اور صلیب گڑی ہے جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویریں لٹکائی
گئی لٹکی ہیں۔ پاؤں کا اوپر کا حصہ لکڑی پر رکھکر اسطرح پیچ ٹھونکدی ہے کہ پاؤں کو توڑ کر لکڑی میں نکل گئی ہے۔ اسی کے قریب
ایک عورت حضرت مریم کی نہایت خوشنما رنگین لکڑی کی ہے حضرت مریم کا مجسمہ یعنی اسٹیچو نہایت شاندار ہے سونے کی مورت اور لباس کے
ساتھ بنائی گئی ہے لباس پشواز کے مشابہ ہے اس مقام پر بڑے بڑے رہبان اور قسیسوں کا مجمع تھا (راہب عابد ہیں) بڑی
خضوع و خشوع سے صلیب کیطرف ٹکٹکی باندھے ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔ یہ نہیں خیال آتا کیا ہی عجیب چیز ہیں۔

علما اور فضلا کی ملاقات اور بعض دیگر حالات

بیت المقدس کے مشہور اور نامور عالم سید طاہر رئیس ہیں جو مفتی شہر بھی ہیں اور مفتی ہی کے نام سے مشہور ہیں چونکہ قسطنطنیہ
میں مجھ سے انکی تعریف ہو چکی تھی اسلئے بیت المقدس پہنچکر سب سے پہلے انہیں کی ملاقات کا قصد کیا جب انکے گھر
میں داخل ہوا مفتی صاحب اور تمام حاضرین تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے یہ یہاں کا عام طریقہ ہے اور ہر شخص کیلئے اٹھا جاتا ہے،
مزاج پرسی اور مختصر حالات پوچھنے کے بعد ایک صاحب نے فرمایا لعلک حضرتکم من العلماء یعنی غالباً آپ علما میں سے
ہیں میں نے کہا کہ لا ولکن من طلاب العلم یعنی عالم تو نہیں البتہ طالب علم ہوں ۔ وہ پہلے سے ایک علمی مسئلہ کے
متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میرے پہنچنے کی وجہ سے انکی صحبت برہم ہو گئی تھی جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں بھی
کچھ پڑھا لکھا ہوں تو ایک صاحب نے نہایت تہذیب اور مؤدبانہ لہجہ سے کہا کہ ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو
کر رہے تھے اگر آپ پسند فرمائیں تو وہ مسئلہ آپکے سامنے بھی پیش کیا جاوے تاکہ ان کے خاص الفاظ یہ تھے

یا حضرۃ الشیخ قد کنا قبل ذالک فی بحث فلو اجبتم عرضنا علیکم غرض انہوں نے وہ مسئلہ بیان کیا اور وہ یہ تھا کہ در قرآن مجید کی اس آیت میں کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ خدا نے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے یہ واقعہ نہیں دیکھا حالانکہ یہ واقعہ آنحضرتؐ کی ولادت سے سینکڑوں برس پہلے واقع ہوا تھا میں نے کہا کہ رویت کا اطلاق علم یقینی پر بھی ہوتا ہے خود قرآن مجید میں ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل عرب کے جاہلیت کے اشعار میں بھی یہ اطلاق جا بجا موجود ہے ایک صاحب نے میری تقریر پر اعتراض کرنا چاہا لیکن مفتی صاحب نے کہا یہ جواب بالکل صحیح ہے اور اسمیں جائے گفتگو نہیں میں جب تک بیت المقدس رہا قریبًا ہر روز اس پر لطف صحبت میں شریک ہوتا رہا۔

مفتی صاحب القدس نہایت اخلاق کی مجسم تصویر ہیں۔ اور اسی کا اثر ہے کہ تمام شہر انکی نہایت عزت کرتا ہے ان کی تنخواہ کل تین سو قرش ہے یعنی تین پچیس روپیہ لیکن شہر میں جو ان کا اثر ہے وہ حاکم شہر کا بھی نہیں بڑی خوبی یہ ہے کہ اگرچہ پرانے زمانے کے آدمی ہیں اور نہایت مقدس ہیں تاہم آزاد خیال ہیں اور مذاق حال سے آشنا ہیں۔

لطیفہ ان ممالک میں علما کو عمامہ یا ٹوپی پر ایک سفید رومال جسکو لفہ کہتے ہیں لپیٹنا ضروری امر ہے میں جس دن حمام کی سیر کو گیا میرے سر پر صرف ٹوپی تھی عمامہ نہ تھا راہ میں جا رہا تھا کہ ایک صاحب نے جو روشناس ہو گئے تھے دیکھ لیا۔ اور مفتی صاحب کے جلسہ میں اس کا تذکرہ کیا چونکہ وہاں کی رسم کے موافق یہ بالکل نئی بات تھی لوگوں میں اس کے چرچے ہونے یہاں تک کہ دوسرے دن جب میں مفتی صاحب کے دربار میں گیا تو ایک صاحب نے بڑے تعجب اور حیرت سے پوچھا کہ سمعنا ان حضرۃ الشیخ خرج من غیر لفۃ یعنی ہم نے سنا کہ جناب والا عمامہ و لفہ کے بغیر بازار میں نکلے۔ میں نے کہا در اصل میں حمام کے لئے گیا تھا اور ایسے مقامات کیلئے عالمانہ لباس موزوں نہیں ہے سب بول اٹھے کہ واللہ قد اصبتم یعنی آپ نے بالکل بجا کیا۔

ایک دن میں بخارا والوں کے زاویہ میں گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی دن بخارا کے چند معزز رئیس اور معزز لوگ حج سے پھر کر بیت المقدس کی زیارت کو آئے تھے۔ شیخ زاویہ نے مجھکو ان لوگوں سے ملایا صورت اور وضع سے دولتمند اور محترم اور ثروت معلوم ہوتے تھے بعض صاحب علم اور فقیہ تھے چونکہ یہ لوگ روس کی حکومت میں رہتے ہیں میں ان سے روسی گورنمنٹ کے متعلق گفتگو کرتا رہا بہت شکایت کرتے تھے اور زیادہ تر اسبات کے شاکی تھے کہ مسلمان بجبر فوج میں داخل کیے جاتے ہیں اور کسی اسلامی حکومت سے جنگ پیش آتی ہے تو مسلمانوں کو اپنے ہی ہم مذہبوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

بیت المقدس سے روانگی

بیت المقدس سے روانہ ہو کر یافہ میں آیا اور وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر تیسرے دن اسکندریہ پہنچا۔

جہاز کا لنگر کرتا تھا کہ قلیوں اور ملاحوں کی مصیبت کا سامنا ہوا۔ یہ آفت یوں تو ہر جگہ ہے لیکن اسکندریہ کو اس خصوصیت میں تمام مقامات پر ترجیح ہے بہزار خرابی کنارے پہونچا وہاں قلیوں کا ہجوم تھا اور ایک ایک مسافر پر چار چار گرے پڑتے تھے ایک قلی نے زبردستی میرا اسباب اٹھا لیا مجبوراً میں اس کے ساتھ ہو لیا اسکندریہ نہایت قدیم زمانہ کی یادگار ہے - اور اس لحاظ سے اس کی سیر ضروری تھی لیکن مجھکو قاہرہ چلنے کی جلدی تھی اسلیئے میں نے اسی وقت گاڑی کرایہ کی اور اسٹیشن پہونچا لطف یہ ہے کہ قلی صاحب بھی گاڑی پر بیٹھ لیے اور میرے پہلو میں بیٹھے میری کیا مجال تھی کہ اُن کی اس جسارت پر معترض ہوتا۔

دریا کے کنارے سے اسٹیشن تک شہر کا جو حصہ نظر سے گذرا نہایت آباد اور بارونق تھا سڑکیں وسیع اور دونوں طرف نہایت بلند مکانات اور دوکانیں تھیں اسٹیشن پہونچکر معلوم ہوا کہ ابھی دو تین گھنٹہ کی دیر ہے میں نے کہا لاؤ جبتک ادھر اُدھر پھر آؤں پاس ہی ایک جامع مسجد تھی وہاں گیا نہایت شاندار اور خوبصورت ہے وضو کرنے کا حوض وسیع اور خوشنما ہے۔ گرد استنجا خانے اور پاخانے ہیں لیکن صفائی کا اس قدر اہتمام ہے کہ بو اور رائحہ کا نام تک نہیں ہے۔

دس بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ یہاں کی گاڑیوں میں بجائے بنچوں کے آہنی کرسیاں ہوتی ہیں اور دو دو اس طرح ساتھ جڑی ہوتی ہیں کہ دونوں کی پشت ملی ہوتی ہے ہر درجے میں آٹھ آدمیوں کی نشست ہوتی ہے چار ایک طرف چار ایک طرف سونیکی کوئی تدبیر نہیں رفع حاجت کا بھی کوئی بندوبست نہیں دریافت سے معلوم ہوا کہ یورپ میں بھی اسی قسم کی گاڑیاں ہیں۔ البتہ ایک نئی بات ہے اور آرام سے خالی نہیں وہ یہ کہ گاڑی ہی میں خوانچے والے جو بسکٹ ڈبل روٹی پنیر اور میوے بیچتے ہیں ہر وقت موجود رہتے ہیں اور چونکہ تمام گاڑیوں میں اس سرے سے اس سرے تک آمد و رفت ہو سکتی ہے خوانچہ والا ہر وقت پھرتا رہتا ہے اور تمام گاڑیوں میں پھر کر لگاتا ہے۔

سید صاحب نے اپنے سفرنامے میں یہاں کی ریل کے کارخانے - سٹرک اسٹیشن - اہلکاروں غرض ہر ایک چیز کی نسبت بے سلیقگی اور میلے پن کی سخت شکایت کی ہے اسوقت شاید یہی حالت ہوگی لیکن اب یہ شکایت نہیں ہو سکتی میں نے اسکندریہ سے قاہرہ اور قاہرہ سے اسمعیلیہ تک ریل میں سفر کیا میرے نزدیک کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی۔

اس سفر میں جس قدر حصہ مصر کا میری نظر سے گزرا عجب سرسبز و شاداب تھا جہانتک نگاہ جاتی تھی نہایت سرسبز کھیتیاں نظر آتی تھیں۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک جس قسم کی عمدہ پیداوار نظر آئی میں نے ہندوستان میں پچاس ایکڑ زمین بھی ایسی نہیں دیکھی۔ ریل شام کے قریب قاہرہ پہونچی اور میں نے جامع ازہر کے قریب ایک لوکانڈا (ہوٹل) میں قیام کیا۔

بیروت میں عبدالباسط آفندی نے مجھکو ایک خط دیا تھا کہ قاہرہ پہنچکر شیخ عبدالحلیم کے پاس بھجوا دینا۔ شیخ عبدالحلیم۔ عبدالباسط آفندی کے چچیرے بھائی ہیں اور جامع ازہر میں پڑھتے ہیں میں نے وہ خط

آن کے پاس بھجوا دیا۔ وہ دوسرے دن ہوٹل میں تشریف لائے اور کہا کہ اگر آپ کو یہاں کے علمی حالات دریافت کرنے ہیں اور علما اور شیوخ سے ملنا ہے تو ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب نہیں یہاں علما اس کو بہت معیوب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی ہدایت کے موافق جامع ازہر میں گیا اور انہوں نے رواق الشامیین میں ایک پر فضا حجرہ میرے لیے خالی کرا دیا۔ ایک مہینے سے زیادہ میں یہاں مقیم رہا۔ شیخ عبد الحکیم قریباً ہر وقت میرے پاس رہتے تھے اور میری تمام ضرورتوں کو انجام دیتے تھے وہ میرے [illegible] اور اگر کسی [illegible] نہ ہو تو نوکر اور خادم بھی مجھے اور نوکر بھی بے تنخواہ اور [illegible] تھا۔

قاہرہ کا اجمالی حال

یہ شہر مصر کا دار السلطنت ہے بلکہ حال کے محاورہ میں مصر کا لفظ جب استعمال کیا جاتا ہے تو یہی شہر مراد ہوتا ہے جوہر سپہ سالار فاطمیین نے ۳۵۸ھ میں اس کو آباد کیا تھا اور اس وقت سے آج تک اس کو برابر افزوں ترقی ہے موجودہ مردم شماری ۳۷۴۸۳۸ سے متجاوز ہے۔ مسجدیں اور مکانات عموماً بلند اور خوش قطع ہیں۔ یہ جب اس کے وسیع اور پر رونق بازاروں میں سیر کرتا پھرتا تو [illegible] کا دھوکا ہوتا تھا۔ قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہیں اور بڑی [illegible] اور آرام کی چیزیں ہیں۔ لباس اور وضع یہاں کی [illegible] عوام [illegible] جس کا چاک کھلا رہتا ہے۔ پائجامہ [illegible] بالکل [illegible] اور [illegible] کمر [illegible] تعلیم یافتہ [illegible] کا استعمال [illegible] روز بروز زیادہ مقبول ہوتا جاتا ہے [illegible] اور لباس [illegible] کہ اس سے زیادہ قیاس میں نہیں آ سکتا۔ عام عورتیں تو [illegible] لیکن دولتمند اور [illegible] کی بیگمات [illegible] لباس بالکل یورپین ہوتا ہے وہ بھی ایک [illegible] ناک کی جڑ سے سینے تک ایک سیاہ ریشمی [illegible] کی طرح لٹکتی رہتی ہے۔ اس ریشمی [illegible] کے لٹکانے کیلئے سونے یا پیتل کی ایک نلکی ہوتی ہے جو پیشانی پر لٹکتی ہے اور یہ بھی بطور زیور کے استعمال کی جاتی ہے۔

عام آدمیوں کے اخلاق [illegible] معمولی سے معمولی [illegible] حضرت امام حسین علیہ السلام [illegible] شیخ عبد القادر جیلانی کا [illegible] قوم کے لحاظ سے [illegible] مضمحل اور [illegible] کام کر سکوں گا اور اسی وجہ سے [illegible] زیادہ [illegible] کام کرتا [illegible] رہتا تھا۔

مصر میں تعلیم کی حالت

ممالک اسلامیہ میں جو مقامات آجکل تعلیم کے مرکز خیال کئے جاتے ہیں قسطنطنیہ اور قاہرہ ہیں اسی لحاظ سے میں نے ان دونوں مقاموں کی تعلیمی حالت دریافت کرنے میں بہت کوشش کی قسطنطنیہ کی طرح یہاں سررشتہ تعلیم کے عہدہ داروں سے ملا۔ سالانہ رپورٹیں پڑھیں۔ متعدد کالجوں کے پروگرام دیکھے۔ بڑے کالجوں میں خود جاکر اساتذہ کا طریق درس دیکھا۔ ان تحقیقات سے جو باتیں معلوم ہوئیں انکو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اس موقع پر یہ کہنا بھی ضرور ہے کہ اگرچہ قسطنطنیہ میں تعلیم کو جو وسعت اور ترقی حاصل ہے مصر اور قاہرہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں تاہم مصر کو اس بات میں ترجیح حاصل ہے کہ یہاں سررشتہ تعلیم کے کاغذات جو عام طور پر شائع ہوتے ہیں زیادہ صحیح اور مفصل ہیں اور اس لئے میں قسطنطنیہ کی بہ نسبت یہاں کی تعلیمی حالت زیادہ صحت اور تحقیق کے ساتھ لکھ سکونگا۔

قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی تعلیم کے دو طریقے ہیں قدیم و جدید یہ دونوں طریقے بالکل مختلف ہیں اور اس اختلاف نے دونوں کو نہایت سخت نقصان پہنچایا ہے۔ قدیم تعلیم جو ہزار برس پیشتر کی تعلیم کا بگڑا ہوا خاکہ ہے ملک کی آب و ہوا میں سرایت کر گئی اور چونکہ وہ مذہب کے پیرایہ میں ہے سلطنت کا اثر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسی کا نتیجہ ہے کہ مصر میں اگرچہ ایک مدت سے جدید تعلیم کی بنیاد پڑ چکی ہے اور خود گورنمنٹ نے اسکو خاص اپنے سایہ عاطفت میں لیا ہے۔ بلکہ مفت لڑکوں کو وظیفہ دیا جاتا ہے اور فیصدی اس سے کچھ زیادہ نہیں لیا جاتا۔ تمام بڑے بڑے عہدے صرف نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو ملتے ہیں یہ سب کچھ ہے تاہم وسعت تعلیم کا یہ حال ہے کہ شہر و اطراف کے تمام چھوٹے چھوٹے اسکولوں اور کالجوں کو ملاکر طالب علموں کی تعداد دس ہزار بھی نہیں ہے حالانکہ قدیم طریقہ تعلیم کا صرف ایک مدرسہ جامع ازہر میں دس ہزار سے زائد ہیں اسقدر ضرور ہے کہ جدید تعلیم کا ہر قدم آگے ہے اور قدیم طریقہ کا روز بروز گھٹتا جاتا ہے سرکاری مدرسوں میں ہر قسم کے طلبا کی تعداد جو ہر سال بڑھتی رہتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۸۸۶ء میں یورپ والوں کی تعداد فیصدی ۴۸ تھی اور ۱۸۸۸ء میں ۵۴ ہوگئی اسی طرح تجہیز پورڈ ۱۸۸۶ء میں ۱۱ فیصدی تھے اور ۱۸۸۸ء میں ۱۴ ہوگئے۔ ہم اس موقع پر ایک اجمالی نقشہ دیتے ہیں جو ۱۸۸۹ء کی رپورٹ سے مرتب کیا گیا ہے اور جس سے تمام اسکولوں اور کالجوں کی تفصیل انکے سالانہ مصارف طالب علموں کی تعداد اور دیگر حالات معلوم ہونگے۔

نام مدرسہ	مصارف سالانہ ۱۸۸۹ء	تعداد طالب علم ۱۸۸۹ء	تعداد مدرسین	سنہ اجرا	مدت تعلیم	[illegible]	کیفیت
مدرسۃ الطب	۸۳۱۴ پونڈ	۱۶۲	۶۹	سال اجرا ۱۸۲۷ء	۴ سال	۲۲	پونڈ ملا ادہم سبندرہ

مدرسۃ الولادۃ	۸۱۶	۱۱	۰	۰	۱۱	۰	روپیہ کا ہوتا ہے
مہندس خانہ	۴۱۴۰	۳۳	۶	۱۵ پونڈ	۱۲	۱۸	
مدرسۃ الحقوق یعنی قانون کا مدرسہ	۴۱۴۴	۶۲	۲۶	۱۵ //	۱۵	۱۱	
دارالعلوم	۱۵۲۶	۳۱	۰	۰	۱	۳۵	میں نے جب اس
مدرسۃ الترجمہ	۱۴۳۵	۳۰	۳	۶ //	۲۳	۲	کالج کو دیکھا تو ۴۵
مدرسۃ الصنائع	۷۸۱۹	۲۷۰	۱۲	۲ //	۲۲۰	۰	طالب علم تھے
التوفیقیہ	۶۴۱۵	۲۸۸	داخلیہ ۲۵ خارجیہ ۲۱	۲۰/۱۸	۳	۱۵	داخلیہ سے بورڈر
الخدیویہ	۷۷۵۴	۳۴۰	داخلیہ ۹۵ خارجیہ ۴۰	۱۴/۸	۱۸۵	۰	خارجیہ سے غیر بورڈر
[illegible]	۶۲۸۴	۳۵۸	داخلیہ ۹۵ خارجیہ ۸۱	۱۴/۶	۱۱۸	۰	مراد ہیں۔
اسکندریہ	۱۲۶۸	۲۱۴	۱۰۹	۱	۶۶	۰	
المنصورہ	۱۲۹۴	۱۴۳	۸۰	۱	۷۱	۰	

پرائیوٹ اسکول

ان سرکاری مدرسوں کے سوا پرائیوٹ اسکول ہیں جن کا طریقۂ تعلیم اور کورس بالکل سرکاری مدرسوں کے مطابق ہے اور امتحانات وغیرہ بھی سررشتۂ تعلیم کی نگرانی میں ہوتے ہیں سنہ ۱۸۹۰ء میں ان اسکولوں کا خرچ سالانہ ۱۱۳۳۱ پونڈ تھا جو کم و بیش ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے برابر ہے طالب العلموں کی تعداد سنہ ۱۸۹۰ء میں ۲۲۳۲۲ تھی۔

طلبا کی تعداد

مدارس اور طالب العلموں کی تعداد ہر سال ترقی کرتی تھی چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء میں پرائیوٹ اسکولوں کی تعداد ۲۰ سے ۱۲۰ ہوگئی جن میں دس ہزار تیرہ سو طالب العلم تعلیم پاتے ہیں اسی طرح اس سنہ میں سرکاری مدارس کے طالب العلموں کی تعداد ۱۶۳۴۷ اور فیس کی آمدنی ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہوگئی ہے مصر کی اصطلاح میں تعلیم کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔

ابتدائی جس میں چار صفیں ہیں اور اس کی کل خواندگی ہمارے یہاں کے مڈل کلاس کے برابر ہے تجہیزی ابتدائی کے بعد شروع ہوتی ہے اس میں پانچ کلاسیں ہیں اور اسکی خواندگی ہمارے یہاں کے انٹرنس کے برابر ہے خصوصی یعنی لا کلاس اور دارالعلوم وغیرہ۔

مدارس تجہیزیہ میں فرنچ یا انگریزی کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور سنہ ۱۸۸۹ء سے یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ ان مدرسوں
ملک خدیو حال کو تعلیم کی ترقی کا نہایت خیال ہے چنانچہ سنہ حال یعنی سنہ ۱۸۹۴ء کے اس اجلاس میں جس میں سلطنت کا بجٹ پیش ہوا تھا خدیو موصوف نے خاص تعلیمات کے صیغہ کے متعلق جو گفتگو کی اس کے الفاظ یہ ہیں کہ سررشتۂ تعلیم کی وسعت اور ترقی کی نہایت ضرورت ہے چنانچہ میں نے اس سال رقم سابق پر بارہ ہزار پونڈ (تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ) کا اضافہ منظور کیا تعلیم کی طرف لوگوں کا میلان روز بروز بڑھتا جاتا ہے اس سال بہ نسبت اور سالوں کے [illegible] سو لڑکے کالجوں اور اسکولوں میں زیادہ داخل ہوئے [illegible] مدرسے جو بند ہو گئے تھے میں نے دوبارہ ان کے جاری ہونے کا حکم دیا

میں تاریخ، جغرافیہ، علوم طبیعیہ لازمی طور پر فرنچ یا انگریزی زبان میں پڑھائی جائیں ان زبانوں کی ترقی کیلئے سررشتہ تعلیم نے یہ حکم جاری کیا کہ ان کی تعلیم صرف یورپین پروفیسروں کے ذریعے سے دلائی جائے اس سے پہلے چونکہ فرنچ زبان کا اثر زیادہ تھا اس لیے فرنچ پڑھنے والے طلبا کی تعداد زیادہ تھی چنانچہ ۱۸۸۹ء میں ان کی تعداد ۲۵۰۰ تھی اور انگریزی خواں صرف آٹھ سو تھے لیکن اب انگریزی خوان کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے اور فرنچ پڑھنے والوں کی تعداد قریبا وہی ہے جو ۱۸۸۹ء میں تھی۔ اب ہم بڑے بڑے کالجوں اور بعض اسکولوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں۔

دار العلوم

مصر اور نہ صرف مصر بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں جو کالج مجھکو سب سے زیادہ پسند آیا اور جس کو میں نے مسلمانوں کے درد کیلئے کافی سمجھا وہ یہی کالج ہے اور میرا ہمیشہ یہ خیال ہے اور میں نہایت مضبوطی سے اس پر قائم ہوں کہ مسلمان مغربی علوم میں گو ترقی کے کسی زینہ تک پہونچ جائیں لیکن جب تک ان میں مشرقی تعلیم کا اثر نہ ہو ان کی ترقی مسلمانوں کی ترقی نہیں کہی جا سکتی بے شبہ مشرقی تعلیم موجودہ اسکیم پر وہ نہایت ابتر اور سخت ضروری ہے لیکن اسی تعلیم میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو مسلمانوں کی قومیت کی روح ہیں اور جس تعلیم میں اس روحانیت کا مطلق اثر نہ ہو وہ مسلمانوں کے مذہب، قومیت، تاریخ کسی چیز کو بھی زندہ نہیں رکھ سکتی۔

جس مصیبت کا ہندوستان میں رونا ہے وہی قسطنطنیہ، بیروت اور مصر میں بھی موجود ہے یعنی نئی تعلیم میں قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے اور پرانی تعلیم اس قابل نہیں کہ دنیا کی موجودہ ضرورتوں کا ساتھ دے سکے صرف ایک یہ دار العلوم موجود ہے جو دونوں فائدوں کو ملانا چاہتا ہے اگرچہ افسوس ہے کہ ابھی پورا کامیاب نہیں ہوا اس کالج کا اول جو خیال آیا وہ علی پاشا مبارک مصر کا ر[illegible] شخص ہے جس نے خود مشرقی اور مغربی تعلیم دونوں حاصل کی ہیں اور یورپ کی متعدد زبانیں جانتا ہے وہ کئی دفعہ مصر کی سررشتہ تعلیم کا افسر رہ چکا ہے اسکی تاریخ تصنیفات تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نہایت مفید ہیں انہی جامع ازہر کی طرز تعلیم کی بھی اصلاح کرنی چاہی تھی لیکن ازہر کے شیوخ راضی نہ ہوتے تھے آخر اسکے بعد اس کالج کی بنیاد ڈالی اول اول اس کالج کا ظاہری مقصد یہ قرار دیا گیا کہ اسکے تعلیم یافتہ دار السرکار کی مدرسوں کے لیے انتخاب کئے جائیں لیکن ۱۸۹۵ء میں گورنمنٹ کی اجازت کے مطابق سررشتہ تعلیم نے یہ بات منظور کی کہ اسکے تعلیم یافتہ شیخ اور قاضی مفتی مقرر ہو سکیں اس کے ساتھ کورس میں اور متعدد علوم اضافہ کیے گئے اور آج کل جس کا پرنسپل جامع ازہر کا شیخ الشیوخ تھا اس کے کورس کیلئے کتابیں منتخب کیں۔ اس کالج میں داخل ہونے کی ضروری شرط یہ ہے کہ طالب علم مشرقی علوم میں سے نحو، صرف، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، حدیث میں مناسب استعداد رکھتا ہو۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰۲) علی پاشا کی وہ یادداشت جس میں انہوں نے پانسو ابتدائی مکتبوں کا دیہاتوں میں کھولا جانا تجویز کیا تھا میں نے اسکی طرف توجہ مائل کی ہے اور میں اس تجویز کو بالکل پورا کرنا چاہتا ہوں بہرحال آئندہ لوگ تعلیم کی طرف سے مطمئن ہیں [illegible] بہت قوی ہوگا

تعلیم کی مدت کل چار برس ہے اور جو علوم پڑھائے جاتے ہیں اور جس طرح ہر ہفتہ میں اُن کے درس مقرر کیے گئے ہیں اُن کی تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

علوم جو پڑھائے جاتے ہیں	پہلا سال	دوسرا سال	تیسرا سال	چوتھا سال
فصول	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق
تفسیر	۰	۰	۳	۲
تاریخ ملکی	۳	۲	۰	۰
علوم بلاغت	۳	۲	۰	۰
اصول فقہ	۰	۰	۲	۳
حکمت طبعیہ	۱	۰	۰	۰
جبر و مقابلہ و حساب	۴	۴	۴	۴
جغرافیہ	۲	۲	۲	۲
تاریخ عمومی	۱	۱	۱	۱
فن انشاے عربی	۳	۳	۴	۴
مطالعہ خطوط	۴	۴	۳	۴
تصویر کشی	۱	۱	۰	۰
ادبیات لغت عربیہ	۰	۰	۳	۳
قصص قرآنی	۰	۰	۱	۱
طبیعات و کیمیا	۰	۰	۲	۲
حدیث و علم کلام ـ مشرقی	۰	۲	۱	۰
نحو و صرف و رسم خط و عروض و قوافی	۳	۲	۰	۰

چونکہ اس کالج میں صرف وہی طلبا داخل ہو سکتے ہیں جو علوم عربیہ اور فقہ و حدیث سے واقف ہوں اور اس قسم کے طلبا وہی ہو سکتے ہیں جنھوں نے قدیم طریقہ پر تعلیم پائی ہو اس لیے اس کالج میں طالب علموں کی تعداد بہت کم ہے اگرچہ مصر میں تعلیم اسی لحاظ سے اس کالج میں کچھ فیس نہیں مقرر کی بلکہ بجائے اس کے ہر طالب علم پندرہ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے ایک وقت کھانا بھی کالج ہی سے ملتا ہے طالب علموں کے لیے جو لباس مقرر کیا گیا ہے وہ وہی قدیم عمامہ اور جبہ لباس ہے جو لگ پہلے سے تعلیم پا کر نکلتے ہیں

اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں یہ سب کچھ ہے لیکن جن لوگوں کو پرانی تعلیم نے ایک دفعہ بھی چھو لیا تمام عمر کے لیے اُن کو علوم جدیدہ سے وحشت ہو جاتی ہے حالانکہ یہ علوم عربی زبان ہی میں تعلیم دیئے جاتے ہیں میں نے جب اس کالج کو دیکھا تو اس میں ۴۵ طالب علم تھے جن میں سے اکثر جامع ازہر کے تعلیم یافتہ تھے۔

درس کا طریقہ بھی یہاں خاص ہے اُستاد مثلاً اگر کسی کے ہاتھ میں کتاب نہیں ہوتی اُستاد زبانی لکچر دیتا ہے اور اس وسعت اور فصاحت سے تقریر کرتا ہے کہ خود دل پر نقش ہو جاتی ہے اسی لحاظ سے مصر کے نہایت نامور علما اس کی پروفیسری کے لیے انتخاب کیے گئے ہیں مثلاً شیخ حمزہ فتح اللہ پروفیسر ادب شیخ حسن الطویل معلم الحدیث۔ ڈاکٹر عثمان بک پروفیسر تاریخ طبعی یہ سب مصر کے مشہور علماء ہیں اور اُن کی تصنیفیں نہایت قدر کے قابل خیال کی جاتی ہیں۔ مصر میں آج جو لوگ عربی کے نامور انشا پرداز ہیں اکثر یہیں کالج سے تعلیم یافتہ ہیں ادب کا جو کورس مقرر کیا گیا ہے وہ کوئی خاص کتاب یا چند کتابوں کا انتخاب نہیں ہے بلکہ عربی لٹریچر کے وہ تمام نادر حصے جن کو فن ادب کی جان کہنا چاہیئے۔ اسی طرح تفسیر میں صرف اُن آیتوں کا درس ہوتا ہے جو بلحاظ بلاغت یا اخلاق یا مسائل کلام زیادہ اہم بالشان ہیں چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء میں جو نصاب تعلیم مقرر کیا گیا اُس میں ان تمام مقامات کی تفصیل کر دی گئی ہے اور وہ سرکاری مطبع میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے۔

ادب اور فقہ کے درس میں میں خود بھی شریک ہوا تھا۔ دونوں پروفیسروں نے جس فصاحت اور خوبی سے تقریر کی اب تک میرے دل میں نقش ہے کاش ہمارے یہاں کے علما بھی اس طریقہ کی تقلید کرتے۔ طالب علموں کی استعداد کا حال اس سے ظاہر ہو گا کہ جس وقت ہم کالج کی سیر کر رہے تھے احمد بک تعلیم نے جو کالج کے سکرٹری ہیں ایک طالب العلم کو جس کا نام احمد فوزی تھا بلایا اور اُس سے کہا کہ قلم دوات لیکر بیٹھ جاؤ اور اسی وقت ان کی شان میں (میری طرف اشارہ کر کے) کچھ اشعار لکھو وہ سامنے ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور یہ اشعار لکھ کر سنائے۔

محمد انت شبلی المعالی   لقد فقت الوری وعلوت قدرا
وقد اولیتنا شرفا وفضلا   بتشریفک زیارة ارض مصرا
فلا زلنا نراک بکل انس   تزید لنا فضلا و نزید شکرا

اگرچہ شبلی المعالی کی ترکیب بے جوڑ ہے اور وہ مصرع کے شعر میں اقوا رہ گئے تاہم خوبی زبان و برجستگی ادا کے لحاظ سے میں نے بہت داد دی۔

مدرسۂ حقوق

داخلہ کی شرائط

اس کالج میں قانون کی تعلیم ہوتی ہے اور یہاں کے سند یافتہ سول سروس عہدوں پر مامور ہوتے ہیں۔ اس کالج میں داخل ہونے کی ضروری شرطیں یہ ہیں کہ طالب علم کی عمر ۱۶ سال سے زیادہ ہو، تجہیزی تعلیم (ماٹریکولیشن کلاس) کی سند رکھتا ہو، چال چلن اچھا ہو، بچپن میں چیچک کا ٹیکا لگوا چکا ہو، تندرستی اچھی ہو۔ داخلہ کے وقت ایک خاص امتحان تحریری و تقریری لیا جاتا ہے۔ تحریر میں فرنچ اور عربی کی زباندانی کے متعلق سوالات ہوتے ہیں اور تقریر میں ان کے علاوہ تاریخ اور جغرافیہ بھی داخل ہے۔ اس امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد اس کو اپنے باپ یا مربی کا ایک خط پیش کرنا ہوتا ہے جس کے یہ الفاظ ہوتے ہیں کہ کالج کے خارج اوقات میں میں اس لڑکے کے چال چلن کا ذمہ دار ہوں گا۔ ان تمام باتوں کے بعد ۵ پونڈ یعنی کم و بیش ۷۵ روپیہ بطور فیس کے داخل کرنے ہوتے ہیں اور اس وقت طالب علم کالج میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ تعلیم کی مدت چار برس ہے اور مضامین جو تعلیم میں داخل ہیں حسب ذیل ہیں۔

سال اول۔ عربی۔ فرنچ۔ ترجمہ۔ مسکہ دفاتر یعنی املا و تحریر۔ شریعت اسلامیہ۔ قانون قضاء عدالت۔ عام قانون اور پالیٹکل کے اصول عامہ

سال دوم۔ علاوہ مضمون بالا کے رومن لا۔ قانون فوجداری۔

سال سوم۔ علاوہ مضامین بالا پولیٹکل اکونمی۔ تعزیرات۔ مرافعات۔ مدنیہ و تجاریہ

سال چہارم۔ شریعت اسلامیہ۔ پولیٹکل اکونمی۔ مرافعات۔ قانون تجاریت۔ قانون عدالت خاص سلطنت کا قانون۔ ہر سال مذکورہ مضامین میں امتحان لئے جاتے ہیں اور یہ تمام امتحانات اور اخیر امتحان فرنچ زبان میں ہوتا ہے۔ صرف شریعت اسلامی کا امتحان عربی زبان میں ہوتا ہے۔ طالب علموں کو جب کسی قدر قانونی استعداد حاصل ہو جاتی ہے تو ہائی کورٹ اور دوسری عدالتوں میں کارروائی سے واقف ہونے کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ مقدمات کا خلاصہ لکھیں۔ خود کالج میں بھی عدالت کی مسلیں منگائی جاتی ہیں اور طالب علموں سے ان کے متعلق تحریری دعوی بیانات تحریری ادائے شہادت۔ سوالات جرح۔ اور فیصلہ مقدمہ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ میں نے اس کالج کی اچھی طرح سیر کی۔ کالج کا سکرٹری ایک فرنچ ہے وہ تو عربی سے بالکل ناواقف ہے لیکن اس کا نائب ایک نوجوان مسلمان ہے جو نہایت لائق شخص ہے اور متعدد زبانیں جانتا ہے۔ وہ کالج کا پروفیسر بھی ہے اور فرنچ زبان میں نہایت

بےجھجکی سے لکچر دیسکتا ہے مجکو اپنے کلاس میں لیگیا اور کہا کہ آج فرنچ میں لکچر دینے کا دن تھا لیکن میں تمہاری خاطر سے عربی میں لکچر دونگا چنانچہ لغزیات کے اصول پر کھڑے ہوکر لکچر دیا اور نہایت فصاحت اور بلاغت سے تقریر کی۔ تمام کلاسوں میں جسقدر لڑکے تھے پاکیزہ صورت اور پاکیزہ لباس تھے اور اُن کے چہروں سے متانت اور وقار ٹپکتا تھا

مدرستہ الترجمہ

مصر میں چونکہ فرنچ اور انگریزی کا بہت اثر ہے اور تمام بڑے بڑے ملکی عہدے انہیں دونوں قوموں کے ہاتھ میں ہیں مصریوں کو اُن کے ساتھ تعلق رکھنے اور اُن کی ماتحتی میں کام کرنے کے لیے فرنچ اور انگریزی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ اس کالج کے قائم کرنے کی اصلی غرض اسی قدر تھی اور اسی وجہ سے وہ ابتدا میں زبان دانی کی تعلیم پر محدود تھا اور ایک معمولی اسکول کہا جاسکتا تھا لیکن ۱۸۸۶ء میں اس کی اسکیم بہت وسیع کردی گئی اور چار پروفیسر اور بڑھائے گئے جن میں ایک فرنچ ہے۔ عربی۔ ترکی۔ فرنچ انگریزی زبانوں کے علاوہ مضامین ذیل کی تعلیم بھی ضروری قرار دی گئی۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ حساب۔ ہندسہ۔ جبر مقابلہ۔ علوم طبیعیہ۔ کیمیا۔ فقہ۔ توحید۔ یہ تمام مضامین بجز فقہ و توحید کے فرنچ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اور بعض مضامین انگریزی زبان میں بھی۔ اس کالج نے جس طرح مصر کو ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے فائدہ پہنچایا ہے۔ علمی ترقی کیلیے بھی وہ نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ مصر کی علمی زبان اب تک عربی ہے اور غالباً ہمیشہ رہے گی۔ کالجوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً فرنچ سے ترجمہ کیگئی ہیں ایک خاص محکمہ اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ فرانس میں ڈاکٹری وغیرہ کی جو نئی عمدہ تصنیف شائع ہو فوراً ترجمہ کرلی جاتی ہے اور کالجوں کے کورس میں داخل کیجاتی ہے چنانچہ اس وقت تک سینکڑوں کتابیں ترجمہ ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں ان تمام ضرورتوں کو اسی کالج نے پورا کیا ہے۔

مدرستہ الطبیہ

تعلیم الحیوانات و نباتات

یہ بہت بڑا کالج ہے اور اس کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ کالج کی عمارت نہایت وسیع ہے اور مختلف مضامین کی تعلیم کے لیے کثرت سے جداگانہ بڑے بڑے کمرے مخصوص ہیں۔ تشریح کے لیے جو کمرہ ہے وہ نہایت وسیع ہے اور اس میں بہت سی لاشیں موجود رہتی ہیں جن پر تشریح کے تجربے عمل میں لاتے ہیں۔ ۱۸۸۶ء میں میکرو جیرالی کی تعلیم کے لیے اُن کے متعلق جداگانہ کارخانہ کھولا گیا۔ علم الحیوانات کی تعلیم ایک وسیع مکان میں ہوتی ہے جس میں مختلف قسم کے جانور نہایت کثرت سے موجود ہیں۔ کالج کے احاطہ میں ایک باغ ہے جو علم نباتات کی غرض سے تیار کیا گیا ہے اور اس میں سینکڑوں مختلف اقسام کے نباتات جنکی پرداخت نہایت اہتمام و نگرانی میں کیجاتی ہے۔ علم الکیمیا بھی اسکی تعلیم کا ضروری فرد ہے ۱۸۸۶ء تک اس کی تعلیم صرف نظری

طریقہ پر ہوتی تھی سنہ ۱۸۹۶ء میں عملی تجربہ کیلئے کالج کی عمارت میں بڑے بڑے کمرے اور اضافہ کیے گئے اور سنہ ۱۸۹۸ء میں گیس وغیرہ اور جو چیزیں عملی تجربہ کیلئے ضروری تھیں اس میں مہیا کی گئیں ہر سال اس کالج سے ایک گروہ کثیر تعلیم پاکر نکلتا ہے جن میں سے بعض تکمیل کیلئے یورپ بھیجے جاتے ہیں۔

فرنچ کا عربی ترجمہ

تمام کتابیں جو اس کالج کے نصاب تعلیم میں داخل ہیں عربی زبان میں ہیں اور فرانچ وغیرہ سے ترجمہ کی گئی ہیں چونکہ یورپ میں ہمیشہ اور علوم و فنون کیطرح علم طب کی روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے اور ہر سال اسکے مسائل میں بہت سی نئی معلومات کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسی لیئے ایک کمیٹی خاص اس غرض سے مقرر ہے کہ اس قسم کی جو کتاب فرانچ وغیرہ میں شائع ہو اسی وقت عربی زبان میں ترجمہ کرلیجائے اور اس کالج کے کورس میں داخل کیجائے اس طریقے سے علم طب کے متعلق ترجمہ شدہ کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تیار ہوگیا ہے جسکی تعداد کتبخانہ خدیوی کی فہرست سے معلوم ہوسکتی ہے مصر کے علما نے بہت سی کتابیں اس فن میں خود بھی تصنیف کی ہیں اور یونانی و موجودہ طبابت میں محاکمہ بھی کیا ہے۔ کاش ہمارے ملک کے اطبا جو انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے یورپ کی تحقیقات سے محروم ہیں۔ ان عربی تصنیفات کو بہم پہنچاتے اور اُن سے مستفید ہوتے۔ لیکن ہماری قوم میں یہ ہمت کہاں ہے حالانکہ سچ پوچھیئے تو یہ کچھ ہمت کی بات بھی نہیں۔

اس کالج میں کل ۱۵ پروفیسر ہیں جن میں سے تین یورپین اور باقی مصری ہیں۔

بقیہ کالج اور اسکول

انجنیئرنگ کالج

ان کالجوں کے سوا اور متعدد کالج انجنیری۔ صناعی وغیرہ کے ہیں اور ترقی کی حالت میں ہیں انجنیرنگ کالج میں جو علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں اور اُسکے داخلہ و امتحان کے متعلق جو قواعد ہیں ایک جداگانہ رسالہ میں چھاپ دیئے گئے ہیں جس کے صفحوں کی تعداد ۱۵ ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی اسکیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے میں جب اس کالج میں گیا تو پرنسپل نے مجھ سے شکایت کی کہ موجودہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے اس کالج کو نہایت سخت نقصان پہنچایا ہے اس کے قبل یہاں کا کورس وہی تھا جو فرانس کے انجنیرنگ کالج کا ہے اور اسی غرض سے تمام مضامین انگریزی میں پڑھائے جاتے ہیں اور ہندوستان کے رڑکی کالج کی تقلید کیجائے پرنسپل صاحب کہتے تھے کہ رڑکی کی مستعملہ کتابیں یہاں منگوائی گئیں اور میں نے اُن کو دیکھا وہ یہاں کے موجودہ کورس سے نہایت کم رتبہ کی کتابیں ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم کو اسکی تعمیل پر مجبور کیا جاتا ہے۔

مدرسۃ الصنائع جس میں صنعت و حرفت کی تعلیم ہوتی ہے اور جس کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہے نہایت ترقی کی حالت میں ہے۔ نجاری حدادی وغیرہ صنعتیں جو سکھائی جاتی ہیں علمی طریقے سے سکھائی جاتی ہیں اور اس بنا پر کوئی طالب العلم جبتک تعلیم ابتدائی درجہ مڈل کی برابر ہی حاصل نہ کر چکا ہو اس میں داخل نہیں

ہوسکتا۔ عربی و فرنچ و انگریزی زبانوں کے علاوہ علوم ریاضیہ۔ مشین۔ کیمیا۔ طبیعیات کے ابتدائی حصے بھی پڑھائے جاتے ہیں ہر روز تین گھنٹے ان نظری علوم کی تعلیم ہوتی ہے اور سات گھنٹے مختلف صنعتوں کی عملی مشق کرائی جاتی ہے۔ مسٹر [illegible] تعلیم نے رپورٹ کی ہے کہ اس مدرسے کو نہایت ترقی ہے اور جو چیزیں وہاں تیار کی جاتی ہیں تعجب انگیز ہیں۔

عام مدارس

عام اسکول بھی کثرت سے ہیں مدارس خدیویہ دو ہیں۔ توفیقیہ۔ خدیویہ۔ توفیقیہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زائد ہے اور قریبًا چار سو طلبا اس میں تعلیم پاتے ہیں اس میں ابتدائی بھی شامل ہیں اس مدرسے کا مکان نہایت خوبصورت اور خوش فضا ہے خدیو مصر نے شاہی عمارتوں میں سے ایک وسیع مکان جس کا نام قصر النزہہ ہے مدرسہ کو عنایت کیا اور چونکہ اس کی وضع تعلیمی اغراض کے مناسب نہ تھی پچاس ہزار روپیہ اس غرض کیلئے اور عنایت کئے کہ حسب ضرورت اس میں ترمیم و اصلاح کی جائے چنانچہ سکرٹری مدرسہ کی ہدایت کے مطابق اسکی عمارت میں ترمیم و اضافہ کیا گیا چونکہ مدرسے میں تعلیم کے تین درجے تھے قسم خاص۔ ابتدائی۔ خدیویہ۔ ان تینوں کیلئے جداگانہ مکان تعمیر ہوئیں اور ۲۵۰ طالبعلموں کے لیے بورڈنگ کے کمرے بنائے گئے مدرسہ کے متعلق دو بڑے بڑے کمرے ڈرائنگ اور کیمسٹری کی مشق کیلئے ہیں اور نہایت خوشنما ہیں۔

مدرسہ
خدیویہ

خدیویہ اس کا سالانہ خرچ کم و بیش دو لاکھ ہے۔ اور چار سو لڑکے اس میں تعلیم پاتے ہیں بورڈروں سے ۲۵ پونڈ یعنی ساڑھے چار سو روپے سالانہ فیس لیجاتی ہے۔ بورڈنگ اگرچہ وسیع نہیں اور نہ طالبعلموں کے لیے الگ الگ کمرے ہیں لیکن تمام لڑکے نہایت سلیقہ اور صفائی کے ساتھ رہتے ہیں جس وقت اس مدرسہ میں گیا کھانے کا وقت تھا سکرٹری مدرسہ نے جن کا نام احمد بک نظیم ہے مجھ سے کہا کہ چلیے کھانے کے کمرے کی سیر کیجئے کمرہ نہایت وسیع اور خوشنما تھا۔ اور دو تین میزیں اور کثرت سے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں کھانے کا طریقہ اگرچہ قسطنطنیہ اور شام کے موافق یعنی چار چار شخصوں کے آگے ایک ایک پلیٹ تھی چھری کانٹے بالکل نہ تھے تاہم مجھکو تعجب اور حیرت ہوئی کہ لڑکے اس خوبی اور صفائی کے ساتھ کھاتے تھے کہ ان کے ہاتھ مطلق نہیں بھرتے تھے میز کی چادر پر کہیں دھبہ تک نہ تھا آپس میں بات چیت کرتے تھے لیکن شور و غل کا کیا ذکر بھنگو بھنگ تک نہ تھی دریافت سے معلوم ہوا کہ مدرسے کے افسروں میں سے دو ایک ہمیشہ طالبعلموں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور ہر ہفتے میں کھانے کی تہذیب و شائستگی پر لکچر دیا جاتا ہے۔

یورپ میں تعلیم پانیوالے

طلبہ جو یورپ
میں تعلیم پانے
جاتے ہیں

مصر میں مدت سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر سال سلطنت کی طرف سے چند طالبعلم تکمیل کے لیے یورپ بھیجے جاتے تھے یہ تعداد اس مناسبت سے ہوتی تھی کہ ہمیشہ [illegible] طالبعلم یورپ میں موجود

رہنے کے سفر اور وہاں کے قیام کا تمام صرفہ گورنمنٹ مصر کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اگرچہ گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے یہ مصارف برداشت کئے لیکن بدقسمتی سے گورنمنٹ اور ملک کو ایک مدت تک کچھ فائدہ نہ ہوا جو لوگ تعلیم پا کر آئے ان میں ہمارے ہندوستان کی طرح بہت کم ایسے نکلے جو کسی فن میں کامل ہوں یا اُن کی ذات سے ملک کو کسی قسم کا فائدہ پہونچے۔ سب کے آخر سررشتہ تعلیم کے افسر نے اس پر توجہ کی اور غور و تحقیقات کے بعد اس نقصان کے اسباب دریافت کئے جن میں سے ایک بڑا سبب یہ تھا کہ لڑکوں کے انتخاب میں غلطی ہوتی تھی اکثر بڑی عمر کے لڑکے بھیجے جاتے تھے اور چونکہ ابتدائی تعلیم و تربیت عمدہ نہیں ہوتی تھی یورپ کی تعلیم کا اثر اُن پر کم پڑتا تھا اُس وقت سے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ آیندہ سے جو لڑکے بھیجے جائیں اُن کی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ ہو اس میں ایک یہ مشکل تھی کہ مذہب اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اسلیئے یہ قاعدہ قرار دیا گیا کہ چند علما طالب علموں کے ساتھ جایا کریں جو عربی زبان اور مذہب کی تعلیم دیتے رہیں یہ طریقہ نہایت مفید ثابت ہوا اور چونکہ ملک نے ان طالب العلموں کی عمدہ مثالیں دیکھیں لوگ اپنی اولاد کو اپنے صرف سے بھیجنے لگے یہاں تک کہ سنہ ۱۸۸۸ء میں جس قدر لڑکے یورپ میں تعلیم پاتے تھے اُن میں ۱۰ گورنمنٹ کی طرف سے اور ۵۳ خود اپنے مصارف سے تعلیم پانے گئے۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں جس قدر طالب علم یورپ میں موجود تھے اور جن علوم میں اُن کی تعلیم ہوتی تھی اُن کی تفصیل یہ ہے۔

حکومت کے صرف سے	اپنے خاص صرف سے	جن صیغوں میں تعلیم پاتے تھے۔
۵	۱۶	بیرسٹری
۴	۱۲	ڈاکٹری
۱	۰	امور مالیہ
۳	۰	معلمی یا پروفیسری
۰	۲	زراعت
۱	۰	بیرسٹری کے لئے تیاری
۰	۰	میڈیکل کالج کیلئے تیاری

ان میں سے ۱۳ طالب العلموں نے جو سلطنت کی طرف سے وظیفہ پاتے تھے نہایت اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں حاصل کیں ایک ان میں رشدی طبوزادہ تھا جسکو بیرسٹری میں ڈاکٹری کی سند ملی ایک لڑکا کا نام اسمٰعیل آفندی تھا اور فرانس کے کالج میں پروفیسری کی تعلیم پاتا تھا۔ طبیعیات کے امتحان میں تمام کالج میں اسکا دوسرا نمبر رہا حالانکہ کل امیدوار جو امتحان میں شریک تھے ۱۵۳ تھے اور سب فرانس کے رہنے والے تھے ایک اور

لڑکا جس کا نام عبید اللہ تھا اُس نے پولیٹکل اکانمی میں سب سے اول درجے کا انعام حاصل کیا ان طالبعلموں کے سوا چند اور طالب علم انگلستان اٹلی جرمن میں تعلیم پاتے ہیں ان میں سے بعض کلوں کے بنانے کا کام سیکھتے ہیں اور ان سب کا صرف گورنمنٹ مصر ادا کرتی ہے

یورپ میں تعلیم پانے کے متعلق ۱۸۸۵ع کی رپورٹ میں ڈائرکٹر تعلیم نے ایک نہایت مفید اور مدلل تقریر لکھی ہے اس میں اہل ملک سے خطاب کیا ہے کہ اگر وہ لوگ چند خاص باتوں کا لحاظ نہ رکھیں گے تو یورپ کی تعلیم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ مدت دراز کے تجربے سے ثابت ہو چکا ہے وہ لکھتا ہے کہ یا تو نہایت کم عمر لڑکے بھیجنے چاہئیں جو ابتدا سے لیکر انتہا تک یورپ ہی میں تعلیم پائیں یا اگر بڑی عمر کے ہوں تو ضرور ہے کہ یورپ جانے سے پہلے ایف اے کی سند حاصل کر چکے ہوں۔ ہمارے ہندوستان میں بھی یہ عام شکایت ہے کہ یورپ کی تعلیم میں جو مصارف کثیر برداشت کئے جاتے ہیں ان کا کافی صلہ نہیں ملتا یہ شکایت بالکل سچ ہے اور غالباً اس کی وہی وجہ ہے جو مصر کے ڈائرکٹر تعلیم نے بیان کی ہے۔

قدیم تعلیم و جامع ازہر

یہاں کی قدیم تعلیم۔ دوسرے لفظوں میں جامع ازہر کی تعلیم ہے اس لئے قدیم تعلیم کی کیفیت بیان کرنے کیلئے جامع ازہر کے حالات بیان کرنے کافی ہیں یہ وہی جامع ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ کل دنیا میں اس سے قدیم کوئی یونیورسٹی نہیں ہے یہ ایک جامع مسجد ہے اور قاہرہ میں سب سے پہلی مسجد جو تعمیر ہوئی وہ یہی ہے فاطمیین مصر میں سے خلیفہ المعز لدین اللہ کے ایک غلام نے جو سسلی کا رہنے والا تھا اور اپنی قابلیت خداداد سے دولت فاطمیہ کا دست و بازو بن گیا تھا ۳۵۹ ہجری میں اس مسجد کی بنیاد ڈالی اور ۳۶۱ ہجری میں انجام کو پہنچی ۳۷۸ ہجری میں خلیفہ عزیز باللہ نے مسجد کے متصل طالبعلموں کیلئے کچھ مکانات بنائے اور ۳۵ طالبعلموں کے لیے وظیفہ مقرر کیا۔ حاکم بامر اللہ نے ۴۰۰ ہجری میں مسجد کی عمارت میں تجدید کی اور اس کے مصارف کیلئے ۱۰۷۶ دینار منافع سالانہ کی جائداد وقف کی ۷۰۲ ہجری میں امیر طواشی نے حنفیوں کیلئے ایک خاص مکتب قائم کیا اور اس کے ساتھ عام طلباء مسجد کیلئے بہت سی جائدادیں وقف کیں۔ رفتہ رفتہ بہت بڑا دارالعلوم بن گیا یہاں تک کہ ۸۰۰ھ میں اس کے طالبعلموں کی تعداد ۷۵۰ سے متجاوز تھی جس میں ہر ملک اور ہر قوم کے اشخاص تھے اور آج تو یہ حالت ہے کہ کثرت طلباء کے لحاظ سے تمام دنیا کی کوئی یونیورسٹی اس کی ہمسری نہیں کر سکتی کم و بیش چار پانچ ہزار طالب علم خود مسجد میں سکونت رکھتے ہیں بہت سے پاس پاس کی مسجدوں میں رہتے ہیں لیکن ہم کو تحقیق نہیں ہو سکا کہ مجموعی طلباء کی تعداد جنکو جامع ازہر سے تعلق ہے بارہ ہزار سے متجاوز ہے ہر ملک کے طالبعلم کیلئے الگ الگ اقامت خانے ہیں جنکو یہاں رواق کہتے ہیں

طالبعلموں کے رہنے کا طریقہ

بہت سے طالبعلم بلکہ کثرت سے ایسے ہیں جن کے لیے مکان یا حجرہ کچھ بھی نہیں مسجد کے صحن میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں چھوٹی چھوٹی الماریاں اور پٹلے چنے ہیں یہی انکے توشہ خانے ہیں جنمیں وہ اپنے کپڑے اور ضروری اسباب رکھتے ہیں سونے بیٹھنے کے لیے مسجد کا تمام صحن پڑا ہوا ہے۔ اول اول جب میں اس مسجد کی زیارت کیلئے گیا تو دور تک گونج کی آواز آئی اندر داخل ہوا تو ہر طرف طالبعلم ہی طالبعلم نظر آتے تھے جابجا مدرسین درس دے رہے تھے اور ایک ایک کے گرد بیس بیس چالیس چالیس کا مجمع تھا۔ یہ مجمعے بیس چالیس سے کم نہ تھے اور چونکہ پاس پاس تھے اس لیے اسقدر شور و غل تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی مجھکو خیال ہوا کہ آج کوئی خاص دن ہے اور اس وجہ سے کثرت سے طلبا جمع ہو گئے ہیں لیکن دو چار روز رہکر یہ معلوم ہوا کہ یہ معمولی حالت ہے مجھکو خیال ہوا کہ اس ہنگامہ میں جمعیت خاطر ایک طرف مدرسین کی آواز بھی طالبعلموں کے کان تک پہنچتی ہے یا نہیں۔

خوراک

جن جن ملکوں میں مثلاً شام۔ مغرب۔ جزیرہ۔ عراق۔ بخارا۔ خراسان۔ افغانستان۔ ہندوستان وغیرہ کے طالبعلموں کے لیے رواق بنے ہیں وہاں کے لوگ ہمیشہ سوداگروں کے ذریعہ سے سالانہ کچھ رقم بھیجتے ہیں جو ان طلبا کو جیب خرچ کے طور پر دیجاتی ہے معمولی کھانا خود ازہر سے ملتا ہے لیکن چونکہ صرف روٹیاں ملتی ہیں اسلیے سالن کا اہتمام انکو خود کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے طلبا جنکو چار چار پانچ پانچ روٹیاں ملتی ہیں نان بائی کو دیدیتے ہیں روٹیاں دیکر اُس کے بدلے سالن لے لیتے ہیں اور اس طرح ان کے جیب خرچ پر چنداں بار نہیں پڑتا۔ روٹیوں کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ وقت معین پر طلبا کا ایک گروہ بازار میں جو مسجد کے سامنے ہے روزانہ بازار میں آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور روٹیاں تقسیم ہونی شروع ہوتی ہیں۔ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آتا ہے اور یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک قائم رہتا ہے۔ طالبعلموں کے ہاتھوں میں کوئی تولیہ یا رومال نہیں ہوتا جس طرح بھیک منگے جو کچھ ملتا ہے ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہیں ان طالبعلموں کا بھی یہی حال ہے۔

مدرسین کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے مدرس اولی جو شیخ ازہر کہلاتا ہے اور جس کی تنخواہ چھ سات سو ماہوار سے کم نہیں ہوتی نہایت معزز سمجھا جاتا ہے یہانتک کہ خود حکومت اُس کا پاس کرتی ہے اس مدرسے کا مجموعی خرچ دو تین لاکھ روپے سالانہ سے کم نہیں سنہ ۱۹۰۴ء میں علاوہ اس رقم کے سررشتہ تعلیم سے دو لاکھ سالانہ کی رقم اور منظور ہوئی۔

طلباء کے اخلاق

مجھکو اپنے تمام سفر میں جس قدر جامع ازہر کے حالات سے مسلمانوں کی بدبختی کا یقین ہوا کسی چیز سے نہیں ہوا ایک ایسا دار العلوم جس میں دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان جمع ہوں جس کا سالانہ خرچ دو تین لاکھ سے کم نہ ہو جس کے طالبعلموں کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو اسکی تعلیم و تربیت سے کیا کچھ امید ہو سکتی تھی لیکن افسوس ہے کہ وہ بجائے فائدہ پہنچانے کے لاکھوں مسلمانوں کو برباد کر چکا ہے اور کرتا جاتا ہے کیونکہ مدرسین و طلبا کی تعلیم کا جو طریقہ ہے اسکا بیان ابھی

ذکر کر چکا ہوں اس سے حوصلہ مندی۔ بلند نظری۔ جوش ہمت غرض تمام شریفانہ اوصاف کا استیصال ہو جاتا ہے میں نے یہاں ایسے طلبا دیکھے ہیں جن کے عزیز اور نہایت قریب عزیز (چچا ماموں وغیرہ) خود اسی شہر میں بڑے بڑے معزز عہدوں پر ہیں اور اُن کی تمام ضروریات کے متکفل بھی ہیں تاہم چونکہ یہ طلبہ ازہر میں رہتے ہیں اس لئے انکو عام بازار میں ہاتھ پھیلا کر روٹیاں لینے میں ذرا شرم نہیں آتی۔ طالب علموں کی دناءت اور پست حوصلگی کا یہ حال ہے کہ بازار میں پیسے کی ترکاری خریدتے ہیں تو کنجڑے کو قسم دلاتے ہیں کہ براس سیدنا الحسین یعنی مجھکو امام حسینؓ کے سر کی قسم واجبی قیمت بتانا۔ ایسی اس قسم کے [illegible] لوگوں کے [illegible] ہے کہ وہ اسلام کی عظمت و شان بڑھائیں گے ہمارے ملک میں جو اہل علم کے [illegible] ہیں ان سے [illegible] بھی گیا گذرا ہے"

اس سے زیادہ تر افسوس تعلیم کی ابتری کا ہے یہاں مستقل اور اصلی علوم فقہ و نحو کی تعلیم ہوتی ہے اور وہ طلبہ کے لیے آٹھ آٹھ برس مقرر ہیں۔ منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی اور دیگر علوم عقلیہ گویا درس میں داخل ہی نہیں اصول فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ ادب۔ معانی۔ بیان کی تعلیم ہے لیکن اسقدر کم ہے کہ اتنے بڑے دارالعلوم کے کسی طرح شایاں نہیں۔ نحو اور فقہ جس پر ایک مدت صرف کی جاتی ہے اُنکی تعلیم بھی محققانہ طور پر نہیں ہوتی کافیہ وغیرہ کی شرحیں۔ شرحوں کے حواشی اور حواشی کے حواشی پڑھائے اور یاد کرائے جاتے ہیں [illegible] یہاں حال میں ایک بزرگ گذرے ہیں انکی ایک شرح پر اس شرح کو اسقدر عظیم الشان سمجھا گیا ہے کہ اسکی شرحیں اور شرحوں کے حاشیے درس میں داخل ہیں اور اس تمام سلسلہ کا ضبط و حفظ گویا کمال سمجھا جاتا ہے چونکہ میں نے خود ازہر میں قیام کیا تھا اکثر طلبا سے صحبت رہتی تھی میں انکو نہایت معمولی ناقابل التفات [illegible] بحثوں میں مصروف دیکھتا تھا اور افسوس کرتا تھا اسی طریقہ تعلیم کا اثر ہے کہ ایک مدت سے ازہر نے کوئی قابل قدر عالم اور مصنف نہیں پیدا کیا۔ میں نے طلبا سے دریافت کیا کہ شیخ الازہر جو اسوقت [illegible] ہیں اُن کی کوئی تصنیف بھی ہے انہوں نے بڑے فخر سے کہا حاشیہ [illegible] کے حاشیے لکھے ہیں۔

زیادہ افسوس یہ ہے کہ تعلیم کسی اصول پر نہیں ہے [illegible] کوئی خاص [illegible] امتحان ہوتا ہے نہ ترقی پانے کے لیے کوئی قاعدہ مقرر ہے افسوس پر افسوس یہ ہے کہ ان ابتریوں کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں۔ علی پاشا مبارک نے جو ایک زمانے میں سررشتہ تعلیم کا افسر تھا کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی۔ اس پر ازہر کے تمام علما اس کے دشمن بن گئے اور چونکہ شیخ ازہر کا اثر طلبا پر [illegible] انکو [illegible] تسلیم کرتا ہے اس لیے پاشا کے [illegible] کا اعتراض کرتا [illegible] طاقت ہے اور خود سلطنت اس کی مخالفت پر [illegible]

کتب خانہ خدیویہ

یہ نہایت عالیشان کتب خانہ ہے اور ترتیب و خوش اسلوبی زیب و زینت حسن انتظام خوبی عمارت میں قسطنطنیہ کے تمام کتب خانوں سے بہتر ہے۔ عمارت نہایت شاندار اور وسیع ہے اور مختلف حصوں میں منقسم ہے ایک حصہ سیر و مطالعہ کیلئے مخصوص ہے اس میں تین بڑے بڑے کمرے ہیں ایک کمرے میں بہت بڑی لمبی میز ہے جس پر رجسٹر اور فہرست کی جلدیں چنی ہیں ایک کمرہ مطالعہ اور ایک نقل و کتابت کیلئے خاص ہے جو شخص کوئی کتاب لینی چاہے افسر کتب خانہ اسکو ایک چھپا ہوا کارڈ دیتا ہے کارڈ میں مفصلہ ذیل عنوان ہوتے ہیں۔ کتاب لینے والے کا نام مع تصریح سکونت و پیشہ ضامن کا نام (کسی شخص کو بغیر ضمانت کے کتاب نہیں مل سکتی) کتاب کا نام اور فن اور یہ تصریح کہ کتاب مطالعہ کیلئے لیتا ہے یا نقل کیلئے تعداد ایام۔ یہ کارڈ خانہ پری کر کے ملازم کتب خانہ کو حوالہ کر دیا جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد کتاب مطالعہ یا نقل کرنے کے کمرے میں آجاتی ہے یہ طریقہ اگرچہ حسن انتظام کی دلیل ہے لیکن وقت سے خالی نہیں۔

کتابیں جہاں رکھی ہیں وہ بالکل جداگانہ قطعہ ہے جس میں متعدد کمرے ہیں ایک کمرہ جو نہایت وسیع ہے اس میں نہایت پرتکلف ترکی قالین بچھا ہے چاروں طرف دیوار سے ملی ہوئی آئینہ دار الماریاں ہیں بیچ میں آئینہ دار میزیں ہیں جن کے اندر قلمی اور نایاب کتابیں کھلی ہوئی رکھی ہیں ان میں ایک قرآن ہے جو ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ہے اور جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادق کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس کے سوا قرآن مجید کے اور نادر نسخے ہیں جو سلاطین مصر نے آٹھویں اور نویں صدی میں وقف کئے تھے۔

یہ کتب خانہ سنہ ۱۲۸۶ھ میں قائم ہوا اس کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ قاہرہ و اسکندریہ وغیرہ میں اگرچہ بہت سے چھوٹے چھوٹے وقفی کتب خانے تھے اور چونکہ انکی حفاظت کا کافی انتظام نہ تھا کتابیں ابتر اور ضائع ہوتی جاتی تھیں اس لحاظ سے علی پاشا ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کی رپورٹ پر یہ کتب خانہ قائم کیا گیا اور تمام قدیم کتب خانوں کی کتابیں اس میں داخل کر دی گئیں خدیو کے حکم سے علما کی ایک مجلس قائم ہوئی جس کا یہ کام تھا کہ عمدہ اور نادر کتابیں تلاش کریں تاکہ ان کی نقلیں لکھوا کر کتب خانہ میں داخل کیجائیں جب کتابوں کا ایک معتدبہ ذخیرہ جمع ہوگیا تو خدیو نے فہرست کی تیاری کا حکم دیا چنانچہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں یہ فہرست شروع ہوکر سنہ ۱۳۰۸ھ میں انجام کو پہنچی یہ فہرست آٹھ جلدوں میں ہے اور صرف عربی کتابوں کی ہے۔ ترکی اور فرنچ و انگریزی کتابوں کی جدا فہرستیں ہیں۔ نقشہ ذیل سے عربی کتابوں کے متعلق ایک اجمالی اطلاع حاصل ہوگی۔

نام فن	تعداد کتب	نام فن	تعداد کتب
مصاحف مجید	۱۹۱	حدیث	۱۵۰۳

علم قرات	۸۵	توحید	۵۶۳
تفسیر	۱۴۷	تصوف	۷۰۵
مواعظ	۳۷۷	الفوائد والادعیۃ	۶۳۴
اصول فقہ	۲۲۵	آداب البحث	۲۰۸
فقہ حنفی	۱۴۵۱	فقہ مالکی	۲۳
فقہ شافعی	۵۲۰	فقہ حنبلی	۱۲۶
علم الفرائض	۱۳۸	علم صرف	۲۳۸
نحو	۱۰۲۶	بلاغۃ	۳۸۵
علم الوضع	۱۸	علم اللغۃ	۱۶۰
عروض والقوافی	۹۸	علم ادب	۱۱۴۸
تاریخ	۱۱۸۴	ریاضی	۱۸۱
علم الہیئۃ	۱۵	علم المیقات	۵۵۴
علم الحروف والاسماء	۱۸۵	الکیمیاء والطبیعیۃ	۹۸
طب	۴۶۴	منطق	۲۵۶
حکمت وفلسفہ	۱۲۴	فنون متنوعہ	۱۰۹۶
میزان کل		....	۱۴۷۰۵۰۱

میں اس موقع پر بعض نادر اور نایاب کتابوں کے نام درج کرتا ہوں جو اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔
تفسیر احکام القرآن لابی بکر الجصاص المتوفی سنہ ۳۰۵ھ احکام القرآن العربی احکام القرآن لکیا الہراسی المتوفی سنہ ۵۰۴ھ اعراب القرآن للنحاس النحوی المتوفی سنہ ۳۳۸ھ انجاز القرآن للباقلانی البحر المحیط لابن حیان الاندلسی البرہان للشیخ ابی الحسن الواحدی المتوفی سنہ ۴۳۵ھ فی عشر مجلدات البسیط للواحدی تنزیہ القرآن للقاضی عبد الجبار المعتزلی۔ جامع البیان فی تاویل القرآن لمحمد بن جریر الطبری ۳ مجلدات۔ تفسیر بن جوزی ۴ مجلدات تفسیر حافظ عبد الرزاق بن ہمام المتوفی سنہ ھ غریب القرآن للسجستانی المتوفی سنہ ۳۳۰ھ غریب القرآن لمحمد محمد بن الہروی المتوفی سنہ ھ غریب القرآن لابن قتیبہ قانون التاویل للقاضی ابی بکر ابن العربی الاندلسی المتوفی سنہ ۵۴۳ھ الکفیل بمعنی التنزیل للعماد الکندی قاضی اسکندریہ المتوفی سنہ ۷۲۰ھ
حدیث الاحکام الکبری لعبد الحق الاشبیلی۔ اختلاف الحدیث للامام الشافعی آداب الامام لعبد

جامع المسانید والالقاب لابن الجوزی۔ الجوہر النقی۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی سنن کبریٰ بیہقی۔
شرح معانی الآثار للعینی۔ مسند امام حنبل۔ مسند امام راہویہ۔ مسند حافظ ابی عوانہ۔ مسند حافظ ابو عبداللہ
الروسی۔ مسند حافظ ابو نعیم۔

تاریخ احاطہ فی اخبار غرناطہ۔ اخبار ابی نواس عدد اوراقہا ۱۳۱۔ اخبار سیبویہ النحوی اوراقہا ۳۴۔ الاحکام
والسیاسۃ لابن تیمیہ اوراق صولی ناقص۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ناقص۔ تاریخ بغداد خطیب ناقص۔ تاریخ
الحکماء جمال الدین القفطی۔ طبقات الامم لسعید الاندلسی۔ سلم الوصول الی طبقات الفحول لمصنف کشف
الظنون۔ السہم المصیب فی الرد علی الخطیب۔ طبقات الحفاظ للذہبی۔ طبقات کبریٰ سبکی۔ طبقات الشافعیہ
طبقات الشعراء لابن قتیبہ۔ طبقات الفقہاء امام ابو اسحٰق شیرازی۔ طبقات ابن سعد۔ تاریخ عینی۔ طبقات
حملۃ المذہب لابن الملقن۔ فضائل ابی بکر الصدیق لابن العشاری من اصحاب القرن الخامس۔ فضائل
ابی حنیفۃ النعمان لابن العوام۔ فضائل مصر لابن یوسف الکندی المتوفی ۳۵۰ھ منقولہ من نسخۃ الاصل
الکاتبۃ کافور الاخشیدی۔ اللباب فی الانساب لابن الاثیر۔ مناقب الشافعی۔ مختصر المنا لابن الجوزی واختصاره الفہا
مسائل الامصار لابن فضل الله۔ مناقب الامام الشافعی للرازی۔ مناقب امام حنبل لابن الجوزی۔ سیرۃ الفاروق
لابن الجوزی۔ المنتظم لابن الجوزی۔ نہایۃ الارب للنویری ناقص۔

ادب الاشباہ والنظائر۔ البیان والتبیین الجاحظ۔ جمہرۃ اشعار العرب۔ ابن دریدحماسۃ البصریہ۔
دیوان حافظ ابن حجر۔ دیوان ابی العلاء۔ دیوان ابن المعتز۔ دیوان ابی نواس۔ دیوان الاعشیٰ۔ ذو الرمہ۔
دیوان قطامی۔ دیوان قیس بن الخطیم۔ دیوان لبید۔ دیوان المتلمس۔ روضۃ البلاغۃ۔ الزہرا
للزجاجی۔ شرح ابن جنی علی المتنبی۔ شرح دیوان ابی تمام الصولی المتوفی ۳۳۶ھ۔ شرح دیوان جران العود للامام
السکری المتوفی ۲۷۵ھ۔ شرح دیوان الحطیئہ۔ شرح مرزوقی علی الحماسہ۔ شرح الحماسہ لابی العلاء المعری۔ شرح دیوان
حماسہ ابن الشجری۔ شرح دیوان طرفہ۔ شرح دیوان زہیر بن ابی سلمیٰ للامام ثعلب۔ شرح دیوان زہیر
للاعلم الشنتمری۔ شرح دیوان عبید الله بن قیس الرقیات السکری۔ شرح دیوان المفضلیات۔ المعیدی۔ وجیز الحلبی۔
شرح المعلقات لابن النحاس۔ شرح المفضلیات لابن الانباری۔ دیوان عمرو بن مرداس۔ دیوان شماخ
دیوان عمر بن ابی ربیعہ۔ شرح دیوان رؤبہ۔ شرح دیوان العجاج۔ دیوان داؤد الدمشقی۔

قدیم یادگاریں اور قابل دید مقامات

آثار قدیمہ کے لحاظ سے کوئی شہر اس شہر کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ سچ یہ ہے کہ یہاں کی ایک ایک اینٹ پکار پکار کر
کہہ رہی ہے ... ہزاروں برس سے ... یادگاریں ... خرخر ... سلطنت ... پر گئی کر ... شہرا

برس قبل کے حروف و نقوش کندہ ہیں۔ مجھکو اتنا وقت بلکہ سچ یہ ہے کہ اتنی مہلت کہاں تھی کہ تمام قدیم یادگاروں کی سیر کرتا۔ البتہ چند مشہور مقامات دیکھے اور اُن ہی کے حال پر اکتفا کرتا ہوں۔

اہرام

اہرام۔ یہ وہ قدیم مینار ہیں جنکی نسبت عام روایت ہے کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھے اور اسقدر تو قطعی طور سے ثابت ہے کہ یونان کی علمی ترقی سے ان کی عمر زیادہ ہے کیونکہ جالینوس نے اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ مینار نہایت کثرت سے تھے یعنی دو تین میل میں پھیلے ہوئے تھے صلاح الدین کے زمانہ میں اکثر ڈھائے گئے۔ ان میں سے جو باقی رہ گئے ہیں اور جنپر خاص طور سے اہرام کا اطلاق ہوتا ہے صرف تین ہیں جو سب سے بڑا ہے اُس کی لمبائی ۴۸۰ فیٹ یعنی قطب صاحب کی لاٹھ سے دوگنی ہے نیچے کے چبوترے کا ہر ضلع ۷۶۴ فیٹ مینار کا مکعب ۸ کروڑ نوے لاکھ فیٹ اور وزن ۶۸ لاکھ ۴۰ ہزار ٹن اس کی تعمیر میں ایک لاکھ آدمی بیس برس تک کام کرتے رہے جڑ میں ۳۰، ۴۰ فیٹ لمبے اور پانچ پانچ فیٹ چوڑے پتھر کی چٹانیں ہیں اور چوٹی پر چھوٹی سے چھوٹی ہیں ۵ فیٹ کی ہیں اسکی شکل یہ ہے۔

ایک نہایت وسیع مربع چبوترہ ہے اُس پر ہر طرف سے کسی قدر سطح چھوڑ کر دوسرا چبوترہ ہے اسی طرح چوٹی تک اوپر تلے چبوترے ہیں اور ان چبوتروں کے بتدریج چھوٹے ہوتے جانے سے زینوں کی شکل پیدا ہو گئی ہے تعجب یہ ہے کہ پتھروں کو اس طرح وصل کیا ہے کہ جوڑ یا درز کا معلوم ہونا تو ایک طرف چونہ یا مصالح کا بھی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ اسپر استحکام کا یہ حال ہے کہ کئی ہزار برس ہو چکے اور جوڑوں میں بال برابر فصل نہیں پیدا ہوا۔ ان میناروں کو دیکھ کر خواہ مخواہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جر ثقیل کا فن قدیم زمانہ میں موجود تھا کیونکہ اسقدر بڑے بڑے پتھر اتنی بلندی پر جر ثقیل کے بغیر چڑھائے نہیں جا سکتے اور اگر اس ایجاد کو زمانہ حال کے ساتھ مخصوص سمجھیں تو جر ثقیل سے بھی بڑھکر کسی عجیب صنعت کا اعتراف کرنا پڑیگا ان میناروں میں سے ایک جو سب سے چھوٹا ہے وہ کسی قدر خراب ہو گیا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ سنہ ۵۹۳ھ[1] میں ملک العزیز پسر سلطان صلاح الدین نے بعض احمقوں کی ترغیب سے اسکو ڈھانا چاہا چنانچہ دربار کے چند معزز افسر اور بہت سے نقب زن اور سنگتراش اور مزدور اس کام پر مامور ہوئے۔ آٹھ مہینے تک برابر کام جاری رہا اور نہایت سخت کوششیں عمل میں آئیں۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ برباد کر دیئے گئے لیکن بجز اس کے کہ اوپر کی استرکاری خراب ہوئی یا کہیں سے ایک آدھ پتھر اکھڑ گیا اور کچھ نتیجہ نہیں ہوا مجبور ہو کر ملک العزیز نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔

اہرام کے قریب ایک بہت بڑا بت ہے جس کو یہاں کے لوگ ابو الہول کہتے ہیں اس کا سارا دھڑ زمین کے اندر ہے گردن اور سر اور دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں چہرہ پر کسی قسم کا سرخ روغن ملا ہے جس کی رنگت

---

[1] اس واقعہ کو عبد اللطیف بغدادی نے مصر کی تاریخ میں افسوس کے ساتھ درج کیا ہے ۱۲

ابتک قائم ہے۔ ان اعضا کی مناسبت سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ پورا قد ساٹھ گز سے کم نہ ہوگا۔ باوجود اس غیر معمولی درازی کے تمام اعضا ناک کان وغیرہ اس ترتیب اور مناسبت سے بنائے ہیں کہ اعضا کے باہمی تناسب میں بال برابر فرق نہیں۔ عبداللطیف بغدادی سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے سب سے عجیب تر کیا چیز دیکھی اس نے کہا کہ ابوالہول کے اعضا کا تناسب کیونکہ عالم قدرت میں جس چیز کا نمونہ موجود نہیں اس میں ایسا تناسب قائم رکھنا آدمی کا کام نہیں۔

قلعہ قلعہ۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کے عہد کا ہے قلعہ کی اصل عمارت نہیں دیکھ سکا البتہ محمد علی پاشا کی مسجد دیکھی بڑی شان و شوکت کی ہے چھت اور دیواروں پر طلائی نقش و نگار ہیں تمام مسجد میں نہایت عمدہ ترکی قالینوں کا فرش ہے

چاہ یوسف مسجد کے قریب ایک عجیب و غریب کنواں ہے جس کو عوام نے چاہ یوسف اور زندان یوسف مشہور کر رکھا ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ چونکہ سلطان صلاح الدین کا اصل نام یوسف تھا اس لیے مجاوروں کو عوام کے بہکانے کا اچھا ذریعہ ہاتھ آگیا ہے لطف یہ ہے کہ اس میں ایک قبر بنا رکھی ہے اور اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر بتاتے ہیں مجاور صاحب نے مجھکو بھی دھوکہ دینا چاہا اور جب میں نے کہا کہ حضرت یوسف یہاں کہاں تو برجستہ فرمایا کہ مجھکو سہو ہوا یہ اس قیدی کی قبر ہے جو حضرت یوسف کے ساتھ قید خانہ میں داخل ہوا تھا اور ان سے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔

یہ کنواں درحقیقت عجیب و غریب ہے اس کے عمق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ (۲۰۰) سیڑھیاں اُتر کر اُس کی جگت ملتی ہے۔ سیڑھیاں بڑی پیچ و خم سے بنائی گئی ہیں اور راستہ اسقدر تاریک ہے کہ بغیر شمع کے کچھ نظر نہیں آسکتا۔ چنانچہ جو لوگ اُس کی سیر کو جاتے ہیں۔ مجاور شمع لیکر ان کے ساتھ ہوتا ہے جگت پر پہنچکر میں نے کنکری پھینکی تو دیر کے بعد اُس کی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ پانی بہت فاصلہ پر ہے۔

عجائب خانہ انتیکا خانہ یعنی عجائب خانہ۔ یہ عجائب خانہ محمد علی پاشا خدیو مصر نے ۱۸۳۵ء میں قائم کیا شہر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر سرکاری باغ ہے جو کئی میل لمبا چوڑا ہے عجائب خانہ اسی میں واقع ہے اس میں بے شمار کمرے ہیں اور نہایت موزونیت سے مرتب ہیں۔ یہاں حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے کی یادگاریں موجود ہیں تشتریاں، پیالے، مرتبان اور اس قسم کے سینکڑوں برتن ہیں جو کئی کئی ہزار برس کے ہیں

قدیم لاشیں سب سے عجیب و غریب وہ لاشیں ہیں جن پر ہزاروں برس گزر چکے اور ابتک اصلی ہیئت کے ساتھ قائم ہیں اُن کو عربی میں مومیائی اور انگریزی میں ممی کہتے ہیں۔ قدیم مصریوں کا دستور تھا کہ لکڑی یا پتھر کو کشتی کی وضع پر تراش کر اُس میں مردوں کی لاشیں رکھتے تھے اور خالی جگہ کو چونہ وغیرہ سے بھر کر اوپر کی سطح پر مردہ کی تصویر بنا دیتے تھے لاشوں میں ایک خاص قسم کا مصالحہ لگایا جاتا تھا جس کی وجہ سے بدن سڑنے گلنے سے محفوظ رہتا تھا اس قسم کے بہت سے

تابوت یہاں موجود ہیں اور اُن ہی کو مومیائی یا ممی کہتے ہیں ان میں سے دو یا تین تابوت کھل گئے ہیں یعنی اوپر کا چونہ اور مصالحہ وغیرہ ہٹ گیا ہے اور اس وجہ سے تمام جسم صاف نظر آتا ہے میں نے بہت غور سے ان لاشوں کو دیکھا باوجود ہزاروں برس گذرنے کے جسم پر بوسیدگی کا ذرا بھی اثر نہیں۔ سر کے بال او ناخن بدستور قائم ہیں اُن کو دیکھکر دل پر عجیب تاثیر ہوتی ہے اور درحقیقت ان سے بڑھکر عبرت کا مرقع اور کیا ہوگا۔

زندان یوسف — سجن یوسف یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدخانہ یہ وہی قیدخانہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال مبارک کی وجہ سے رشک ارم تھا۔ شاعر

درچمن بود زلیخا و تجبرت میگذشت یا وزندان کہ دروانجمن آراستہ ہست

علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ صحیح روایات اور قرائن سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف جس قیدخانہ میں قید ہوئے تھے وہ یہی مقام ہے، مجھکو سخت افسوس ہے کہ میں اس عبرت انگیز اور متبرک مقام کی سیر نہ کرسکا میں نے اس کا تذکرہ صرف اس وجہ سے کردیا ہے کہ ہمارے ہموطنوں میں سے خدا کسی کو یہاں پہنچائے تو میری طرح اس کی زیارت سے محروم نہ رہے۔

اسلامی قدیمی یادگاریں بھی یہاں کثرت سے ہیں مسجدوں کی تو کچھ انتہا نہیں سیکڑوں بلکہ ہزاروں ہیں ان میں سب سے قدیم جامع عمرو بن العاص ہے جو حضرت فاروق رضہ کے عہد خلافت کی یادگار ہے مشہد حسین ایک مسجد ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ حضرت امام حسین کا سر مبارک اسمیں مدفون ہے معلوم نہیں کہ روایت کہانتک صحیح ہے۔ لیکن یہاں کے تمام لوگ اسی بنا پر مسجد کا احترام کرتے ہیں حکومت کی طرف سے بھی اس کے لیے بڑا اہتمام ہے۔ شاندار وسیع اور خوبصورت مسجد ہے اسپر تکلف اور ساز و سامان نے اور بھی اسکی رونق بڑھا دی ہے۔ تمام مسجد میں ترکی قالین بچھا ہوا ہے اور غالباً بہت جلد جلد بدلا جاتا ہے کیونکہ میں نے جب دیکھا تو کہنگی اور فرسودگی کا مطلق اثر نہ تھا۔ سب سے زیادہ عجیب و غریب مسجد سلطان حسن کی مسجد ہے جو قلعہ کے قریب ہے اس مسجد کی تعمیر میں متصل تین برس تک تین لاکھ درہم (یا پچہزار روپے) روزانہ صرف ہوتے سنہ ۷۵۷ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور سنہ ۷۶۴ھ میں انجام کو پہنچی اسکو مدرسہ سلطان حسن بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکے چاروں طرف بڑے بڑے ایوان ہیں جن میں ائمہ اربعہ کے لئے فقہ اور حدیث کا درس دیتے تھے مورخ مقریزی نے لکھا ہے کہ تمام ممالک اسلام میں کوئی مذہبی عمارت اسکے مثل تعمیر نہیں ہوئی اگرچہ میں اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرسکتا لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ دنیا کی کوئی مسجد اسقدر بلند اور مرتفع نہیں ہے افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ایسی عجیب و غریب یادگار بالکل ویران ہورہی ہے ان کو اسمیں چراغ تک نہیں جلتا اور دروازہ ہر وقت بند رہتا ہے میں دروازہ کھلوا کر اندر گیا تو ہر طرف وحشت برستی تھی۔ اسلامی سلطنت میں ایسی عظیم الشان مسجد کی یہ بیقدری قابل تعجب ہے۔

مزارات اور مشاہد بھی کثرت سے ہیں اور اُن کے مصارف کیلئے بہت سے اوقاف ہیں۔ حضرت زینبؓ و امام حسین علیہ السلام کی بہن، حضرت کلثومؓ، امام شافعیؓ، امام لیثؒ کے مقبرے بڑی شان و شوکت کے ہیں میں نے امام شافعیؓ کے مزار کی زیارت کی اور مزارات کی زیارت کا بھی ارادہ تھا لیکن وہاں پہنچکر جو حالت دیکھی اس سے طبیعت کو وحشت ہوئی اور فاتحہ پڑھکر واپس آیا۔ مصر والوں نے ہفتہ کے خاص خاص دن قرار دے رکھے ہیں جن میں اُنکے اعتقاد کے موافق حضرت زینبؓ و امام شافعیؓ وغیرہ کی روحیں عالم بالا سے اپنے مزارات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں ان خاص دنوں کو حضرۃ کہتے ہیں اور جس کے حضرۃ کا جو دن ہوتا ہے اُس دن اُن کے مزار پر بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ کثرت سے لوگ زیارت کو آتے ہیں اور قبر کو بوسہ دیکر اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں اُس وقت لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے اُس میں شرک و بت پرستی میں اگر کچھ فرق ہے تو ایسا دقیق ہے کہ مجھ جیسے ظاہر بین کو نظر نہیں آسکتا تھا مجکو ہندوستان ہی کی قبر پرستی کا رونا تھا لیکن مصر پہنچکر تمام اسلامی دنیا کی نسبت یہ شعر یاد آیا ؎

ز پائے تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

قدیم زمانے کے مدرسے جنکا اجمالی ذکر میں نے گزشتہ تعلیم میں کیا ہے اب بھی موجود ہیں لیکن ویران ہوتے جاتے ہیں۔ راہ چلتے چلتے اتفاق سے ایک مدرسہ میں میرا گذر ہوا اگرچہ وہ ایک چھوٹا معمولی مدرسہ تھا لیکن عمارت خوشنما اور بہت اونچی تھی۔ چاروں طرف طالبعلموں کے رہنے کے کمرے بنے ہیں بیچ میں صحن ہے صحن میں دو ایک کیاریاں اور کھجور کے چند درخت ہیں۔ غرض اُس کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ چھوٹے سے مدرسہ کا ویران ہونے پر یہ حال ہے تو بڑے بڑے مدرسے سے زیادہ پرشان موزوں اور خوبصورت رہتے ہونگے۔

مطابع اور اخبارات

المطابع

چونکہ مصر کی مطبوعہ کتابیں تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں اور عربی کتابوں کے چھاپنے اور پھیلانے میں مصر نے عام ناموری حاصل کی ہے اسلئے ان مطبعوں اور یہاں کے کتب فروشوں کا مختصر تذکرہ بھی ضروری ہے۔ مطابع یہاں کثرت سے ہیں اور بعض بعض قابل تعریف ہیں۔ بالخصوص بولاق کا سرکاری مطبع عظیم الشان ہے اور صنعت و صفائی و خوبی کاغذ وغیرہ کی مطبع کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر ہے یہ مطبع ۱۸۲۲ء میں محمد علی پاشا کے حکم سے قائم ہوا اور اُس وقت اُس میں چار سو آدمی کام کرتے تھے۔ اب بھی نہایت رونق پر ہے لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ملک کے مذاق کے خراب ہو جانے کی وجہ سے بیہودہ اور نادر المضمون کتابیں کم چھپتی ہیں۔ کتب خانہ خدیویہ میں ہزار ہا ایسی قلمی کتابیں موجود ہیں اُن میں سے اگر سو دو سو کتابیں بھی چھاپ دی جائیں تو دنیا معلومات قدیمہ سے مالا مال ہو جائے لیکن ادھر مطبع والوں سے

اسباب میں گفتگو کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس قسم کی کتابیں عام پسند نہیں۔ عام پسند کتابیں البتہ بار بار چھپتی ہیں اور بک جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے کہا کہ کتاب الخراج قاضی ابو یوسف جو آٹھ برس سے پہلے چھپی تھی اسکی جلدیں آجتک نہیں نکلیں۔ افسوس اور شرم کی بات ہے کہ کتبخانہ خدیویہ کی نادر کتابیں یورپ جاکر چھپتی ہیں اور وہاں سے شائع ہوتی ہیں۔ سید عبد الواحد طوبی ایک مشہور تاجر ہیں۔ یورپ والوں نے ان سے معاملہ کر رکھا ہے وہ انکے حسب فرمائش کتابوں کی نقل لکھوا کر یورپ کو بھیجتے ہیں۔ چنانچہ سید عبد الواحد نے مجھکو تین چار کتابوں کے قلمی اجزا دکھائے جو انہوں نے یورپ بھیجنے کیلیے نقل کرائے تھے۔

البتہ مصر کا یہ احسان ہے کہ کتابیں نہایت ارزاں ہیں جسکی وجہ سے انکا نفع بہت عام ہے۔ میں نے بہت سی کتابیں خریدیں جو نولکشوری مطبوعات سے بھی کم قیمت تھیں۔ جن لوگوں کو مصر کی کتابیں مطلوب ہوں ان کو چاہیے کہ مصر سے براہ راست منگوائیں۔ بمبئی سے نہ منگوائیں جہاں کے تاجر چوگنے نفع پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ مصر کی کتابوں کیلیے سید عبد الواحد طوبی سے خط وکتابت کریں ان کا پتہ یہ ہے۔ مصر۔ قاهرہ قریب الجامع الازهر۔ روپیہ منی آرڈر کے ذریعہ سے بے تکلف بھیجے جا سکتے ہیں۔

اخبارات جو عربی زبان میں نکلتے ہیں ان میں سے اخبار ذیل۔ المؤید۔ المقطم۔ التقدم۔ الاہرام زیادہ نامور ہیں۔ انکے علاوہ ۲۵۔۳۰ اخبارات اور رسالے فرنچ اور انگریزی زبان میں نکلتے ہیں۔

انگریزی گورنمنٹ کی بدولت یہاں کے اخباروں کو آزادی حاصل ہے اسلیے یہ اخبارات ہر قسم کے معاملات پر نہایت آزادی سے لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں چونکہ عربی زبان میں پالیٹکس پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں اور ہمارے ہندوستان کے علما اس قسم کے مضامین پر چار سطریں بھی نہیں لکھ سکتے اسلیے بعض بزرگوں کا خیال تھا کہ پالیٹکس کے خیالات اس زبان میں پوری طرح ادا ہی نہیں ہو سکتے لیکن مصر کے اخبارات نے اس خیال کو قطعاً باطل کر دیا ہے۔ ماہوار رسالے بھی متعدد ہیں اور بعض بعض بڑی قابلیت سے شائع ہوتے ہیں ان میں سے المقتطف اور الہلال زیادہ کامیاب ہیں۔ الہلال ہماری جمعیۃ الادب[۱] میں آتا ہے۔ آٹھ روپیہ سالانہ قیمت ہے میں سفارش کرتا ہوں کہ اور ارباب ذوق بھی اسکی خریداری فرمائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

تھیٹر

تھیٹر یہاں دو ہیں ایک سرکاری ہے جو خدیو اسمٰعیل پاشا کے عہد میں تعمیر ہوا تھا یہ نہایت عظیم الشان اور شان و شوکت کا ہے لیکن اس زمانہ میں بند تھا اسلیے میں اسکی سیر نہ کر سکا اور ایک تھیٹر ہے جو کسی عیسائی کمپنی کا ہے اسکے

[۱] یہ ایک انجمن ہے جو ہمارے دارالعلوم میں ڈیڑھ سال سے قائم ہے ہر جمعہ کو اسکے جلسے ہوتے ہیں اسکے ہر اجلاس میں طلبہ مضامین پڑھتے ہیں اور برجستہ تقریریں کرتے ہیں اور آپس میں گفتگو کرتے ہیں بلکہ اسکی تمام کارروائی عربی زبان میں ہوتی ہے۔ تمام ہندوستان میں یہ پہلی مجلس ہے جو قائم ہوئی ہے تمام مدارس عربیہ کو اس انجمن کی تقلید کرنی چاہیے۔

ایک دفعہ اسکی سیر کی پردہ اور سازہ سامان اچھے ہیں۔ تماشا یہ تھا کہ یونان (مقام یاد نہیں) کی ملکہ اور قیصر روم میں حدود مملکت کے متعلق جھگڑا ہے قیصر کے ملک سے بعض حصے ملکہ طلب کئے ملکہ نے انکار کیا اس پر دونین بار رد و بدل ہوئی یہاں تک کہ جنگ چھڑ گئی اور بڑا معرکہ ہوا عورت جو ملکہ بنی تھی اسکا لباس بالکل یورپین تھا کمر میں لٹکی تلوار تھی اور نہایت زیبا دیتی تھی۔ ایکٹ بھی اس نے خوب ادا کیا تھا۔ قاصد سے قیصر کا پیغام سنکر اس کا تڑپ کر اٹھنا تلوار کو جنبش دینا اور پُر غیظ لہجہ میں یہ الفاظ کہے کیف نرضی بہذا الذل والھوان ساتھ ہی عرب جاہلیت کے چند فخر آمیز اشعار کا پڑھنا وہ انکی تجویب اثر پیدا کرتا تھا۔ اشعار اُس نے گائے نہیں تھے بلکہ غیظ اور ادعا کے لہجہ میں ادا کئے تھے۔ لڑائی کے وقت دونوں فوجیں ہاتھوں میں تلواریں لیکر دست بدست لڑیں تلواروں کے وار صاف نظر آتے تھے اور جو لوگ زخمی ہو ہو کر گرتے تھے اُن کی لڑکھڑاہٹ اور بے اختیار زمین پر گرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی زخمی ہو کر گرے ہیں سب سے زیادہ مجھکو جو چیز پسند آئی وہ یہ تھی کہ اخیر میں سب نے خدیو کی سلامتی کا گیت گایا پورا گیت یاد نہیں مگر یہ الفاظ ضرور تھے الیفی تبرد النفع عھد من البلی بو المستر دام سطح اور متعدد قافیہ ضرور تھے۔ ہر ہر فقرہ کا اوزار چڑھاؤ اتار عربی لہجہ کیساتھ نغمہ طرازی اصول موسیقی کا لحاظ اور سب سے بڑھکر یہ خیال کہ اس جوش سے خدیو کی سلامتی کا راگ گانے والے سب عیسائی ہیں میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا۔

تھیٹر ہندوستان کا ہو خواہ عرب اور مصر کا میرے نزدیک اسکی شرکت وقار و شائستگی کے خلاف ہے لیکن اسلامی سلطنت کی ہر چیز عزیز معلوم ہوتی ہے۔ شعر

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل ۔۔۔ میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

کلب و انجمنیں

انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور اُنکے مختلف مقاصد ہیں بعض خیراتی ہیں جنکا مقصد غریبوں کی امداد و اعانت ہے لیکن تعجب ہے کہ ان میں ایک بھی مسلمانوں کی نہیں۔ علمی انجمنیں بھی متعدد ہیں جن میں جمعیۃ العلماء المصریۃ جو سنہ ۱۸۵۹ء میں قائم ہوئی ہے اور المجمع العلمی الجغرافی جس کو خدیو اسمٰعیل پاشا نے سنہ ۱۸۷۵ء میں قائم کیا زیادہ نامور اور فائدہ رساں ہیں ڈیبیٹنگ کلب یعنی مناظرہ کی مجلسیں نہایت کثرت سے ہیں اور اُن کی وجہ سے مصریوں نے لکچر و اسپیچ کے فن میں بہت ترقی کی ہے ایک مجلس میں میں خود شریک ہوا صدر کی جانب ایک بلند چبوترہ تھا جسپر صدر انجمن اور سکرٹری کی کرسیاں تھیں عام حاضرین بنچوں پر تشریف فرما تھے میرے

اسلئے اس انجمن نے جغرافیہ کے متعلق نہایت نادر تحقیقات اور معلومات فراہم کیں جو مستقل رسالہ کی صورت میں چھپ کر شائع ہو گئی ہیں اس انجمن کا ایک خاص مکان اور کتب خانہ اور دیگر لوازمات ہیں ۱۲

سامنے چار پانچ شخصوں کی گفتگو ہوئی اُن کی تقریریں ایسی برجستہ پُرزور اور فصیح تھیں کہ مجھپر ایک حیرت سی طاری تھی تعجب یہ ہے کہ مصریوں کی عام بول چال نحو کے لحاظ سے محض غلط بلکہ بے معنی ہوتی ہے لیکن اس قسم کے موقعوں پر نہایت شستہ عربی بولتے ہیں (از تکلف) اور آورد کا نام نہیں ہوتا۔ اس قسم کی کتابیں اور اخبارات کی آزادی کی وجہ سے مصریوں میں جو عام زندہ دلی۔ آزاد خیالی جرأت اور جوصلہ مندی پیدا ہوگئی ہے ٹرکی ممالک بلکہ کل موجودہ اسلامی حکومتوں میں اسکا پرتو تک نہیں۔

مولد نبوی

مصر والوں کو حقیقت میں اس بات پر ناز کرنا چاہیے کہ مولد کے اصل معنی اگر سمجھے تو انہوں نے سمجھے یہاں مولد کا طریقہ یہ ہے کہ شہر سے باہر ایک وسیع خطۂ زمین ہے جسکو ایک معزز خاتون نے اسی کے واسطے وقف کر دیا ہے اس میدان میں تین طرف نہایت ترتیب اور سلیقے سے خیمے اور شامیانے نصب ہوتے ہیں اور بیچ کی زمین بطور صحن کے چھوڑ دیجاتی ہے صحن بالکل دائرہ کی ہیئت میں ہوتا ہے اور اس کے ہر چہار طرف سُرخ جھنڈیاں کھڑی کی جاتی ہیں خیمے اور شامیانے چونکہ عموماً پاشاؤں اور امراء کے ہوتے ہیں نہایت تکلف اور نفاست سے آراستہ کیئے جاتے ہیں ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جداگانہ طرز سے آراستہ کرتا ہے۔ جھاڑ فانوس کی روشنی ہوتی ہے اور کثرت سے ہوتی ہے ہر خیمہ میں شربت یا چاے یا اور کوئی اس قسم کی چیز ہر وقت مہیا رہتی ہے جس وقت کوئی شخص اگرچہ وہ عام تماشائی ہو خیمہ میں داخل ہوتا ہے فوراً چاے یا شربت سے اسکی تواضع کی جاتی ہے۔

خدیو کا خیمہ جس میں اُن کی طرف سے اُنکا نائب فروکش ہوتا ہے شُرخ اور نہایت پُرشان اور پُررونق ہوتا ہے ہر خیمہ میں خاص خاص گروہ کے فقرا اور صوفیہ جمع ہوتے ہیں اور اپنے اپنے طریقہ کے موافق ذکر کرتے ہیں ذکر کا طریقہ ہندوستان کے فقرا سے بالکل جدا ہے سب لوگ حلقہ باندھکر کھڑے ہوتے ہیں اور ذکر کے خاص الفاظ ایک ساتھ بلند آواز سے کہے جاتے ہیں ان الفاظ کیساتھ رکوع کے قریب جُھک جُھک کر کمر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہیں اگر کوئی شخص دُور سے دیکھے تو اُسکو ورزش کا دھوکا ہو ورنہ لیتان رقاص کا طریقہ اور بھی عجیب ہے اور سچ یہ ہے کہ فقرا و صوفیہ کی تعریف کے قابل ہے ان لوگوں کا لباس ایک خاص وضع کا ہوتا ہے پوری ہیئت تو خیال میں نہیں لیکن اسقدر یاد ہے کہ ٹوپی لمبا اور کمر میں سبز پٹکا ہوتا ہے یہ لوگ صف باندھکر بیٹھتے ہیں اور ان میں جو شخص ذکر کرنا چاہتا ہے وہ وسط محفل میں جا کر ناچنا شروع کرتا ہے لوگوں کا بیان ہے کہ ناچ کے تمام اصول ادا کیئے جاتے ہیں لیکن میں نے جو دیکھا اسقدر تھا کہ وہ شخص ایک جگہ کھڑا ہوکر چرخی کی طرح چکر لگاتا تھا قریباً ایک گھنٹہ تک اسی طرح ناچتا رہا لیکن بالکل ہانپی اور نہ چکر کھا کر گرا ایک اور گروہ تھا جس کا طریقہ کسی قدر اس سے مختلف تھا ان لوگوں کے ہاتھ میں اور زیادہ گھیردار تھی فرق یہ تھا جس طرح گھاگرہ والی پلٹن ناچنے کے وقت یہ لوگ دونوں ہاتھ پھیلا کر ناچتے تھے

مجکو سخت افسوس ہوا کہ اس بیہودہ طریقہ کو یہ لوگ عبادت سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ لوگ غوث۔ قطب۔ ابدال۔ اوتاد کے رتبہ تک ترقی کرتے ہیں ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

درویشان رقاص کا ذکر ضمناً آگیا تھا۔ اب میں اصل واقعہ یعنی مولد کی کیفیت کیطرف رجوع کرتا ہوں پہلی تاریخ سے یہ اجتماع شروع ہوتا ہے اور روزمرہ روز پڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بارھویں کی شب کو اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ تل رکھنے کو جگہ نہیں ملتی صبح کو سب لوگ خصوصاً نائب الحکومت قاضی مفتی۔ شیخ الازہر مشہد حسین رض میں جمع ہوتے ہیں اور ایک عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے حالات پڑھتا ہے ولادت کے ذکر کے وقت اصول کے موافق قیام ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد مجلس ختم ہوجاتی ہے جس کے ساتھ مولد کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔

مولد کا یہ طریقہ اس لحاظ سے مجکو بہت پسند آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر جس جوش اور مسرت کا اظہار ہونا چاہئے وہ اسی طریقہ سے ہونا چاہئے۔ چھوٹی چھوٹی مجلسوں میں یہ اجتماع شان و شوکت۔ سر و سامان کہاں؟ لیکن دو تین باتیں قابل اعتراض ہیں۔ اول یہ کہ گیارھویں اور بارھویں کو آتشبازی ہوتی ہے اور پھر ایسی مقدس رسم کے شایاں نہیں۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کا اجتماع دیکھکر اسی مجمع کے قریب سڑکوں پر تھیٹر وغیرہ قائم ہوجاتے ہیں حکومت کو چاہیئے کہ انکو قطعاً روک دے۔

اہل کمال اور مفید تصنیفات

اہل کمال قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی علما اور مصنفین کے دو گروہ ہیں اور دونوں کا مذاق بالکل الگ الگ ہے ازہر کے شیوخ اور تلامذہ میں سے بعض بعض اپنے فن یعنی نحو و فقہ میں کامل خیال کیے جاتے ہیں لیکن انکے کمال کا تمام تر مدار صرف جزئیات کے حفظ پر ہے۔ جسمیں تحقیق و اجتہاد کا شائبہ نہیں خود شیخ ازہر جنکو امام الفن کہا جاتا ہے کسی فن میں ان کی کوئی محققانہ تصنیف نہیں۔ نئی تعلیم نے بھی اگرچہ ابتک کوئی بڑا صاحب کمال نہیں پیدا کیا لیکن اس میں تحقیق و اجتہاد کی جھلک پائی جاتی ہے اور تصنیفات میں یورپ کا انداز ہے میں ان دونوں گروہوں میں سے بعض مشاہیر کا حال لکھتا ہوں۔

علی پاشا مبارک

مصر کے سررشتۂ تعلیم میں جو کچھ اصلاح و ترقی ہوئی ہے انہیں کی بدولت ہوئی ہے سولہ برس کی عمر تھی کہ سنہ ۱۲۵۵ھ میں مدرسہ مہندس خانہ میں داخل ہوئے سنہ ۱۲۶۰ھ میں محمد علی پاشا کے بیٹوں کے ساتھ فرانس کا سفر کیا اور کئی برس وہاں رہکر متعدد ڈگریاں حاصل کیں سنہ ۱۲۶۵ھ میں انکو دفتر مدارس اور نظارت اوقاف کی خدمت سپرد ہوئی اسی زمانہ میں انھوں نے بہت سے علمی کام کیے خانگی مکاتب کی اصلاح کی انتظام

میں صدر مدارس قائم کیئے - دارالعلوم کی بنیاد ڈالی - کتب خانہ خدیو قائم کیا ۱۸۷۵ء میں ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوئے اور تعلیم کو نہایت ترقی دی خود بھی صاحب تصنیف و تالیف ہیں - مقریزی کے خطوط و آثار کا نہایت عمدہ تکملہ لکھا ہے - شہنشاہ فرانس اور شاہ اسٹریا نے انکو اعزاز کے تمغے بھیجے ہیں آنکی ملاقات کا بہت شائق تھا لیکن پہیمی سے اس زمانہ میں خدیو کے ساتھ اسکندریہ چلے گئے تھے - تین چار مہینے ہوئے انھوں نے انتقال کیا انکے جنازہ میں تمام اعیان سلطنت شریک تھے - حال میں اُن کی سوانح عمری لکھی گئی اور شائع ہوئی -

علی پاشا ابراہیم

ابراہیم علی پاشا

یہ نہایت روشن ضمیر تعلیم یافتہ شخص ہے ۱۸۶۶ء میں تعلیم کی غرض سے فرانس گیا اور پانچ برس رہکر اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کی ۱۸۹۱ء میں ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوا معلمین کے مدارس اول اسی نے قائم کیے سلطنت فرانس نے اسکو پروفیسر کے درجہ کا تمغہ بھیجا جو مشہور اہل کمال کے سوا کسی کو نہیں دیا جاتا -

امین بک فکری

امین بک فکری

ہائی کورٹ کے جج ہیں فرانس میں تعلیم پائی ہے سویڈن میں جو اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اسمیں سلطنت مصر کیطرف سے وکیل مقرر ہوکر گئے تھے - چنانچہ حالات سفر میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے دیکھنے سے اُن کی قوت تحریر کا اندازہ ہوتا ہے اس کتاب کی قیمت آٹھ روپیہ ہے اور واقعی قابل سیر کتاب ہے -

احمد زکی

احمد زکی

محکمۂ ترجمہ کے سکرٹری ہیں فرنچ نہایت عمدہ جانتے ہیں - غلامی کے مسئلہ پر ایک رسالہ فرنچ میں لکھا تھا جو نہایت مقبول ہوا اور فرانس کے مشہور اخبارات اور ارباب تصنیف نے اسپر آرٹکل اور ریویو وغیرہ لکھے عربی میں ترجمہ ہوکر چھپا ہے جس کا نام الرق فی الاسلام ہے ان کی اور بھی مفید تصنیفات ہیں لندن میں جو اخیر اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اسمیں یہ وکیل مقرر ہوکر گئے تھے -

شیخ محمد عبدہ

شیخ محمد عبدہ

پرانے تعلیم یافتہ ہیں - فن ادب میں تمام مصر و شام انکو استاد الفن تسلیم کرتا ہے مقامات بدیع کی شرح نہایت قابلیت سے لکھی ہے - روشن ضمیری کیساتھ نئے مذاق سے آشنا ہیں جس کا سبب سید جمال الدین افغانی کا فیض صحبت ہے سید موصوف کا ایک رسالہ عربی میں ترجمہ کیا ہے اور اُسکے دیباچہ میں مختصر طور پر اُنکی سوانح عمری لکھی ہے میں اُسکے بعض فقرے اس مقام پر لکھتا ہوں جس سے شیخ موصوف کی مہارت فن اور زور تحریر کا اندازہ ہوگا - ہمارے ملک میں جو لوگ فن ادب کو لئے بیٹھے ہیں اُن کو اس طرز کی تقلید کرنی چاہیئے اور واقعات نگاری کا یہ اسلوب اختیار کرنا چاہئے جمال سید موصوف

جمال الدین افغانی کے حلیہ اور اخلاق و اوصاف کا ذکر کیا ہے وہاں لکھتے ہیں۔

اما خلقه فیمثل للناظر عربیا محضا. ربعة فی طوله وسط فی بنیته قمحی فی لونه عصبی دموی فی مزاجه عظیم الراس فی اعتدال عریض الجبهة فی تناسب واسع العینین عظیم الاحداق ضخم الوجنات رحب الصدر جلیل فی النظر هش بش عند اللقاء واما اخلاقه فسلامة القلب سائدة فی صفاته وله حلم عظیم یسع ما شاء الله ان یسع الی ان یدنو منه احد یمس شرفه او دینه فینقلب الحلم الی غضب فبینما هو حلیم اواب اذ هو ثائر وثاب وهو کریم یبذل ما بیده قوی الاعتماد علی الله لا یبالی ما تاتی به صروف الدهر سهل لمن لاینه صعب علی من خاشنه وله سلطة علی دقائق المعانی وتحدیدها وابرازها فی صورها اللائقة بها کان کل معنی قد خلق له کل موضوع یلقی الیه یدخل للبحث فیه کانه صنع یدیه فیاتی علی اطرافه ویحیط بجمیع اکنافه

میں ان سے اتحاد پرنک لطعن کی صحبت رہی ازہر کی ابتری تعلیم پر افسوس کرتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی نئی تعلیم کے بھی شائق تھے اور کہتے تھے کہ یہ الاصل جاہلا۔ افسوس ہے کہ گورنمنٹ مصر نے ان کو عہدہ قضا پر مامور کیا ہے وہ سررشتہ تعلیم کے لیے زیادہ موزوں تھے چنانچہ خود بھی اسکا افسوس کرتے تھے۔

شیخ حمزہ فتح اللہ

پرانے تعلیم یافتہ ہیں اور پرانے خیالات کے آدمی ہیں۔ فن ادب کے بڑے استاد ہیں دار العلوم میں ان کا جو نصاب پڑھایا جاتا ہے انہیں کا انتخاب ہے سررشتہ تعلیم کے انسپکٹر ہیں سویڈن کی اورنٹیل کانفرنس میں مصری سفارت کے ساتھ ممبر مقرر ہو کر گئے تھے اور کانفرنس میں عورتوں کے حقوق کے متعلق ایک رسالہ پیش کیا تھا جس کا نام حقوق النساء فی الاسلام ہے یہ رسالہ سرکاری مطبع میں چھاپا گیا ہے اگرچہ اصل موضوع پر بہت کم لکھا ہے اور جس قدر لکھا ہے وہ بھی مولویانہ لکھا ہے تاہم عبارت نہایت استادانہ بلند اور پرزور ہے۔ شیخ حمزہ فتح اللہ

مجھے ان سے نظارۃ المعارف کے دفتر میں ملاقات ہوئی دیر تک علمی تذکرے رہے۔ رسالہ مذکور کی پانچ جلدیں تحفہ کے طور پر عنایت کیں کچہری سے اٹھکر اپنے مکان پر لے گئے۔ اور اصرار کر کے کھانا کھلایا۔ کھانا نہایت سادہ یعنی خشک روٹی اور کھجوریں تھیں چونکہ وہ عربی زبان کے استاد ہیں اور عرب کے ساتھ ان کو خاص محبت اور لگاؤ ہے۔ ان کا سادہ عربی کھانا ایک اثر پیدا کرتا تھا۔

لطیفہ میں اور شیخ موصوف کھانا کھا رہے تھے کہ قریب ہی ہچو ہچو کی آواز آئی۔ میں حیران تھا کہ یہ انکر الاصوات کہاں سے آتی ہے۔ دیکھا تو ایک حجرے میں گدھا بندھا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں گھر میں گدھا باندھنا معیوب نہیں۔ اگرچہ میں بازار میں اکثر لوگوں کو حتی کہ انگریزوں کو گدھے پر سوار پھرتے دیکھا تھا لیکن

خود بھی دو ایک بار یہ شرف حاصل کر چکا تھا تاہم مجھکو یہ توقع نہ تھی کہ مسجد کے پچھلے آدمیوں کے یہاں گھوڑوں کی طرح گدھوں کا بھی اصطبل خانہ ہوتا ہے۔

سفر کا خاتمہ اور عربوں کے فیاضانہ اخلاق

مصر کی روانگی کیساتھ گویا میرے سفر کا بھی خاتمہ ہو گیا کیونکہ اسکے بعد نہ کوئی نئی آبادی دیکھی نہ کوئی جدید واقعہ پیش آیا۔ میں نے سفر کا تمام زمانہ (خلاف توقع) نہایت لطف۔ آرام۔ دلچسپی اور اطمینان کے ساتھ بسر کیا لیکن اس موقع پر یہ بتانا میرا غرض ہے کہ یہ لطف و آرام مجھکو کیوں نصیب ہوا؟ اور کن لوگوں کی وجہ سے ہوا؟ ان سوالوں کا صرف ایک جواب ہے یعنی عربوں اور ترکوں کے فیاضانہ اخلاق۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عربوں کی کریم الاخلاقی سے مجھکو سابقہ نہ پڑتا تو سفر کی دلچسپیوں کا کیا ذکر ہے زندگی دوبھر ہو جاتی یہ ظاہر ہے کہ کسی شہر میں جاکر رہنا۔ کھانا۔ پینا۔ ملنا جلنا۔ خرید و فروخت۔ سیر و تماشہ۔ حالات کی تحقیق و جستجو دریافت طلب امور کی تلاش غرض تمام باتیں زبان کے جاننے پر موقوف ہیں اور میں ترکی زبان سے بالکل ناواقف عربی زبان جسقدر جانتا تھا وہ بھی بیکار یا قریب قریب بیکار تھی۔ اس قدر دولتمند بھی نہ تھا کہ بے دریغ روپیوں کے صرف سے اس کمی کا تدارک کر سکتا۔ ایسی حالت میں چھ مہینے کا زمانہ اس لطف و آرام سے بسر کرنا کہ گویا میں وطن ہی میں تھا صرف ترکوں اور خاصکر عربوں کی عنایت تھی۔ ترجمانی یہ کرتے تھے۔ بازار سے چیزیں یہ لا دیا کرتے تھے لوگوں سے تعارف یہ کراتے تھے۔ قابل سیر مقامات میں رہبر یہ بنتے تھے دل لگی کی صحبتوں میں شریک یہ ہوتے تھے غرض کوئی ایسا کام اور ایسی ضرورت نہ تھی جس کے یہ کفیل نہ تھے۔ اور لطف یہ کہ یہ خوشی سے سب صرف مہمان پرستی اور غریب نوازی کے لحاظ سے۔ تاہم وہ جزئی واقعات جنمیں مجھکو ان لوگوں کے فیاضانہ اخلاق کا تجربہ ہوا انکا بیان کرنا ناممکن ہے نمونہ کے طور پر دو تین واقعے لکھتا ہوں شیخ عبد الفتاح شیخ علی ظبیان خوجی آفندی سعید الباسط آفندی۔ شیخ عبد الحلیم آفندی۔ عبد السلام آفندی کی فیاضیوں کے واقعات جنکو میں پہلے لکھ آیا ہوں اس موقع پر ایک بار پڑھ لینا چاہیے۔

جس زمانہ میں قسطنطنیہ میں مقیم تھا عبد السلام آفندی کے برادر زادہ شاکر آفندی مقدمہ کی ضرورت سے قسطنطنیہ میں آئے عبد السلام آفندی نے اُن کو اپنے پاس ٹھیرانا چاہا لیکن ان کے کمرہ میں جگہ نہ تھی مجھ سے کہا کہ تم اپنے پاس ٹھیرالو میں نے ان کی خاطر سے گوارا کیا میری روانگی کا زمانہ قریب آیا تو انھوں نے کہا۔

لہ شام و مصر کے اکثر مسلمان عربی کی نسل سے ہیں اسی لئے میں تمام شامیوں اور مصریوں کو بلحاظ اختصار عرب سے تعبیر کرتا ہوں ۔ ۱۲

میں بھی آمادہ سفر ساتھ ہوتا تو خوب تھا لیکن اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں گھر سے کچھ روپیہ منگائے ہیں۔ اُنکے آنے کا انتظار ہے چونکہ وہ خاص بیت المقدس کے رہنے والے تھے مجھکو خیال ہوا کہ انکی وجہ سے آسائش و آرام کے علاوہ بیت المقدس میں مجھکو ہر ایک چیز کی تحقیق و اطلاع میں بہت مدد ملیگی۔ میں نے اُن سے کہا کہ روپے مجھ سے لے لیجئے وہاں چلکر ادا کر دیجئے گا۔ اُنھوں نے انکار کیا اور باوجود اصرار کے کسی طرح رضامند نہ ہوتے تھے۔ لیکن میں نے اس قدر مجبور کیا کہ وہ انکار نہ کر سکے اور میں نے اُسی وقت ۸۰ روپے ان کو حوالہ کئے عبدالسلام آفندی اُس وقت مکان پر نہ تھے شام کو باہر سے آئے تو باتوں باتوں میں یہ تذکرہ آیا۔ اُنہوں نے یہ واقعہ سنکر سر پیٹ لیا اور نہایت پریشان ہوئے اور بار بار کہتے تھے کہ شو فلت شو فلت یعنی تم نے یہ کیا غضب کیا۔ شاکر گو میرا بھائی ہے۔ لیکن نہایت آوارہ ہے اور اُس نے تم سے فریب دیکر روپیہ لیئے"
لطف یہ کہ روپے تو میرے معرض خطر میں تھے لیکن عبدالسلام آفندی کو مجھ سے بڑھکر اضطراب تھا شاکر آفندی گھر میں آئے تو عبدالسلام آفندی نے اُن کو سخت ملامت کی اور اُن سے دستاویز لکھوا کر اُس پر اپنی اور ایک اور شخص کی گواہی لکھی۔ مجھکو الگ لیجا کر کہا کہ قومی بدنامی کا معاملہ ہے اس لیئے مجھکو اپنے بھائی کی پردہ دری کرنی پڑتی ہے یہ لڑکا (شاکر) آوارہ مزاج اور بدمعاملہ ہے اس کی کوئی ذاتی جائداد بھی نہیں اس کا چچا عبدالرزاق اس کا کفیل ہے یہ دستاویز انہیں کے حوالہ کرنا وہ تمکو روپے دے دینگے۔

غرض دوسرے دن شاکر اور میں ساتھ جہاز پر سوار ہوئے یمنا میں پہنچے تو شاکر کے پاس اُن کے وکیل کا تار آیا کہ فوراً واپس آؤ۔ شاکر نے مجھ سے کہا کہ میں تم کو چھوڑ کر کیونکر جا سکتا ہوں میں نے اُن کا روکنا مناسب نہ سمجھا اور بخوشی بلکہ باصرار اُن کو واپس بھیجا بیت المقدس پہنچکر سیدھا عبدالرزاق کے پاس گیا۔ اور مجھکو اس موقع پر مجبوری اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُنھوں نے میرے ساتھ سخت بداخلاقی کی اس کی شکایت نہیں کہ روپے نہیں دیئے تعجب یہ ہے کہ کج اخلاقی سے پیش آئے دوسرے دن میں نے مفتی صاحب جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کے پاس جا کر ان سے سارا قصہ بیان کیا اور دستاویز دکھائی۔ مفتی صاحب نے عبدالرزاق کے پاس آدمی بھیجا۔ اُنھوں نے کہلا بھیجا کہ اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں دو چار دن کے بعد البتہ ادا کر سکتا ہوں۔ مفتی صاحب کو چونکہ اطمینان تھا وہ [illegible] بھیجا اور سمجھے کہ ضرور مل جائینگے۔ لیکن اور لوگ جو وہاں موجود تھے اور عبدالرزاق کے خاندان کے ممبر تھے [illegible] ہوئے تھے اور غصہ میں آگئے تھے والد [illegible] یعنی وہ اپنی ڈاڑھی بیچکے اور روپیہ ادا کرے "

دوسرے دن میں مفتی صاحب کے پاس گیا تو اُنھوں نے پوری رقم یعنی ۸ روپے اپنے پاس سے دیئے میں نے کہا کہ آپ اپنی جیب سے دیتے ہیں تو میں لینا نہیں چاہتا، فرمایا کہ نہیں عبدالرزاق نے مجھے حوالہ کر دیا ہے۔ لیکن اگر وہ نہ بھی دیتے اور میرے پاس روپے نہ بھی ہوتے تو میں اپنا یہ جبہ بیچکر دیتا، باوجود اسکے مفتی صاحب اور دیگر حاضرین کو سخت ندامت تھی وہ لوگ مجھ سے نہایت الحاح سے معذرت کرتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ ہماری آنکھ تم سے برابر نہیں ہوتی۔ میں جب رخصت ہو کر چلا تو مفتی صاحب نے دور تک مشایعت کی اور کہا کہ المرجو منکم ان تستروا عیوبنا فانہ من شیم الکرام یعنی مجکو امید ہے کہ آپ ہمارے عیب پر پردہ ڈالیں گے۔ کیونکہ شرفا کا کام پردہ پوشی ہے، مفتی صاحب اور اُنکے ہمنشینوں کو عبدالرزاق کے برتاؤ پر جو ندامت تھی اور جس طرح وہ بار بار مجھ سے معافی چاہتے تھے اسکا اثر ابتک میں اپنے دل میں پاتا ہوں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اسکندریہ پہنچکر (جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ناواقفیت کی وجہ سے مجکو سخت پریشانی ہوئی) چونکہ ریل میں دیر تھی ایک قہوہ خانہ میں جو اسٹیشن سے متصل تھا جا بیٹھا وہاں ایک شامی عرب تشریف رکھتے تھے۔ مجکو غیر ملک کا آدمی سمجھکر یا معلوم نہیں کیوں بڑے تپاک سے پیش آئے وہ قاہرہ کو جا رہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ میں مسافر ہوں اور چونکہ ناواقفیت کی وجہ سے مجکو ہر موقع پر نقصان اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قاہرہ تک میرا آپکا ساتھ رہے انھوں نے کہا کہ بالراس والعین۔ اُنکی وجہ سے مجکو تمام سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی قاہرہ پہنچکر تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ مجکو کسی ہوٹل کا نام بتائیں جو جامع ازہر کے قریب ہو اور فیس بھی زیادہ نہ ہو۔ میں نے تو صرف پتہ بتانے کو کہا تھا وہ دو روز تک میرے ساتھ ہوٹل میں مقیم رہے تیسرے دن کہا کہ میں ایک ضرورت سے قاہرہ آیا ہوں اور وقت روانگی میں مجکو واپس جانا ہے اگر آپ اجازت دیں تو رخصت ہوں، یہ کہکر ہوٹل کے خانسامان کو دو دن کا کرایہ اور کھانے کی قیمت حوالہ کی۔ میں نے ہر چند اصرار کیا کہ میری فیس آپ کیوں دیتے ہیں نہ مانا اور کہا کہ آپ اس وقت تک ہمارے مہمان تھے یہ کہکر رخصت ہوئے اور مجکو سخت افسوس رہا کہ دوبارہ آج سے ملاقات نہ ہوئی۔

حال کی عربی زبان

چونکہ سفرنامہ کے لوازم میں ایک یہ بھی ہے کہ جس ملک کے حالات لکھے جائیں وہاں کی زبان کا ذکر بھی کیا جائے اسی لئے حال کی عربی زبان کی نسبت جو تمام اضلاع شام اور مصر کی زبان ہے کچھ لکھنا ضروری [illegible] ہموطنوں کو بھی فائدہ پہنچے گا جو مصر و شام کے اخبارات کے نہایت شائق ہیں لیکن مروجہ عربی زبان [illegible] اُنسے متمتع نہیں ہو سکتے۔ موجودہ عربی قدیم عربی سے اسقدر مختلف ہے کہ ہمارے ملک کا کوئی بڑا عالم اگر مصر و شام کا سفر [illegible] وہاں کی زبان کے سمجھنے میں اقربا [illegible] دقت ہوگی جو ایک عامی کو ہو سکتی ہے [illegible]

وہ قدیم زبان سے مختلف ہو گئی ہے مختصر طور پر ذیل میں درج ہیں (۱) بہت سے الفاظ اسقدر مختصر کر لئے گئے ہیں کہ جبتک کوئی شخص نہ بتائے۔ اصلی الفاظ کی طرف ذہن منتقل نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے چند الفاظ یہ ہیں

لفظ تبدیل شدہ	اصل	معنی
شو	ای شیء	کلمہ استفہام
مو شی	ما هو شیء	حرف نفی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے
ما علیش	ما علیه شیء	کچھ ہرج نہیں کچھ مضائقہ نہیں۔
بلاش	بلا شیء	مفت اور پہلے لفظ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی
هیک	هكذا	اسی طرح
هادول	هذا اولاء	یہ لوگ
قدیش	قدر ای شیء	کس قدر

(۲) الفاظ کے اول یا اخیر میں بعض حرف زیادہ کر لیتے ہیں جس سے لفظ کی صورت بالکل بدل جاتی ہے مثلاً شام میں تمام افعال مضارع کے اول ب زائد کر دیتے ہیں ان الفاظ کو ماقول ما عرفت بولتے ہیں بقول یا ما یعرف (؟) ما باعرفتا۔ مصر میں الفاظ کے اخیر میں ش بڑھاتے ہیں مثلاً یاخذ کے بجائے یاخذش۔

(۳) حروف کا تلفظ نہایت خراب ہو گیا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ عربی تلفظ کی تمام خصوصیتیں مٹ گئیں قاف کے بجائے ہمزہ جیم کے بجائے گاف۔ ذال کے بجائے دال عین کے بجائے ہمزہ بولتے ہیں اور یہ صرف جاہل اور عامیوں کا تلفظ ہے بلکہ علما اور شرفا بھی ان حرفوں کو اسی طرح ادا کرتے ہیں ایک دفعہ مصر میں ہم سے ایک طالب علم نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں بولے رگای من نگمہ اجماء من جمعۃ یعنی میں جامع مسجد آرہا ہوں

(۴) بہت سے قدیم الفاظ ہیں جنکا طرز استعمال بدل گیا ہے مثلاً جب کسی شخص کی تعریف یا اس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہے گا استغفر اللہ یعنی میں کس قابل ہوں یا کوئی عجیب انگیز بات کسی کے سامنے بیان کی جائے تو وہ کہے گا امان یا مثلاً یہ کہنا ہو کہ تم کو اس سے کیا غرض؟ تو کہیں گے۔ فشو بدلک فشو - ای شیء کا مخفف ہے اور بدک وہی لفظ ہے جس کو ہم لا بد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

(۵) یورپ کے الفاظ نہایت کثرت سے استعمال میں آگئے ہیں۔ اور چونکہ کسی قدر ان میں تغیر کر لیا گیا ہے۔ عربی دان اور انگریزی خوان دونوں کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اس قسم کے چند الفاظ مثلاً درج ہیں۔

الفاظ معربہ	الفاظ اصلی	الفاظ معربہ	الفاظ اصلی
تلغراف	ٹیلیگراف	فوتوغراف	فوٹوگراف
بروجرام	پروگرام	بوسطہ	پوسٹ ڈاک
قومانداں	کمانڈر	باریز	پیرس دارالسلطنۃ فرانس
قوماسیون	کمیشن	سیغارہ	سگرٹ
أفوكاتو	ایڈوکیٹ	انکلترا	انگلستان
شلن	شلنگ	امبراطور	امپرر
غاز	گیس	لوندرہ	لنڈن
باسبورت	پاسپورٹ	زورنال یا جرنال	جرنل
اوروبا	یورپ	جمباز	جمناسٹک
میکانیک	مشین (کل)		

اب ہم زبان حال کے الفاظ کی ایک مختصر سی فرہنگ درج کرتے ہیں۔ اس میں اکثر ایسے الفاظ بھی ہیں جو آج سے چھ سو برس پہلے ایجاد ہو چکے تھے لیکن چونکہ تصنیفات وغیرہ میں انکو رواج عام حاصل نہیں ہوا تھا وہ بھی نئے الفاظ خیال کئے جاتے ہیں۔ خاص اس قسم کے الفاظ پر (ق) کی علامت لکھونگا جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ قدیم الفاظ ہیں۔

لفظ	معنے	لفظ	معنے
الف		اغراض	اسباب
امضاء	دستخط	ادبخانہ	پاخانہ
المان	سلطنت جرمن	انتیکہ خانہ	قدیم اشیاء کا عجائب خانہ
اجزاخانہ (ترکی لفظ ہے)	دواخانہ	اشتراك الجريدة	اخبار کی خریداری اور اخبار کی قیمت کو بدل اشتراک کہتے ہیں۔
(ق) اسطول	جنگی جہاز یا جہازوں کا بیڑا		
اوضہ یا اودہ	کمرہ (مکان کا)		
اغا - اغوات	خواجہ سرا	ب	
امتیاز	لائسنس	بطاطس	آلو
		(ق) برطال جمع براطیل	رشوت

لفظ	معنے
بلدیہ	میونسپلٹی
باخرہ	دخانی جہاز
(ق) برنامج (فارسی سے)	فہرست
برّاد	چائدان
بیت الماء	پاخانہ
(ق)، بکری	سویرا
بکابر	سویرا
باش کاتب (ترکی سے)	میر منشی
ت	
تکّہ	ازار بند
ترعہ	بڑا تالاب
تمرینات عسکریہ	قواعد (فوج کی)
[illegible]	ٹھیک ٹھیک ایکٹ کرنا
تذکرہ	پروانہ ٹکٹ سفر
تطعیم الجدری	چیچک کا ٹیکا
تمرینات جسدیہ	ورزش
ث	
ثورہ	بغاوت
(ق) ثریا	جھاڑ (روشنی کا)
ثوب	لبا کرتہ
ج	
(ق) جبان	پنیر
(ق) جریدہ جمع جرائد	اخبار
جنائن	باغات

لفظ	معنے
جمعیۃ	انجمن
جمرک یا گمرک (ترکی)	چنگی - باج
ح	
حوائج	میلے کپڑے جو دھونے کو دیئے جاتے ہیں
(ق) حرّاقہ	تارپیڈو کی کشتی
(ق) حلیب	دودھ
حزب الاحرار	لبرل پارٹی
خ	
خریطہ	نقشہ (جغرافیہ کا)
(ق) خان	سرائے یا ہوٹل
د	
دلیجانس (عربی نہیں)	شکرم
دائرہ	محکمہ صیغہ
دقیقہ	منٹ
ر	
(ق) ربّان	کپتان جہاز
روایۃ	ناول۔ قصہ
رومانس (انگریزی لفظ ہے)	ناول۔ قصہ
ریشہ	نب انگریزی قلم کی زبان
ربطۃ الرقبۃ	نکٹائی
رصاص	بندوق کی گولی
رسم	تصویر۔ نقشہ
ز	
زنار	پیٹی

لفظ	معنے
س	
رق، ساعة	گھڑی جس سے وقت معلوم ہوتا ہے
سکۃ الحدید	ریلوے
سکورتہ	بیمہ کرنا
سجادہ	قالین ۔ دری
سیاسیۃ	پالٹیکس
سریر	چارپائی
ش	
شرکۃ	کمپنی
شوکۃ	کانٹا جس سے انگریز کھانا کھاتے ہیں
شمسیۃ	چھتری
سمندوفر فرنچ زبان کا لفظ ہے	ریل
سنطہ	پوٹ منٹو ۔ بڑا صندوق
رق، شخطورہ	چھوٹی کشتی
ص	
رق، صیدلیۃ	عطاری کی دوکان
رق، صہریج	تالاب
صوت	ووٹ
ض	
ضو	چراغ ۔ لمپ
رق، ضریبۃ	ٹکس
ضبطیہ	پولیس
ضابط جمع ضباط	افسر فوج

لفظ	معنے
ط	
طربوش	ط ترکی ٹوپی
طبسی	سینی
ظ	
ظرف	لفافہ
ع	
رق، علبۃ	ڈبیہ
رق، عیش	روٹی
عیش افرنجی	پاؤروٹی
عمارہ	بیڑہ جہازات
رق، عربۃ	گاڑی
عجلہ	ایضاً
عمد	اخبار کا کالم
عضو جمع اعضا	ممبر کمیٹی
غ	
غسیل	کپڑے کی دھلائی
ف	
فراطہ	ریزگاری، پیسہ کی یعنی خردہ
رق، فلوکہ	ڈونگی چھوٹی کشتی
فطور یا فطور	ناشتہ صبح کا کھانا
فابریقہ (انگریزی لفظ ہے)	کل وغیرہ کا کارخانہ
رق، فرجۃ	سیر و تفریح
فراجۃ	ترکش عورتوں کا برقع
رق، فندق	ہوٹل
رق، فنجان جمع فناجین	پیالی

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ق		لباس	پاجامہ
قائمہ	فہرست کتب	لین	وہی
قرار	رزولیوشن، حکم	**م**	
قائم مقام	ایک عہدہ کا نام ہے جو ہمارے یہاں ڈپٹی کلکٹری کے قریب ہے	مصاری	فلوس پیسے
[illegible]	ترجمہ۔ متکلم	مستشفی	اسپتال
ک		مرفا	گھاٹ۔ بندرگاہ
کفیہ	ٹوپی	مومسات	رنڈیاں۔ کسبیاں
کندرہ ترکی ہو غالباً	بوٹ	مقرض	قینچی
کرشوسہ	[illegible]	(ف) مزین	حجام
(ق) کالت یا کعک	بسکٹ	موتمر	کانفرنس
کبریت	دیاسلائی	مندوب	ڈیلیگیٹ۔ سفیر وکیل
ل		محجر	قرنطینہ
لائحہ	فہرست	ماموریۃ	نوکری
لفہ	عمامہ جو ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں	مدفع	توپ
لیرہ	پونڈ، اشرفی	مضبطہ	میموریل۔ عرضداشت
لوکانڈہ۔ عربی نہیں ہے	ہوٹل	معمل	کارخانہ
(ق) لجنۃ	کمیٹی	معرض	نمائش گاہ
لحظہ	سکنڈ، منٹ کا ساٹھواں حصہ	متصرف	ایک عہدہ کا نام ہے
لیلی	[illegible] کے لیے استعمال کیا جاتا ہے	مفتش	انسپکٹر
		محفظہ	نوٹ بک یا یادداشت کی کتاب
		متحف	عجائب خانہ
		مشمع	موم جامہ
		مسکوب	سلطنت روس
		مرکن	گلدان

لے خاص کر کتابت حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۳۲

تمت [illegible] الی اللہ [illegible]

لفظ	معنے	لفظ	معنے
رق، مخدّہ	تکیہ	مستطیلہ	محکمہ صیغہ جیسے مصلحۃ البوسطہ
مقلمہ	قلم تراش چاقو		یعنی ڈاکخانہ
ملعقہ	چمچہ	معانق	پلٹن
رق، مظلّہ	چھتری	مجاور	قدیم مدارس کے طالب علم
محرمہ	رومال	مجلّد	کتاب
رق، مندیل	رومال	مشغل الادب	پاخانہ
منشف	تولیہ	مکّارہ	چرخی
مرکوب	جوتہ	مادّہ	دفعہ (قانون وغیرہ کی کتاب)
مداس	سلیپر گھر میں پہننے کے جوتے	معارف	سررشتہ تعلیم
محطّہ	ریل کا اسٹیشن	مجسّمہ	اسٹیچو (پتھر وغیرہ کی مورت)
رق، مجلّہ	میگزین۔ علمی رسالہ	مزایدہ	نیلام
مدرّعہ	آہن پوش جہاز	**ن**	
محکمہ	عدالت	نہاری	غیر بورڈ طالبعلم انکو خارجیہ
محکمۃ الجزاء	عدالت فوجداری		بھی کہتے ہیں۔
محکمۃ الحقوق	عدالت دیوانی	نیشان۔ جمع نشانات	تمغہ
محکمۃ الاستیناف	عدالت اپیل	رق، ناموسیۃ	پلنگ
محکمۃ التمییز	ہائی کورٹ	نمسا	سلطنت آسٹریا
محامی	وکیل	ناریہ	آتشبازی
ق میناء	گھاٹ	نظارہ	دوربین
ق مرکب	جہاز	رق، نظارہ	سررشتہ۔ صیغہ
ممثّل	ایکٹر		
مسوکرہ (انگریزی سے	رجسٹری شدہ خط یا پارسل		
ماخوذ ہے۔	وغیرہ		
مبلوانیہ	نجیبت		

۱ مجلہ جاہلیت میں اس کتاب کو کہتی ہیں جسمیں حکمۃ وغیرہ کے مضامین ہوں۔ نابغہ کا شعر ہے ۔

محلتهم ذات الاله ودينهم

قديم فما يرجون غير العواقب

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ناظر	سکرٹری	ورقۃ	ٹکٹ
نارگیلہ - فارسی	حقہ	ورقۃ الزیارت	ملاقات کا کارڈ
و		رق، وصول	رسید
وسام	تمغہ	ویرکو - عربی نہیں ہے	ٹکس
وابور یا فابور عربی نہیں ہے	جہاز	ورق	کاغذ

تمت

مختصر فہرست قومی پریس دہلی

ازواج النبی جناب سرورِ کائنات کے ازواج مطہرات کے پورے
حالات و سوانح درج ہیں حضرت خدیجہؓ حضرت سودہؓ حضرت
عائشہؓ حضرت حفصہؓ حضرت زینبؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت زینب
بنت جحشؓ حضرت ام حبیبہؓ حضرت جویریہؓ حضرت میمونہؓ حضرت صفیہؓ
اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا پورا جواب دیا ہے قیمت ۱۲/

نکاح جعفر اور عباسہ ایک افسانہ ہے لوگ اس شبہ میں پڑے ہوئے
ہیں کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور دلیل
دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں ۴/

محل جان کی سرگذشت ساری کتاب ظلم و ستم سے لبریز ہے اور
دہلی کی پرانی زنانہ بولی کا پورا فوٹو اتارا گیا ہے ۶/

کتب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد کردوں کی معاشرت رسومات شادی و
غمی و مذہبی عقائد اور انکا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے
محل کے اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ
سلطانہ و قادین افندی کے اختیارات بڑی دلچسپ کتاب ہے ۴/

خلافت عمرو بن سعید بانی خلافت بنو امیہ و ابومسلم خراسانی
بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات قیمت ۳/

تذکرہ مشاہیر عالم ہر دو جلد کامل مع فوٹو مولانا شرر
جس میں حسب ذیل سوانح درج ہیں خلیفہ ناصر الدین اللہ دیا
زبیر ابن العوام عبداللہ ابن زبیر ابن بطوطہ بقراط
جالینوس ثانی۔ سائیرس۔ الصبی۔ اعز الدین جمیل بن حاتم
طائی جبلہ بن ایہم محمد بن تومرت المہدی المغربی بانی عثمان
بن مسیح۔ زیاد ثانی سعدی۔ دمشق کی جامع بنی امیہ
ابوالاسود دؤلی احمد بن طولون۔ ابوالضحاک عمرو بن
معدی کرب زبیدی۔ نابغہ ذبیانی۔ اسکندر اعظم منذر بن
مغیرہ۔ حجاج دمشقی مصوص۔ مسجد ایا صوفیہ۔ محمد علی پاشا
ابوجعفر منصور ابودلامہ مسجد اقصیٰ صلیبی جہاد قیمت عہ

مخدرات مشاہیر عالم جس میں حسب ذیل سوانح درج ہیں سا
سمی رامس ملکہ بابل۔ ہنا بنت نعمان لیلی اخیلیہ شہدہ کاتبہ
زلیخا ملکہ بلقیس۔ ام سلمہ زوجہ سفاح قطر الندی بلقیس لبنیٰ علیہ
بنت مہدی۔ خدیجہ بنت القیم۔ ملکہ اسٹیر قصر ... زبیدہ خاتون
اصفہانی مریم۔ قلوپطرہ۔ سیدہ ام ذی الشائل رابعہ بصریہ فاطمہ
فقیہہ۔ ملکہ زبا ماہ ابان۔ رابعہ شامیہ فاطمہ نیشاپوریہ۔ ملکہ
زنوبیہ۔ نوار زوجہ فرزدق۔ مضغہ زبیدہ۔ ہیلنا عورت کی
کی کشش دنیا میں انسان کو لائی۔ دیباچے کا ... قیصر
آل عثمان میں پہلی سلطانہ تھیوڈورا۔ ... قارطش ...
عاتکہ زوجہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق عتبہ عمارہ فرنہ لطیفہ ...
ہسپانیہ۔ ام جعفر۔ حرہ بنت ضحاک ست الملک خولہ بنت الازور
وبیدون ملکہ سوریہ پرتگال۔ ایلن راحیل ماریہ ...
فلپون۔ عاتکہ بنت معاویہ زند کار بانی خاتون ارشد امیہ
فریدہ عفراء عائشہ بنت طلحہ۔ بانی سپہ ... حرقاء ربابہ بنت
الفریق الیلی جاجیا ف۔ طر العزیزہ بنت صفوان۔ ام حکیم بنت
قارظ۔ جو صاحب مستقل جلدیں ایک ساتھ لیں گے۔
انکو مع محصول تین روپیہ میں روانہ ہوگی ۳/

سید ظہور الحسن مع حافظ ابوالحسن دہلی
قومی پریس۔ چھتہ لال میاں

مخدرات تیموریہ

یہ خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر تیموری کی جان تھی اور جس سر زمین کے سبزہ سے سیراب اور ہرے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک ہے ایک جنت کی زمین [illegible] شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے ہوں گے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا اس عظیم الشان خاندان کی داستان شوکت کی مجلد ان کی تصویریں جنہیں بنظر حقیر فلک نے نہیں دیکھی قیمت کا عذر [illegible] ہم تھا

فہرست بیگمات

[illegible] حمیدہ بانو بیگم ⁂ بیگم تیموریہ ⁂ فخر النساء بیگم ⁂ بیگم تیموریہ ⁂ عصمت النساء بیگم ⁂ بیگم تیموریہ ⁂ [illegible] بانو بیگم ⁂ دختر [illegible] زمانی بیگم ⁂ دختر میران شاہ ⁂ آرزو بانو بیگم ⁂ دختر [illegible] صفوی ⁂ آرام جان بیگم ⁂ بیگم [illegible] ⁂ ممتاز محل ⁂ بیگم شاہجہاں ⁂ [illegible] ⁂ بیگم محمد معظم شاہ ⁂ [illegible] بیگم ⁂ بیگم محمد شاہ ⁂ اعزاز النساء بیگم ⁂ بیگم شاہجہاں ⁂ اورنگ آبادی محل ⁂ بیگم اورنگ زیب ⁂ دلپذیر بانو بیگم ⁂ دختر شاہ شجاع ⁂ بی بی [illegible] ⁂ بیگم [illegible] خان ⁂ [illegible] بانو بیگم ⁂ دختر شاہ [illegible] روشن آرا بیگم ⁂ دختر شاہجہاں ⁂ روپ متی ⁂ مالوہ کی شہزادی ⁂ رحمت بانو بیگم ⁂ بیگم معظم شاہ ⁂ [illegible] بیگم ⁂ دختر شاہزادہ محمد اکبر ⁂ [illegible] بائی ⁂ [illegible] ⁂ بی بی [illegible] ⁂ بیگم سلیم شاہ ⁂ زیب النساء بیگم ⁂ دختر اورنگ زیب ⁂ [illegible] بیگم تاج خان ⁂ رضیہ سلطانہ ⁂ دختر شمس الدین التمش ⁂ [illegible] النساء بیگم ⁂ دختر اورنگ زیب ⁂ جہاں آرا بیگم ⁂ دختر [illegible] جہاں [illegible] بیگم ⁂ بیگم اعظم شاہ ⁂ رانی جودھ بائی ⁂ دختر راجہ [illegible] سنگھ ⁂ حمیدہ بانو بیگم ⁂ ہمایوں بادشاہ ⁂ [illegible] فاطمہ بیگم ⁂ ہمشیرہ ظہیر الدین بابر بادشاہ ⁂ شہزادہ خانم ⁂ دختر محمد اکبر ⁂ نواب قدسیہ بیگم ⁂ دختر شاہجہاں ⁂ ثریا بانو بیگم ⁂ دختر [illegible] جہاں آرا بیگم ⁂ دختر شاہجہاں ⁂ رانی پاربتی ⁂ رانی راجہ [illegible] ⁂ رانی تارا بائی ⁂ [illegible] دختر اورنگ زیب ⁂ زینت النساء بیگم ⁂ دختر اورنگ زیب ⁂ بادشاہ بیگم ⁂ دختر اورنگ زیب ⁂ سلطان بیگم ⁂ ہمشیرہ شاہ طہماسپ والی ایران ⁂ سلیمہ سلطانہ بیگم ⁂ [illegible] محمد ہمایوں ⁂ سلیمہ بانو بیگم ⁂ [illegible] سلیمان شکوہ ⁂ حبیبہ خاتون ⁂ بیگم محمد [illegible] سورتی بیگم ⁂ بیگم محمد اکبر ⁂ اشرف النساء بیگم ⁂ بیگم بہادر شاہ اول ⁂ [illegible] بیگم ⁂ ہمشیرہ [illegible] خان ⁂ بخت النساء بیگم ⁂ دختر ہمایوں بادشاہ ⁂ بہار بانو بیگم ⁂ دختر جہانگیر ⁂ بائی [illegible] ⁂ دختر راجہ [illegible] ⁂ بائی [illegible] ⁂ دختر راجہ [illegible] ⁂ [illegible] بیگم ⁂ دختر شاہزادہ [illegible] ⁂ بیگم سلطانہ ⁂ دختر ابراہیم عادل شاہ

ہمایوں نامہ از گلبدن بیگم [illegible] تاریخ ہمایوں کی [illegible] ۱۲ صفحات [illegible] اور [illegible] ولایتی کاغذ پر تیار ہو رہی ہے قیمت [illegible] حیات [illegible] ایک مقدمہ [illegible] کتاب [illegible] ۱۲ [illegible] اور چار نقشے [illegible] جس کی لائف آج تک تیار نہیں ہوئی اور آپ کی نظر سے گذری ہو گی قیمت [illegible]